Umme Abbas Writes
(ای-بک سپیشل)
دشت وفا
از قلم ام عباس

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔

گیٹ کے باہر کھڑا وہ مسلسل بائیک کا ہارن بجا رہا تھا۔ باوجود کوشش کے وہ آفس سے جلدی نہیں نکل سکا تھا اور پھر رہی کسر راستے میں ٹریفک جام نے نکال دی تھی۔ ہیلمٹ پہنے ہوئے ہی کلائی سامنے کر کے وقت کا اندازہ کرنا چاہا۔ ساڑھے تین بجنے کو تھے۔ گیٹ کھلا تو وہ بائیک اندر لے آیا۔ عجلت میں بائیک سے اترتے ہیلمٹ اتارا، تب تک وہ گیٹ بند کرتی اس تک پہنچ آئی تھی۔

"اسلام علیکم۔"

بشاشت سے سلامتی بھیجتی وہ حیا تھی۔ دھیمی نرم سی آواز نیند سے اٹھنے کے باعث بھاری اور سیاہ بڑی بڑی آنکھیں کچھ خوابیدہ سی تھی۔ جامنی رنگ کا دوپٹہ اتنی گرمی میں بھی نماز کے سے انداز میں اسکے صبیح، ددھیار نگت والے روشن چہرے کے گرد ہالا بنائے ہوئے تھا۔ گول صاف ستھرے بے داغ چہرے پر تیکھے نین نقش، اس پر مستزاد وہاں رہنے والا ہمہ وقت نرم تاثر اسے اور بھی خوب صورت بناتا تھا۔

"وعلیکم سلام۔ تمہاری آپی کدھر ہے؟"

ہاتھ کی مدد سے بال ٹھیک کرتے اسکا گندمی رنگ دھوپ کے باعث سرخی مائل ہو رہا تھا ۔سیاہ آنکھیں، کلین شیوڈ صاف شفاف چہرہ اور انتہا کے جاذب نظر نین نقش، مضبوط جسامت اور دراز قامد، بلاشبہ وہ ایک وجیہہ مرد تھا۔

گھر میں داخل ہوتے یہ اسکا پہلا سوال ہوا کرتا تھا جب کبھی وہ خود گیٹ نہیں کھولنے آتی تھی۔

"اپنے کمرے میں ہیں۔"

"موڈ کیسا ہے؟"

وہ اندر کی جانب بڑھتے پوچھ رہا تھا۔ حیا اس سے دو قدم پیچھے چلتی آرہی تھی۔

"آخری بار میں نے انہیں قریب کوئی ایک گھنٹہ پہلے دیکھا تھا اور تب اپنی ساری کی ہوئی تیاری کے آثار مٹا کر وہ غصے سے بھری بیٹھی تھیں، پارہ بہت تابناک تھا اس لئے میں نور کو لے کر چپکے سے کھسک آئی۔"

اپنی بات کے اختتام پر اسکا لہجہ مسکراتا ہوا ہو گیا۔

آگے چلتے ضوریز نے رک کر جھر جھری سی لی۔اور اسکی اس حرکت پر وہ اپنی دھیمی سی ہنسی روک نہیں پائی تھی۔

"وہ تیار بھی ہو گئی تھی مطلب پھر تو پکا والا خفا ہوئی بیٹھی ہو گی۔ایک تو سر کو بھی آج ہی میٹنگ کرنی تھی۔"

اسکے چہرے پر بے زاری کے ساتھ ساتھ بے کلی سی پھیلنے لگی۔

"نور کہاں ہے؟" اسکی طرف دیکھتے اگلا سوال کیا۔

"وہ میرے کمرے میں سو رہی ہے۔"

اسکے کہنے پر وہ سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"پانی پیے گے ضوریز بھائی۔"

وہ وہی کھڑی رہی۔

"تمہاری آپی کے ہاتھ سے ہی پیوں گا اب تو۔" بنا پیچھے مڑے کہتا وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا، حیا بھی اسکی ذو معنی بات پر سر جھٹکتی مسکراتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئ

۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی جو منظر دکھائی دیا تھا وہ اسکی سوچ کے بالکل عین مطابق تھا۔ کھڑکی کے سامنے گرے پردے اور لائٹس بند ہونے کی وجہ سے اندر نیم تاریکی کا راج تھا۔ چھت پر لگے پنکھے کے چلنے کی آواز وہاں پھیلی خاموشی سے نبرد آزما تھی۔ ایسے میں ایک وجود پوری طرح چادر میں چھپا کروٹ کے بل لیٹا دکھائی دیتا تھا۔ وہ قدم قدم چلتا اسکی پشت پر آکر بیٹھا تھا، بازو سرہانے پر دراز کیے، بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ جب بولا تو آواز مدھم اور پشیمان سی تھی۔

سوری ضویا۔ یار میں نے سچ میں بہت کوشش کی ٹائم سے نکلنے کی مگر ایک تو آج میٹنگ تھی پورے اسٹاف کی موجودگی لازمی تھی پھر ٹریفک جام تھا میں چاہ کر بھی وقت پر نہیں آپایا۔"

وہ وضاحت دے رہا تھا مگر دوسری جانب کوئی رد عمل نہیں دیا گیا۔ ضوریز نے ایک گہری سانس اندر کھینچی۔

"مجھے پتہ ہے تم جاگ رہی ہو غصے میں تمہیں نیند نہیں آتی میں تمہیں جانتا ہوں ضوئی اٹھ جاؤ اب۔"

ذرا جھک کر نرمی سے اسکے سر پر تنی چادر ہٹانی چاہی تو چادر کے اندر سے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر ضوریز کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"تم بس مجھے جانتے ہی ہو، میں کیا چاہتی ہوں اسکی رتی برابر پرواہ نہیں ہے تمہیں۔"

چادر کے اندر سے ہی اسکی پر شکوہ، گلوگیر آواز سنائی دی، ضوریز سیدھا ہوتا اس بار سرعت سے چادر اسکے چہرے پر سے ہٹا گیا تھا۔

اور اب دم بخود سا اسے دیکھ رہا تھا۔ روئی روئی سی گلابی آنکھیں اور دہکتے چہرے کے ساتھ اسکی ناک کی نوک بھی سرخ پڑ رہی تھی۔ وہ حد درجہ خوب صورت تھی۔ ضوریز آصف کے دل کی سلطنت کی ملکہ، بھورے بالوں کی کھلی آبشار بے نیازی سے سرہانے پر

گری تھی، بھوری بڑی بڑی آنکھوں کی گھنیری پلکیں اب بھی پانیوں سے لدی تھیں، مٹی مٹی سی لپ اسٹک سے مزین بھرے بھرے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ ددھیار نگت میں پھیلا گلابی پن سرخی مائل ہو رہا تھا۔ وہ اسے شکایتی نظروں سے دیکھ رہی تھی اور جب کبھی وہ نشیلی آنکھیں برستی تھیں تو سامنے بیٹھے مرد کے دل پر قہر ڈھاتی تھیں۔

"اللہ۔۔۔ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اپنی ضوئی۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھتا گردن ترچھی کیے اسکی طرف کچھ اور جھکا، آنکھوں میں بے چینی لئے وہ انگلیوں کے پوروں سے اسکی پر نم پلکوں کو چھو رہا تھا۔

"تم جانتی بھی ہو جب تم روتی ہو تو کیا گزرتی ہے میرے دل پر۔ پھر بھی ان آنکھوں پر یہ ظلم کرتی ہو۔ میری غلطیوں کی سزا انہیں دینا کب بند کرو گی تم۔"

جھک کر ان نینوں کا نمکین پانی اپنے ہونٹوں سے چنا تو دوسری طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوئی تھی۔

"آج کا دن تو اتنا اسپیشل ہے اور تم اگر یوں روگی تو کیسے برداشت ہو گا مجھ سے کچھ تو خیال کر لیا کرو میرا۔" سیدھا ہوتا اسکے چہرے سے چند انچ کے فاصلے پر اپنا چہرہ لئے وہ دیوانہ وار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اسپیشل تھا تبھی تو تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔ مگر تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے ۔"

وہ ہنوز خفا دکھائی دیتی تھی البتہ آنکھیں اب پہلے سی نم نہ تھیں۔ ضوریز ہولے سے مسکرایا۔ پہلو بدل کر جھکتے جوتے اتارنے لگا۔

"فرق پڑتا ہے ملکہ عالیہ۔ غلام آپ کے لئے ہی تو کمانے گیا تھا۔ اب اٹھ جاؤ۔ ویسے بھی ہمارا نکاح چار بج کر دس منٹ پر ہوا تھا اس لحاظ سے ہماری ویڈنگ اینوری سٹارٹ ہونے میں ابھی بھی پندرہ منٹ باقی ہیں۔ جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جاؤ اب۔"

وہ اسکے پاس سے اٹھتا الماری کی طرف بڑھا، اپنے کپڑے نکالے، مڑ کر اسے دیکھا وہ اب بھی یوں ہی لیٹی تھی آنکھیں اس پر جمائے۔

"میں دس منٹ میں تیار ہو جاؤں گا اگر تم تیار ہوئی تو ویل اینڈ گڈ۔ ورنہ میں اسی حلیے میں تمہیں لے جاؤں گا۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"

وہ ناراضگی سے چلائی۔

"میں ایسا ہی کروں گا۔"

وہ ہنستا ہوا واش روم میں چلا گیا۔ ضویا چادر ہٹا کر تیزی سے نیچے اتری۔

آدھے گھنٹے کے بعد جب وہ تیار ہو کر باہر آئی تو موڈ قدرے بحال تھا۔ ہلکے پھلکے میک اپ نے ہی اسکی خوب صورتی کو چار چاند لگا دیے تھے۔ نیوی بلیو اور گرے امتزاج کا برینڈڈ جوڑا پہلے وہ دوپٹہ ایک سائیڈ پر ڈالے کھلے بالوں کو ہاتھ کی مدد سے سنوارتی آرہی تھی۔

ضوریز جو باہر لاؤنج میں ابھی ابھی سو کر اٹھی نور کو اٹھا کر بیٹھا ہوا تھا اسے آتے دیکھ کر ٹھٹکا۔

ضویا جھک کر اسکی گود میں لیٹی نور کو اٹھا کر سیدھی ہوئی تو ضوریز کی آنکھوں میں ناگواری جاگی۔

"کپڑا کم پڑ گیا تھا کیا؟"

اسکی آواز میں ہلکی سی خفگی کی رمق تھی۔ ضویا نے نور کا گال چومے، وہ سات آٹھ ماہ کی گول مٹول سی صحت مند بچی تھی نین نقش ضوریز جیسے البتہ صاف شفاف گورا رنگ ضویا سے مستعار لیا تھا۔ بالوں کا بھورا رنگ بھی اسی سے مشابہہ تھا۔ ضویا نے چونکتے ہوئے اسکی طرف نا سمجھی سے دیکھا۔ ضوریز نے آنکھوں سے اسکے بازوؤں کی جانب اشارہ کیا ،ضویا نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ وہ اسکے سلیو ڈیزائن پر طنز کر رہا تھا جہاں بنے گول گول دائروں میں سے اسکی برہنہ دودھیا بازو نمایاں ہو رہے تھے۔

"یہ نیا ڈیزائن ہے ضوریز۔"

سر جھٹک کر وہ کچھ بد مزہ سی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔"

ضوریز نے مفاہمتی انداز میں سر ہلایا۔وہ ایک بار پھر سے اسکی ناراضگی مول نہیں لے سکتا تھا خاص کر کے آج کے دن۔

"مگر تمہیں نہیں لگتا ضویا یہ باہر جانے کے لئے مناسب نہیں ہے۔تم ایسے ڈیزائنز گھر میں پہنو میں نے کبھی منع تو نہیں کیا مگر باہر جاتے ہوئے گریز کیا کرو۔"

وہ نرمی سے سمجھا رہا تھا۔ضویا کی آنکھوں کا رنگ بدلا۔چہرے پر سختی چھاتی گئی۔غصے بھری سختی۔

"ہم کہیں نہیں جا رہے۔"نور کو لئے وہ واپس کمرے میں جانے کو مڑی۔

"ضویا۔"ضوریز نے اسے پیچھے سے پکارا۔وہ بنا مڑے اندر جاتی دروازہ زور سے بند کر گئی تھی۔

ایک بے بسی بھرے غصے سے پر سانس ہوا میں خارج کرتے اس نے ماتھے کو مسلا تھا ۔ تبھی ہاتھ میں دودھ کی فیڈر لئے حیا وہاں آئی تھی۔

"نور کہاں ہے ضوریز بھائی؟ اور آپی تیار ہو کر آئی نہیں ابھی تک؟"

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"نور ضویا کے پاس ہے، تم فیڈر وہیں دے آؤ۔ میں باہر جا رہا ہوں آکر گیٹ بند کر لو۔"

نارمل سے لب و لہجے میں کہتا وہ باہر کی جانب بڑھ گیا تو وہ کچھ اچنبھے کا شکار ہوتی اسے جاتا دیکھتی رہی، اسکے نظروں سے اوجھل ہو جانے پر قدم آگے لئے۔

کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے بیڈ پر وہ آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی، دوپٹہ ندارد، چہرے کے خدوخال تنے ہوئے تھے اور وہ بھینچے لبوں کے ساتھ گود میں نور کو لٹائے تھپک رہی تھی۔

ماحول میں پھیلے تناؤ کو بھانپتے وہ آہستگی سے آگے بڑھی، فیڈر جھک کر نور کے منہ میں دی جسے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں میں وہ تھام گئی۔ ضویا یوں بیٹھی تھی جیسے اس نے اسے وہاں دیکھا تک نہ ہو۔ بنا کوئی بھی بات کیے وہ باہر چلی آئی۔

. . . .

اپنے زیر استعمال کمرے میں آکر وہ بیڈ پر بیٹھی تھی، ارد گرد خالی خالی نظروں سے دیکھا ،وہ اب بھی اسے اپنا کمرہ نہیں کہہ پاتی تھی۔ اتنے ماہ گزر جانے کے باوجود، یہاں اپنی موجودگی اسے شرمندگی سے دوچار کرتی تھی۔ اور ہر بار ضوریز اور ضویا کے درمیان ہونے والی ذراسی بدمزگی کے بعد وہ یوں ہی خاموشی سے اپنے کمرے میں محصور ہو جایا کرتی تھی۔

وہ پچھلے پانچ ماہ سے یہاں رہ رہی تھی۔ ابا کی وفات کے بعد اسے بحالت مجبوری یہاں آنا پڑا تھا۔ وہ صرف دو بہنیں تھیں۔ ضویا اس سے تین سال بڑی تھی۔ انکے والد سرکاری اسکول میں اسلامیات کے ٹیچر تھے۔ ضویا انٹر میں تھی جب انکی امی کا انتقال ہوا۔ تب وہ صرف بارہ سال کی تھی۔ دادی حیات تھیں، انکے ابا نے رشتے داروں کے اصرار کے باوجود دوسری شادی نہیں کی۔ انکے والد ذرا سخت طبیعت کے تھے، کچھ دین کی طرف رجحان بھی زیادہ تھا۔ وہ ایک تبلیغی جماعت سے بھی وابستہ تھے۔ اس لئے شروع سے ہی پردے اور صوم وصلوۃ کی پابندی گھر میں یقینی بنائی گئی تھی۔

ضویا کی طبیعت میں کچھ شروع سے باغی پن شامل تھا۔ کچھ ابا کی روک ٹوک نے اسے مزید متنفر کرکے رکھ دیا تھا۔ جب تک امی تھیں وہ اسے سمجھا بجھالیا کرتی تھیں، کبھی ڈانٹ ڈپٹ کر، کبھی منت سماجت سے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی عبایہ لے لیا کرتی تھی ۔ مگر ابا جب کبھی تبلیغی جماعت کے ہمراہ جاتے تو ان کی غیر موجودگی میں وہ گھر پر اپنے سارے شوق پورے کیا کرتی تھی۔ اسے ماڈلنگ کی دنیا میں اپنا نام بنانے کی جستجو تھی۔ پہلی بار کالج میں ہوئے ایک فنکشن میں اس نے ماڈلنگ کی تھی۔

"ضویا کو دیکھا اس نے تو بڑی بڑی ماڈلز کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔"

"وہ ہے بھی کتنی خوب صورت، اوپر سے اسکی ہائیٹ بھی کمال کی ہے۔"

ایسے کہیں جملے اسکے کانوں میں پڑے تھے اور بس ایک خواب تھا جو اسکی آنکھوں میں آ بسا، شہرت پانے کا، سراہے جانے کا، اپنا نام بنانے کا اور خواب آنکھوں میں سمانے سے پہلے یہ نہیں دیکھا کرتے آیا انکی یہاں کوئی جگہ بنتی بھی ہے یا نہیں۔

اسے نت نئے فیشن کے ملبوسات پہنے کا شوق تھا، ابا کی تنخواہ میں گھر کا گزارا بمشکل چل پاتا تھا، انٹر کے بعد اس نے تعلیم کو خیر آباد کہہ کے سلائی سینٹر میں داخلہ لے لیا تھا ۔ جس کے بعد وہ اپنے لئے ہر نئے فیشن کے ڈیزائن کے کپڑے خود سی لیا کرتی تھی، عام سا کپڑا ہوتا، اسکی محنت اسے چار چاند لگا لیتی۔ پھر وہ تھی بھی اتنی حسین کہ پہنتی تو بڑی بڑی ماڈلز کو پیچھے چھوڑتی۔ ابا نے اسکا داخلہ بی اے میں کرانے کا ابھی سوچا ہی تھا کہ ایک رشتہ دار خاتون کے توسط سے ضوریز کا رشتہ اس کے لئے آیا تھا۔ ضوریز آصف کے والدین حیات نہیں تھے۔ ایک بڑی بہن تھی جو شادی شدہ تھی۔ وہ آئیں اور ضویا کو

دیکھتے ہی پسند کر گئیں۔رشتہ معقول تھا۔ابا نے بھی کچھ پس وپیش کے بعد ہاں کر دی ۔یوں ضویا جلد ہی بیاہ کر چلی گئی۔

شادی کے بعد کچھ ماہ تک تو وہ عبایا لیتی رہی ایک دن وہ میکے آئی تو عبائے کی جگہ چادر نے لے لی تھی، دادی کو ابا کی موجودگی میں اس نے خود ہی کہہ دیا کہ ضوریز نے عبایا لینے سے منع کیا ہے۔انکے خاندان میں کوئی بھی نہیں لیتا۔ابا نے کوئی اعتراض نہیں کیا کہ بیٹی اب شادی شدہ تھی۔اس لئے انہوں نے چپ سادھ لی، وہ بہت کم شادی کے بعد میکے آتی تھی۔یوں جیسے ایک قید تھی جس سے آزادی ملی ہو۔ضوریز کے گھر میں اور کوئی نہیں تھا۔بہن اپنے گھر والی تھی، تھی بھی دوسرے شہر کی رہائشی،توگھر میں ضویا کی راج دھانی تھی۔

ضوریز کی جاب اچھی تھی، گھر بھی اپنا تھا، وہ ہر لحاظ سے ان لوگوں کی حیثیت سے کہیں آگے تھا۔ضویا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی، کچھ تھا بھی وہ نرم مزاج، اسکی ہر بات فوری مان لینے والا۔

وہ ایک محبت اور عزت کرنے والا شوہر ثابت ہوا تھا۔ کبھی کچھ برا لگ بھی جاتا تو نرمی سے سمجھا دیا کرتا۔ کبھی یہ تاثر نہیں دیتا کہ اسے کچھ ناگوار گزرا ہے۔

ضویا اگر ضدی تھی تو ضوریز مفاہمت پسند تھا۔ وہ جذباتی تھی تو دوسری طرف وہ معاملہ فہم تھا، یوں زندگی جو کٹی اچھی کٹی، چھوٹے موٹے جھگڑوں اور تلخ کلامی کے علاوہ وہاں بے پناہ محبت تھی ضوریز آصف کی ضویا کے لئے محبت۔ جو اسکی ہر ضد کو تسلیم کر لیا کرتی تھی۔

. . . .

ڈور بیل پر وہ اپنی لامتناہی سوچوں کے بھنور سے نکلتی باہر کی جانب بڑھی، مین ڈور کھولا تو وہ واپس آ چکا تھا۔ جب تک وہ دروازہ بند کر کے مڑی تھی وہ بائیک کھڑی کرتا اسکے ساتھ لٹکتے شاپرز اتارنے لگا، پھر تیزی سے اس سے پہلے اندر داخل ہوا۔

وہ اپنے کمرے میں جانے لگی جب کچن سے نکلتے ضوریز نے اسے آواز دی تھی۔

"حیا۔"

وہ رک کر اسکی طرف متوجہ ہوئی۔

"جی۔"

"کچھ ہیلپ کرادو گی۔"

وہ مسکرایا تھا۔

اگلی کچھ دیر میں وہ ڈرائنگ روم میں اینورسری سیلیبریشن کے لئے تھوڑی بہت سجاوٹ کر رہے تھے۔

"تمہاری اسٹڈیز کیسی چل رہی ہیں؟

دیوار پر پھولا ہوا غبارہ چپساں کرتے بنا اسکی طرف دیکھے وہ سرسری سا پوچھ رہا تھا۔

"جی اچھی چل رہی ہیں فائنل سمیسٹر ہے۔"

میز پر پھولوں کی پتیوں سے سجاوٹ کرتی وہ ایک نظر اسکی پشت کو دیکھ کر بولی تھی۔

"کسی بھی چیز کی ضرورت ہو بیٹا تو بلا جھجک بولنا۔"

اور یہ وہ جملا تھا جو انکی جب کبھی بھی بات ہوتی وہ لازمی کہتا، پورے خلوص کے ساتھ ۔لیکن وہ اسے کیسے کہتی اسکے لئے بہن کے گھر رہنا بھی کتنا تکلیف دہ ہے، اپنی خودداری کو وہ کیسے تھپک تھپک کر سلاتی تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔

"جی شکریہ۔ ابا کی چھوڑی سیونگز کافی ہوتی ہیں میرے لئے ضوریز بھائی۔"

لون کی اسکن کلر کی چادر میں سے جھانکتا اسکا صبیح چہرہ ابا کے ذکر پر کچھ مغموم سا دکھائی دینے لگا۔

وہ سر کو ہلکی سی جنبش دیتا پلٹا۔ نیچے جھک کر دوسرا اغبارہ اٹھایا۔

"لیکن کبھی ضرورت پڑ بھی تو سکتی ہے۔"

اسکی طرف دیکھ کر وہ مسکرایا تھا، نرمی سے۔ حیا نے کوئی جواب دینے کے بجائے سر اثبات میں ہلا دیا۔

وہ مطمئین ہوتا پھر سے اپنے کام میں مگن ہو گیا۔

حیا کے چہرے پر سوچ کی پرچھائی چھاتی گئی۔

ابا کی سیونگز سے کب تک گزر بسر کیا جا سکتا تھا، اسے سنجید گی سے اب اس بارے میں سوچنا تھا۔ ضویا یا ضوریز سے پیسے تو وہ لے نہیں سکتی تھی۔ انکا اتنا احسان ہی کافی تھا انہوں نے اسے اپنے گھر میں جگہ دے دی۔ آج کل وہ ٹیوشن پڑھانے کی بابت سنجید گی سے سوچ رہی تھی۔ کم از کم جب تک اسکی تعلیم مکمل نہیں ہوتی تھی اپنے چھوٹے موٹے اخراجات کے لئے وہ پہلے کی طرح ٹیوشن پڑھا سکتی تھی۔

کچھ دن پہلے بھی محلے کی ایک آنٹی اپنی میٹرک میں پڑھتی بیٹی کی ٹیوشن کے لئے آئی تھیں۔ اسے بس ایک بار شروع کرنا تھا، بچے خود بخود آتے جائیں گے۔

"یہ ہو گیا ہے۔ میں جاؤں اب۔"

گلاس ٹیبل پر سجی پھولوں کی سرخ پتیاں اور چاروں کونوں پر رکھی کینڈلز کے درمیان کیک رکھا ہوا تھا۔ اسکی تیاری مکمل ہو گئی تھی مطمئین سی اک آخری نگاہ دیکھ کر وہ نیچے فرش پر سے اٹھ کھڑی ہوتی اجازت طلب کر رہی تھی۔

"کہاں چلی۔ ابھی تو پارٹی بھی شروع نہیں ہوئی۔" وہ اچنبھے سے اسے دیکھتا بولا۔

"مجھے کچھ نوٹس بنانے ہیں ضوریز بھائی۔" اس نے اپنی لاچاری ظاہر کی۔ اس بار ضوریز نے کوئی اصرار نہیں کیا تھا ہلکا سا سر کو خم دے کر گویا اسکا عذر قبول کیا۔ وہ ڈرائنگ روم سے نکل آئی۔

نوٹس تو فقط بہانہ تھا در حقیقت وہ کسی امیزنگ مومنٹ کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ ضویا کا موڈ آف تھا۔ اپنی بہن کو وہ جانتی تھی۔ ایسے میں ضوریز کو اسکی موجودگی میں کوئی سبکی نہ اٹھانی پڑے اس کے لئے بہتر تھا وہ وہاں موجودگی سے منع کر دیتی۔

. . . .

جس لمحے وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا وہ سامنے بیڈ پر بیٹھی تھی، نور پاس پر سکون سو رہی تھی اور ضویا اپنے ہاتھ میں لئے موبائل کی سکرین میں غرق تھی۔

"تھینک گاڈ، تم نے غصے میں چینج نہیں کر لیا۔ ورنہ پھر تمہیں پکچرز کی ٹینشن پڑ جانی تھی ۔"

اسے دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دینے کے باوجود وہ ہشاش بشاش سا کہتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔ کچھ دیر پہلے کی ہوئی بدمزگی کا کوئی تاثر دیے بغیر وہ بالکل نارمل لگتا تھا۔ ضویا نے سکرین سے نظر ہٹا کر اسکی جانب نگاہ کی۔

"اٹھو۔ تمہارے لئے ایک سرپرائز ہے۔" اسکے پاس کھڑا جھک کر اسکا ہاتھ اپنی گرفت میں لیتا وہ اسکے اٹھنے پر بضد تھا۔ ضویا نے سپاٹ چہرے کے ساتھ اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا تمہارے ساتھ۔"

اس نے نظروں کا رخ موڑ لیا تھا۔ہاتھ البتہ اسکی گرفت سے آزاد کرانے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی۔

"تو کس نے کہا ہم کہیں جا رہے ہیں۔ ہم گھر میں ہی ہیں۔ اٹھ جاؤ اب۔"

اسکے ماتھے پر اب بھی ایک شکن تک نہ آئی تھی۔

"بلکہ رکو میں پہلے تمہیں تسلی سے دیکھ تو لوں۔ بہت پیاری لگ رہی ہو تم۔"

ایک ہاتھ میں اسکا ہاتھ جکڑے دوسرے سے اسکے کان میں جھولتا ائیر رنگ چھوتا، زیر لب ہنسی روکتے وہ وہیں اسکے سامنے بیٹھا تو ضویا نے اکتا کر موبائل سکرین آف کرتے سائیڈ پر پھینکنے کے انداز میں رکھا۔ پھر اسکی طرف غصے بھری بے بسی سے دیکھا تھا جو اسے محبت پاش نظروں سے دیکھنے میں محو تھا۔

"نہ کیا کرو ایسے ناٹک میرے ساتھ۔ جیسے تمہارے لئے میں بہت اہم ہوں۔ اور تم مجھ سے بے انتہا محبت کرتے ہو۔ جب کہ حقیقت کیا ہے میں اچھے سے جانتی ہوں۔"

وہ بے زار سی ہوئی۔ ضوریز نے آنکھیں چھوٹی کر کے ذرا متعجب انداز میں اسے بغور دیکھا تھا۔

"تمہیں میری محبت پر شک ہے کیا؟"

ہاتھ سے اسکے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ نرمی سے پیچھے کرتے، وہ اچنبھے سے پوچھ رہا تھا ۔ضویا عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

" جن سے محبت ہوتی ہے انکی خواہشوں کا مان رکھا جاتا ہے۔یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر دل نہیں توڑا جاتا۔"

اسکی آنکھوں میں دیکھتے وہ دکھ بھری آواز میں کہہ رہی تھی۔ ضوریز نے ہاتھ پیچھے لیتے، ایک گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتے اسکی عقل پر تاسف کا اظہار کیا تھا۔وہ جانتا تھا وہ کس بابت بات کر رہی ہے۔

ذرا توقف کو وہ یوں ہی اسے خاموش نظروں سے دیکھتا رہا، وہ نظریں جو خاموش رہتے بھی ان گنت باتیں کیا کرتی تھیں، مگر ضویا یا تو انہیں پڑھنے کا ہنر نہیں رکھتی تھی یا پھر چاہ نہیں رکھتی تھی۔

"تم نے کبھی کسی جوہری کو قیمتی ہیرا یوں ہی کھلے عام رکھتے دیکھا ہے؟ نہیں ناں۔ وہ اسے سنبھال کر، سینت سینت کر رکھتا ہے لاکرز میں، سخت سیکیورٹی کے باوجود۔ جانتی ہو کیوں؟"

وہ چند سیکنڈز کے لئے رکا، ضویا خاموش سی اسے سن رہی تھی۔ بنا نظریں اسکے چہرے پر سے ہٹائے۔ ہاں وہ ایسا تھا کہ اسے بنا پلکوں کی جنبش کے پہروں بیٹھ کر دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ کچھ وقفے کے بعد پھر سے گویا ہوا۔

"کیوں کہ وہ جانتا ہے ہیرے کی قدر و قیمت۔ ہیرا کتنا بھی نایاب کیوں نہ ہو ایک بار اس میں ہلکی سی بھی دراڑ آ جائے تو اپنی ساری قدر منزلت کھو دیتا ہے پھر سے جوڑا نہیں جا سکتا اور یوں وہ ایک پل میں انمول سے بے مول ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور تم ضویا ضوریز میرے لئے اسی قیمتی ہیرے کی مانند ہو جس کی قدر و منزلت میں جانتا ہوں۔ اور میں

نہیں چاہتاباہر کے زمانے کی میلی نظروں سے تمہارے اجلے پن پر ذراسا بھی داغ لگے ۔کیایہ تمہیں میری محبت نہیں لگتی۔"

وہ نرم گو تھا، گھمبیر لہجے میں بولتاتو سحر پھونک دیاکرتا۔اب بھی ضویاکادل ساری ناراضگی بھلادینے کے درپے ہو گیاتھا۔

"توکیااب میں لوگوں کی میلی نظروں کے ڈر سے اچھااوڑھنا پہننا چھوڑ دوں؟"

دل پگھلاضرور تھامگر نوک زبان پر شکوہ بھی آگیا۔اوراس شکوے پر ضوریز کے ہونٹوں پر ایسا تبسم نمودار ہوا تھاجیساکسی ناراض بچے کے بھولپن میں اپنی غلطی کو جسٹفائی کرتے دیکھ کر کوئی ذی شعور انسان مسکراتاہو۔

"کس نے کہاتم اچھاپہننااوڑھناچھوڑدو۔لیکن۔۔۔۔خیر میری بات سنوضویا۔یہ جو ہمارالباس ہوتاہے نااس کاسب سے اولین مقصد جسم کوڈھانپنے کاہوتاہے۔اگروہ جسم کو کور کرنے کے بجائے اسے اور نمایاں بناتاہے تواسکی روح یہی مرجاتی ہے۔پھر بھلے وہ کتناہی قیمتی کیوں نہ ہو،کتناہی فیشن کے تقاضے پوراکرتاہو بے معنی ہوجاتاہے۔جیسے

کھانے کا پہلا اور بنیادی مقصد پیٹ بھرنا ہوتا ہے، اس کا خوش ذائقہ یا بدمزہ ہونا ثانوی ہے۔ ایسا ہی معاملہ لباس کا بھی ہے۔"

وہ اسے ہمیشہ کی طرح دلیل سے قائل کرنے میں لگا تھا۔ مگر جہاں اپنی چاہ حدود پھلانگ جائے وہاں دلیلیں اپنا وزن کھو دیتی ہیں۔

"لیکن یہ فیشن ہے ضوریز۔ ایک زمانہ پہنتا ہے یہ کیا وہ سب غلط ہیں، کیا جو لڑکیاں یہ پہنتی ہیں انکے باپ، بھائی یا شوہر نہیں ہوتے۔"

اسکے سوال پر ضوریز نے سرد آہ بھری۔ وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔

"ضویا اگر یہ فیشن ہے تو پھر معذرت کے ساتھ جانور ہم سے کہیں زیادہ فیشن ایبل ثابت ہوں گے۔ اور میں نے سب کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔ میرے گھر کی چار دیواری کے باہر کیا ہو رہا ہے، کون کیا پہن رہا ہے مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ مجھ سے بس میرے گھر والوں کی بابت سوال کیا جائے گا اور میں صرف اپنے گھر کا ذمہ دار ہوں۔ باقی کی لڑکیوں سے میرا کیا لینا دینا۔ یا پھر دوسرے لفظوں میں تم مجھے اجازت دے رہی ہو باقی لڑکیوں کی خبر رکھنے کی بھی۔"

اسکی شرارت بھانپتے ہوئے ضویا نے اسے گھورا تھا۔ ساتھ اپنا ہاتھ اسکے شانے پر مارا۔

پھر ہلکا سا مسکرا دی۔

"تم ایسا نہیں کرسکتے۔ میں جانتی ہوں تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

اب کی بار اسکی آواز میں نرمی اور چاہے جانے کا مان تھا۔ اٹھی ٹھوڑی، تنی ہوئی گردن وہ مغرور ہو رہی تھی۔ اور یہ غرور اس پر جچتا تھا۔

ضوریز کا دل یک گونہ پرسکون ہوتا گیا۔

"لیکن ابھی تو تم نے کہا تھا میں تم سے محبت نہیں بلکہ ناٹک کرتا ہوں۔"

اب وہ بے فکر سا ہنس رہا تھا۔ ضویا نے زیر لب مسکراہٹ دباتے اسے گھورنا چاہا۔

"ہاں تو وہ تب کہا تھا اور تب مجھے ایسا ہی لگ رہا تھا۔"

اپنی غلطی تسلیم کرنا اس نے کب سیکھا تھا۔ ضوریز نے مصنوئی تاسف سے اسے دیکھتے سر کو دائیں بائیں جنبش دی۔ وہ ہنس دی۔ اور اسے غلطی تسلیم کروانا وہ چاہتا بھی کب تھا۔ وہ

تو بس اسے خوش دیکھنا چاہتا تھا، ہمیشہ ہنستا مسکراتا ہوا۔ تھوڑا سا آگے کی طرف ہو کر اسکی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ملکہ عالیہ اٹھنے کا تردد کریں گی اب؟"

سر کو ذرا سا جھکائے وہ مؤدب سا دونوں ہاتھ باندھے کھڑا شرارت سے کہہ رہا تھا ۔کمرے میں ضویا کی ہنسی کی جلترنگ گونجتی فضا کو معطر کر گئی۔

اک شان ادا سے سر کو خم دیتے وہ نیچے اتری۔

"ٹھہرو ذرا مجھے میرا میک اپ تو دیکھنے دو۔ پکس اچھی نہیں آئیں گی۔" اسکے ہاتھ پکڑنے پر وہ بولی تو وہ ایک آہ بھرتا اسے ساتھ کھینچتا چلا گیا۔

"آجاؤ ایسے بھی بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

جواب میں کمرے سے نکلتے وہ اسے خفگی سے کچھ کہہ رہی تھی مگر اس نے پھر بھی اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔

. . . .

اگلی صبح وہ کچن میں کھڑا تیز تیز چائے کے گھونٹ لے رہا تھا۔ضویا خلاف معمول اس صبح جاگی ہوئی تھی،اور ان دونوں کی باتوں کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔حیا یونی ورسٹی جانے کے لئے تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلی تھی،رخ کچن کی جانب تھا مگر ان دونوں کی وہاں موجودگی کے باعث ٹی وی لاؤنج میں ہی رک گئی۔ایک بار پھر سے عجیب سا احساس اسے اپنے حصار میں لینے لگا۔اپنے گھر میں کہیں آتے جاتے انسان کو اتنی سوچ وبچار نہیں کرنی پڑتی۔اپنا گھر بھی کتنی بڑی نعمت ہوتا ہے۔چاہے چھوٹا ہو،بس اپنا ہو تو یوں قدم قدم پر رکنا نہیں پڑتا۔جیسے اسے ضوریز کی موجودگی میں اس گھر میں تھم جانا پڑتا تھا۔

"آپی میں جا رہی ہوں۔"

وہیں کھڑے کھڑے اس نے آواز لگائی تھی۔

"رکو!ناشتہ نہیں کرو گی کیا؟"

اسکے ذمہ دار سے انداز پر چائے کا آخری گھونٹ لیتا ضوریز اپنی مسکراہٹ چھپا گیا۔ عموماً اس وقت وہ سو رہی ہوتی تھی۔ نور ابھی چھوٹی تھی، رات کو ایک دو بار جاگا کرتی تھی ۔اس لئے صبح اسکے آفس جانے کے وقت وہ اگر سو رہی ہوتی تو وہ ناشتے کے لئے اسے جگایا نہیں کرتا تھا۔ حیا جب اس گھر میں آئی تو اپنا ناشتہ وہ خود بنایا کرتی تھی، ایک دو بار اس کے بنے بنائے ناشتے پر ضوریز وارد ہوا تو اس نے اسکے لئے ناشتہ بنا دینے کی پیشکش کی تھی، مگر وہ رسان سے انکار کر گیا۔ وہ انکے گھر پر مہمان تھی اس طرح اس پر اپنے کاموں کا بوجھ ڈالنا مناسب نہیں لگتا تھا۔

اور اس وقت وہ حیا سے یوں کہہ رہی تھی جیسے روز اسے ناشتہ وہی بنا کر دیتی رہی ہو۔

"نہیں آپی دیر ہو رہی ہے۔ وین نکل جائے گی۔"

وہ بعجلت کہتی آگے بڑھ گئی۔

"اللہ حافظ۔ نور کو میری طرف سے پیار دیجئے گا۔"

وہ چلی گئی تو ضویا نے ضوریز کی طرف رخ پھیرا۔

"دیکھا اسی لئے کہتی ہوں اپنی کار لے لو۔ مگر تم بھی کہاں سنتے ہو میری۔ اب کتنی پرابلم ہوتی ہے کہیں آنا جانا ہو تو۔ جب تک ھم دو تھے تو چلو ٹھیک تھا، مگر اب نور اور حیا بھی ہیں۔ چار لوگ تو بائیک پر نہیں بیٹھ سکتے۔ اور حیا وہ تو تمہارے ساتھ بائیک پر ویسے بھی نہیں بیٹھتی۔ ورنہ آفس جاتے تم ہی اسے یونی چھوڑ دیا کرو تمہارے راستے ہی تو پڑتی ہے ۔"

"کچھ عرصہ اور صبر کر جاؤ لے لیں گے۔ چھوٹی موٹی گاڑی تو اب بھی میں لے سکتا ہوں مگر وہ تم نہیں لینا چاہتی اور جو تم لینا چاہتی ہو اس کے لئے ابھی پیسے نہیں ہیں میرے پاس ۔"

چائے کا کپ سنک میں رکھتے وہ اسکی طرف واپس مڑا۔

"تمہاری بینک میں جو سیونگز پڑی ہیں ان کو یوز کر لو۔"

اس نے مشورہ دیا۔ ضوریز نے زوردار انداز میں سر نفی میں ہلایا۔

"سوچنا بھی مت۔ وہ تمہارے اور نور کے لئے ہیں۔ برے وقت کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔"

ضویا نے منہ بنایا تھا۔

"ایک تو تم مانتے نہیں ہو ورنہ میں بھی کما کر تمہارا ہاتھ بٹا سکتی ہوں۔"

ضوریز دھیما سا مسکرایا۔

"اچھا تم کیا کرو گی۔"

رسٹ واچ پر نگاہ کی۔ابھی پانچ منٹ اور وہ اس سے بات کر سکتا تھا۔

"آج کل کمانا کون سا مشکل کام ہے بس ٹیلنٹ ہونا چاہیے بندے میں۔"

اس نے شانے اچکائے۔

"اور تمہارا ٹیلنٹ کیا ہے۔ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے۔"

دونوں بازو سینے پر باندھے وہ اسے پر شوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ہر طرح کی آرائش سے بے نیاز اسکا چہرہ صبح کی روشنی کو کچھ اور بھی دوچند کرنے لگا تھا۔

"تم ڈانٹو گے مجھے پتہ ہے۔"

اس نے اپنے ہاتھ کے ناخن کھرچتے منہ پھلایا۔

"نہیں ڈانٹوں گا۔"

باوجود اس کے کہ اسے کسی معقول ٹیلنٹ کی امید نہیں تھی پھر بھی اس نے زبان دی تھی۔

ضویا نے کچھ مشکوک انداز میں اسے دیکھا تھا پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کے گرد آئی لٹیں کانوں کے پیچھے کرتے تھوک نگلا۔

"دیکھو آج کل سوشل میڈیا کا دور ہے۔لوگ گھر بیٹھے مشہور ہو جاتے ہیں اور کمائی الگ سے۔"

کہتے ہوئے اسکی آنکھوں کی چمک کہیں گنا بڑھ چکی تھی، کن اکھیوں سے اسکے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھتے اسکی آواز مدھم ہوتی گئی۔

وہ بہت کم کسی بات پر اتنا شدید رد عمل دیا کرتا تھا کہ اسکا چہرہ اسکے اندر چلتے جھکڑوں کا پتہ دینے لگے۔

"اس سے زیادہ فضول بات نہیں بول سکتی تھی تم۔" سرخ چہرے پر کھچاؤ لئے وہ ملامت کر رہا تھا۔ آواز مدھم مگر سختی لئے ہوئے تھی۔

"کیوں اب اس میں کیا برائی ہے۔ کون سا میں کہیں باہر جانے کا کہہ رہی ہوں۔ گھر میں ہی رہوں گی۔"

اسے برا لگا تھا۔

"گھر بیٹھے بیٹھے ؟" وہ استہزائیہ ہنسا۔ مگر آنکھیں بے تاثر رہیں۔ ذرا بھر کو رکا۔ زبان ہونٹوں پر پھیری۔

یہ موبائل فونز کی بڑی بڑی سکرینز جو ہم لوگ اپنی جیبوں میں لئے پھرتے ہیں نا ضویا بی بی۔ یہ اچھا تو بہت ہے مگر یہ شر انگیز بھی بہت ہے۔ تم گھر میں رہو گی مگر یہ ٹیکنالوجی ایسی بری شے ہے کہ تم اپنے گھر میں ہوتے ہوئے بھی ہر ایرے غیرے کی رسائی میں ہو گی۔ ہر قماش کا مرد تمہیں جیب میں لئے پھر رہا ہو گا۔ اور تمہیں کیا لگتا ہے یہ جو لڑکیاں ٹک ٹاک، انسٹا گرام اور بلا بلا جو بھی سوشل میڈیا ایپ ہوتی ہیں ان پر اپنی ویڈیوز اپلوڈ کرتی

ہیں تو مرد کیا انکا ٹیلنٹ دیکھتے ہیں۔ بلکہ میں اپنا سوال بدلتا ہوں ایسا کون سا ٹیلنٹ ہے جو وہ دکھاتی ہیں۔"

وہ سخت الفاظ نا چاہتے ہوئے بھی بول گیا تھا، چہرہ سرخی مائل ہوتا اسکے ضبط کی چغلی کھا رہا تھا۔

"آج تو یہ فضول بات کر دی ہے تم نے آئندہ اجتناب کرنا۔"

آنکھوں میں برہمی لئے دوٹوک انداز میں کہتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا تو پیچھے وہ دھواں دھواں ہوتا چہرہ لئے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

. . . .

شام تک اسکا موڈ آف رہا رہا تھا۔ پورا دن اس نے کوئی کام نہیں کیا تھا۔ حیا یونی سے واپس لوٹی تو وہ نور کو اسکے حوالے کرتی ایک دوست سے ملنے کا کہتی گھر سے نکل آئی تھی۔

اور اس وقت وہ تہذیب کے ڈرائنگ روم میں کچھ پریشان سی بیٹھی تھی۔ تہذیب سے اسکی پہلی ملاقات چار ماہ پہلے جم خانے میں ہوئی تھی۔ نور کی پیدائش کے بعد اس کا وزن بڑھا تو حد سے زیادہ متوحش ہو گئی تھی۔ تب اسکے بے حد اصرار پر ضوریز نے اسے جم جوائن کرنے کی اجازت دی تھی۔ جہاں خواتین کے لئے الگ بندوبست تھا اور ٹرینر بھی لڑکی ہی تھی۔

تہذیب بھی اسی جم میں آتی تھی۔ وہ نہ صرف سوشل میڈیا سٹار تھی بلکہ ماڈلنگ بھی کرتی تھی۔

کچھ ہی وقت میں دونوں کی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ ضویا جو اپنا لڑکپن کا خواب جیسے دل کے تہہ خانوں میں ہمیشہ کے لئے دفن کر بیٹھی تھی، ایک بار پھر سے وہ خواب تمام حدود تیاگ کر آنکھوں میں آبسا تھا۔ تہذیب وہ سیڑھی تھی جو اسکے خوابوں کی تعبیر کی جانب جاتی تھی۔

اب بھی وہ کچھ مضطرب سی اسکے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

"تمہارا شوہر تمہیں موبائل پر ایک سوشل میڈیا ایپ کا یوز تک تو کرنے نہیں دے رہا اور تم ملک کی ٹاپ ماڈل بننے کے خواب دیکھ رہی ہو ضویا میڈم۔"

کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے وہ اسکی تمام بات سن کر بولی تھی۔ آواز میں کچھ تمسخر سا تھا۔

"میں نے سوچ لیا ہے اب۔ ضوریز جو مرضی بولے اب میں اپنے اور اپنے خوابوں کے درمیان کسی کو نہیں آنے دوں گی۔"

وہ چہرے پر سارے جہاں کی سنجیدگی اور مستحکم مزاجی لئے ہوئے تھی۔ سامنے رکھی کولڈ ڈرنک جوں کی توں رکھی ہوئی تھی۔

"اچھا۔۔۔۔وہ کیسے۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔"

وہ مسکراتی ہوئی متجسس ہوئی۔

"ضوریز کی صبح کی باتوں نے مجھے نئی راہ دکھائی ہے۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ سوشل میڈیا تک تو ہر امیر غریب یہاں تک کہ ٹھیلے والے کی بھی رسائی ہے۔ ایک ویڈیو وائرل ہونے کی دیر ہے، گلی محلے والوں کو بھی پتہ چل جائے گا۔ ضوریز یہ سب سوشل میڈیا سے بہت

دور ہے مگر کسی اور سے پتہ تو چل ہی سکتا ہے۔ اس لئے میں نے طے کیا ہے کہ میں فیشن شو کے لئے آڈیشن دوں گی۔ فیشن شوز میں صرف ایلیٹ کلاس یا اپر مڈل کلاس کو دلچسپی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ بات ضوریز سے چھپی رہ سکتی ہے۔ تم نے کہا تھا نا میں جب بھی ہاں کروں گی تم اپنے کنٹیکٹس کو استعمال میں لاتے میرے لئے جگہ بنالو گی۔ تو اب آگے کا کام تمہارا ہے۔"

وہ جیسے سارا آگے کا لائحہ عمل طے کیے بیٹھی تھی۔

تہذیب نے گلاس سامنے ٹیبل پر رکھا۔ بلیو جینز جس سے اسکی پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں، کے اوپر ٹی شرٹ پہنے اس نے ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔

"اور تم یہ اپنے شوہر سے کب تک چھپا سکو گی۔ تمہیں اندازہ بھی ہے زیادہ تر شوز لیٹ نائٹ ہوتے ہیں تو کیا وہ بنا وجہ جانے تمہیں لیٹ نائٹ گھر سے باہر رہنے کی اجازت دے دے گا؟"

ضویا نے ایک گہرا سانس اندر کھینچا۔

"میں جانتی ہوں ہمیشہ یہ بات چھپی نہیں رہے گی اور ہمیشہ کے لئے میں چھپانا بھی نہیں چاہتی۔ میں کوئی گناہ نہیں کرنے جارہی جو چھپاؤں گی۔ ایک بار میں اس فیلڈ میں آجاؤں پھر میں خود اسے بتادوں گی۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا، ناراض ہو گا، غصہ کرے گا مگر میں اسے منالوں گی۔ وہ زیادہ دیر مجھ سے خفا نہیں رہ پاتا۔ فی الحال میں اس بارے میں نہیں سوچنا چاہتی۔"

اسکے کہنے پر تہذیب نے سر ہلایا۔ وہ ذرا بھر کے لئے رکی پھر گویا ہوئی۔

"میں شروع شروع میں لیٹ نائٹ شوز نہیں کروں گی صرف ایوننگ شوز کیا کروں گی۔"

تہذیب اسکی بات پر یوں ہنسی تھی جیسے کسی بچے کی معصومیت بھری بے وقوفی پر ہنسا جاتا ہے۔

"تم تو یوں کہہ رہی ہو جیسے تم ملک کی ٹاپ کلاس ماڈل بن چکی ہو۔ بیٹا خوابوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں آؤ۔ یہاں بیگنرز کو بہت پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، کہیں کہیں گھٹنے

انتظار میں خوار ہونا پڑتا ہے۔ فیشن ایجنسیز کے چکر لگانے پڑتے ہیں تب جا کر کام ملتا ہے اور تم ابھی سے ٹائمنگز خود سے طے کرنے لگی۔"

وہ اسے حقیقت کا آئینہ دکھا رہی تھی جسے اس نے اپنی خیالی دنیا میں گم ابھی تک دیکھا تو کیا اس میں جھانکا تک نہ تھا۔

"جانتی ہوں مشکل ہو گا مگر تم ساتھ دو گی تو کچھ نہ کچھ آسانی ہو ہی جائے گی۔"

اس نے آس بھرے لہجے میں کہتے اسکی طرف پر امید نظروں سے دیکھا تھا۔ تہذیب آگے سے مسکرائی تھی۔

"جانی فکر مت کرو۔ دوست کہا ہے تو اب دوستی نبھانی تو پڑے گی۔ کرتے ہیں کچھ۔ میں اپنی ایجنسی میں تمہاری بات کرتی ہوں۔"

تہذیب کے کہنے پر اتنی دیر میں وہ پہلی بار مسکرائی تھی۔ اور یہ اسکے ہونٹوں پر کھلنے والی صبح کی پہلی مسکراہٹ بھی تھی۔

پھر تہذیب کے کہنے پر وہ تیار ہوئی، جینز شرٹ میں اسکا متناسب جسم اور بھی نمایاں دکھائی دیتا تھا۔ لائٹ سا میک اپ کیے وہ انتہائی خوب صورت لگ رہی تھی۔

"یہ شرٹ کچھ زیادہ ہی شارٹ نہیں ہے۔"

پہلی بار ایسے کپڑے پہننے پر جہاں وہ خوش ہو رہی تھی وہیں کچھ جھجک کا شکار بھی تھی۔

آئینے میں خود کو دیکھتے اس نے پیچھے کھڑی تہذیب سے کہا۔

"بالکل بھی نہیں۔ یہ فیشن انڈسٹری ہے ضویا۔ اور یہاں قدم جمانے کے لئے ماڈرن ہونا پڑتا ہے، اگر تمہیں لگتا ہے کہ قمیض شلوار پر ڈھائی گز لمبا دوپٹہ لے کر تم ریمپ واک کرو گی تو ہمیشہ ایسا نہیں ہو گا کہ ایسے کپڑے تو اب بس تہواروں کے لئے ہی رہ گئے ہیں ۔ آج کل ویسٹرن ڈریسز زیادہ ان ہیں۔"

نخوت سے ناک چڑھائے کہتی تہذیب کو سنتی ضویا نے سر سمجھنے کے سے انداز میں ہلایا۔

تہذیب اسے سٹوڈیو لے کر گئی تھی ایک شاندار سا پورٹ فولیو بنانے۔ اپنے خوابوں کی تعبیر کی طرف وہ پہلا اور بڑا قدم ضویا اٹھا چکی تھی، بنا نتائج کی پرواہ کیے۔ جہاں وہ خوش

تھی وہیں دل اندر کہیں اداس بھی تھا۔ سٹوڈیو سے واپسی پر تہذیب بہت ایکسائٹڈ تھی اور وہ بے دلی سے مسکراتی رہی، ناچاہتے ہوئے بھی طبیعت بوجھل پن کا شکار ہو رہی تھی۔

. . . .

"ضویا کہیں گئی ہوئی ہے کیا؟"

ضوریز گھر آیا تو اسے کہیں نہ پا کر کچن سے پانی کا گلاس لئے آتی حیا سے پوچھا تھا۔

"وہ اپنی کسی دوست سے ملنے گئی ہیں۔"

نور کو ٹھیک سے پکڑتے اس نے جواب دیا تو پانی پیتے گلاس واپس اسے دیتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"نور مجھے دے دو۔ میں سنبھال لوں گا۔"

اس نے ہاتھ آگے بڑھائے تھے۔

"آپ تھکے ہوئے آئے ہیں ضوریز بھائی۔ فریش ہو جائیں پھر میں نور آپ کو دے جاؤں گی۔ ابھی تو ویسے بھی مجھے اسکا پیمپر بھی چینج کرنا ہے۔"

اس نے رسان سے منع کر دیا۔ اتنی شدید گرمی میں وہ باہر سے آیا تھا، گلے میں ٹائی ڈھیلی کیے، کہیں کہیں سے پسینے کے باعث بھیگی وائٹ شرٹ میں وہ تھکا تھکا سا نظر آتا تھا ۔ضوریز نے مشکور نظروں سے حیا کو دیکھا۔

"ضوئی نے بھی گھر کا اچھا خاصا لوڈ تم پر ڈال دیا ہے۔ نور کو بھی تم سنبھال رہی ہوتی ہو ۔تمہاری اسٹڈیز کا لوس ہوتا ہو گا بچے۔"

وہیں کھڑے کھڑے وہ یوں ہی پوچھ بیٹھا۔ حیا بے ریاسی مسکراتی نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں ایسا تو کچھ نہیں ہے۔ گھر کے کام تو میں اپنے گھر میں بھی کیا کرتی تھی اور جہاں تک نور کی بات ہے تو یہ تو خالہ کی جان ہے۔"

چھ ماہ کی نور ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہی تھی جب حیا نے کہتے ہوئے جھک کر اسکا گال چوما۔ وہ قلقاری مار کر ہنسی تھی۔

ضوریز نے بیٹی کی خوشی کا یہ انداز محبت پاش نظروں سے دیکھا تھا۔

"ہوں۔نور میرے اور ضویا سے زیادہ تمہارے ساتھ خوش رہتی ہے۔"

نور کے بالوں کو چھوتا وہ اسکی محبت کا معترف ہوا۔

وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تو حیا بھی نور کو لئے گلاس کچن میں رکھنے کو چل دی۔

ابھی وہ نور کا پیمپر چینج کر رہی تھی جب ڈور بیل بجی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی باہر سے ضوریز کی "میں دیکھتا ہوں" کی آواز آئی تھی۔کچھ سیکنڈز بعد ضویا کے بولنے کی آواز آئی،یعنی کہ وہ واپس آگئی تھی۔

"یہ تمہاری ایسی کون سی دوست ٹپک پڑی جس سے تم مہینے میں تیسری بار ملنے گئی ہو۔"

وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ضوریز اسکے پیچھے پیچھے تھا۔

چادر لینے کا تردد عرصہ ہوا کرنا اس نے چھوڑ دیا تھا۔اب بھی برائے نام لون کے جوڑے کے ساتھ کا شیفون کا دوپٹہ سر پر ٹکا تھا،جسے گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر

سر سے اتار دیا تھا۔ بھورے بالوں کا ڈھیلا سا بن بنائے وہ بیڈ پر اپنا ہینڈ بیگ رکھتی اسکی طرف مڑی۔

"تم شک کر رہے ہو مجھ پر؟"

ضویا کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔ آواز میں ناگواری تھی۔ ضوریز نے متاسف نظروں سے اسے دیکھا۔

"فار گاڈ سیک ضویا! میری ہر بات کا الٹا مطلب لینا تم نے خود پر فرض کر لیا ہے کیا؟"

وہ عاجز ہوتا بولا۔

"میں نے نہیں بلکہ تم نے فرض کر لیا ہے خود پر میری ہر بات میں سے میخیں نکالنا۔" اس نے سر کو جھٹکا تھا، پھر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"تو اب میں تم سے یہ پوچھنے کی جسارت بھی نہیں کر سکتا کہ آیا تم گئی کہاں تھی۔"

دونوں ہاتھ پہلو پر رکھے وہ اسکے سامنے کھڑا تھا۔ضویا نے ٹھوڑی اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ ابھی ابھی شاور لے کر نکلا تھا۔ہلکے آسمانی رنگ کے کرتا شلوار میں ملبوس ماتھے پر بنا کنگھی کیے گیلے بال بکھرے پڑے تھے۔

"پوچھ سکتے ہو مگر یوں طنز میں ڈبو کر نہیں۔تم جانتے ہو مجھے شوہروں کی اس قسم سے سخت الرجی ہے جو بلاوجہ بیویوں پر رعب جھاڑنے کے عادی ہوں۔"

وہ پرسکون سی بیٹھی ہوئی تھی مگر لب ولہجے میں واضح ناپسندیدگی تھی۔ضوریز کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔متحیر سا آنکھوں میں اچنبھا لئے وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"تو میں تم پر کب بلاوجہ یا کسی وجہ سے رعب جھاڑتا ہوں یار۔چھوٹی سی بات کو تم کہاں سے کہاں لے کر جارہی ہو۔"

وہ بے بسی کا شکار ہوا تھا۔آج کل پتہ نہیں کیوں انکے درمیان ہر وقت کوئی نہ کوئی محاذ کھلا ہی رہتا تھا۔

"ضوریز میں اس وقت ویسے بھی شدید گرمی میں باہر سے آئی ہوں۔اس لئے پلیز کوئی سوال جواب مت کرنا۔یہ ہم دونوں کے لئے بہتر ہو گا۔میں تہذیب کی طرف گئی تھی وہ میری دوست ہے اگر تمہیں مجھ پر کوئی شک ہے تو اس سے بات کروا دیتی ہوں تمہاری۔"

ضویا کا چہرہ اب سرخ پڑنے لگا تھا،وہ بہت سارا ضبط کیے جیسے اسے جواب دے رہی تھی ۔ورنہ اس وقت اسکی باز پرس اسے زہر لگ رہی تھی۔پتہ نہیں سامنے کھڑے شخص کی یادداشت اتنی کمزور کیوں واقع ہوئی تھی کہ وہ انکے درمیان ہونے والی ہر تلخ کلامی جلد ہی بھول جایا کرتا تھا جیسے اس وقت وہ صبح کی بحث بھول بیٹھا تھا مگر ضویا کی یادداشت اس معاملے میں حد درجہ اچھی ثابت ہوئی تھی۔اسے تلخ باتیں یاد رہتی تھیں اور خاص کر کے وہ جو اسے کہی گئی ہوں۔

اب بھی ضوریز نے اسکے تپے ہوئے انداز دیکھ کر اپنے جبڑے بھینچ لئے تھے۔بنا کچھ کہے وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔اسکے جانے پر اسے متنفر نظروں سے دیکھتی وہ گہرے گہرے سانس لیتی خود کو کمپوز کرنے لگی۔

. . . .

رات کھانے کی میز پر جب وہ آئی تو موڈ بہتر لگ رہا تھا۔ حیا میز پر پلیٹیں سیٹ کر رہی تھی ۔کرسی کھینچ کر بیٹھتے ضویا نے متلاشی نظریں لیونگ ایریا میں گھمائیں۔ ہونٹ بھینچے نظریں مایوس لوٹ آئی۔

"ضوریز بھائی باہر ہیں۔ میں نے کہا بھی کھانا لگ گیا ہے مگر کہہ رہے ہیں انہیں بھوک نہیں ہے۔"

حیا نے اسکی طرف دیکھتے اطلاع دیتے کہا تو ضویا نے اسے خفگی سے گھورا۔

"مجھے کیوں بتا رہی ہو؟ جہاں مرضی ہو میری بلا سے۔ بھوک ہو گی تو خود کھا لے گا۔ تم بیٹھو، کھانا کھاؤ آرام سے۔" سر جھٹک کر نخوت سے کہتے اپنے سامنے پلیٹ کی۔ "کیا بنایا

ہے آج؟" اب وہ نارمل نظر آنے کی کوشش کرتی ڈونگے کا ڈھکن اٹھا کر دیکھ رہی تھی ۔حیا نے بے دلی سے اپنی نشست سنبھالی۔

اپنی پلیٹ میں سالن نکالتے نکالتے ضویا کے ہاتھ تھمے، ایک گہرا سانس خارج کرتے ہاتھ پیچھے کھینچا، اگلے پل وہ اپنی نشست سے اٹھتی باہر کی جانب بڑھی۔ حیا نے ہلکے ہوتے دل کے ساتھ مسکراتے ہوئے اسے راہداری میں دور جاتے دیکھا۔ اب وہ اسے ساتھ لے کر ہی آئے گی، بھلا یہ ممکن تھا ضویا خود چل کر جائے اور ضوریز آنے سے منع کر دے، نا ممکن۔ اپنی پلیٹ میں کھانا نکال کر وہ اٹھتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اسے کباب میں ہڈی بننے کا تو بالکل بھی شوق نہیں تھا۔

وہ باہر نکلی، نگاہ اسکی تلاش میں گھمائی تو وہ ضویا کو دیوار کے پاس بنی کیاریوں کے آگے کھڑا دکھائی دیا، اسکی طرف پیٹھ کیے کھڑے اسکے پہلو میں گرے ہاتھ کی انگلیوں میں سلگتا ہوا سگریٹ دبا تھا۔ وہ زیادہ سگریٹ نہیں پیتا تھا صرف اس وقت جب وہ پریشان ہوتا تھا۔ ضویا نے تاسف سے سر جھٹکا۔ دروازے کی انٹرنس پر بنے تین زینے اترتے وہ

اسکی جانب بڑھی۔ اور وہ تو اسکی آہٹوں تک سے شناس تھا۔ اپنے پیچھے اسکی موجودگی محسوس کرتے انگلیوں میں دبا آدھا سگریٹ نیچے پھینک کر پاؤں سے مسلا۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو؟"

وہ آواز میں روٹھا پن لئے پوچھ رہی تھی۔ ضوریز بنا پلٹے کھڑا رہا۔

"ایسے ہی۔"

اس نے ذرا ابھر شانے اچکائے۔

"کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟"

دوسرا سوال پوچھا گیا تھا۔ وہ اس سے دو قدم پیچھے کھڑی سیاہ رات میں اسکے سیاہ بالوں والے سر کو گھور رہی تھی۔

"بھوک نہیں ہے۔"

ایک بار پھر سے مختصر جواب دیا، وہ ناراض نہیں ہوتا تھا، بس خاموش ہو جایا کرتا تھا۔ اور یہ کبھی کبھار کی خاموشی بہت پر اثر ثابت ہوتی تھی۔ جیسے اس وقت ضویا کے دل سے ساری ناراضگی مٹتی چلی گئی، دل پگھلا تو انداز خود بخود موم ہونے لگے۔ وہ آہستگی سے آگے بڑھی، اپنے دونوں ہاتھ کہنی کے ذرا اوپر ضوریز کے بازو کے گرد لپیٹے اور اسکے شانے پر اپنا سر رکھ دیا۔ وہ یونہی کھڑا رہا، بنا حرکت کیے۔ لیکن اسکے ہاتھ پیچھے نہیں جھٹکے۔ بیوی کے پاس یہ مان ہونا چاہیے، آپسی لڑائی جھگڑا کتنا بھی گھمبیر کیوں نہ ہو جب وہ آگے بڑھے تو اسکا ہاتھ جھٹکا نہ جائے، اس میں مرد کا وقار چھپا ہوتا ہے۔

"تم نہیں کھاؤ گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گی۔" سر اسکے شانے پر رکھے نگاہیں اٹھا کر اسکے چہرے کا نیم رخ دیکھا، پورے چاند کی آسمان سے اترتی چاندنی میں اسکا وجیہ قدرے سنجیدگی لئے چہرہ بڑا واضح دکھائی دے رہا تھا۔

"اچھا۔" اسکی بات پر وہ عجیب سے انداز میں ہنسا۔ اک ایسی ہنسی جو بے یقینی کا شکار ہو۔ ضویا نے ذرا ابھر سر اٹھایا، آنکھوں میں شکوہ ابھرہ۔ اسکی ہنسی تمسخر اڑاتی محسوس ہوئی۔

"تمہیں میری بات جھوٹ لگ رہی ہے؟"

ضوریز نے اس بار گردن موڑ کر اسے دیکھا، رات کے اس پہر جب مارگلہ سے ہو کر آتی ہوائیں نرم ہو جائے، آسمان سے ٹھنڈی چاندنی کا نزول ہو، اور سامنے وہ ہستی ہو جسے دل و جان سے چاہا گیا ہو تو کوئی ناراضگی کیسے جتا سکتا ہے۔

"تمہیں نہیں لگتا ہمارے درمیان دن بدن فاصلے بڑھتے جارہے ہیں؟ ہم آپس میں بات کرتے ہیں تو یہ خدشہ لاحق ہونے لگتا ہے کہ ابھی کوئی تلخ بات کسی ایک کا دل ضرور دکھائے گی۔ ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے ضویا ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس مسئلے کو وقت رہتے حل کر لینا چاہیے ورنہ کبھی کبھی یہی چھوٹی چھوٹی باتیں رشتوں کے زوال کا باعث بننے لگتی ہیں۔ اور تمہیں میں کبھی کھونا نہیں چاہوں گا۔"

نظریں جھکائے اسکے اٹھے ہوئے چہرے کو دیکھتے ایک گہری سانس بھرتے اپنا بازو اسکے ہاتھوں کی گرفت سے آہستگی سے نکالتے، ضویا کے شانے کے گرد حصار کیا اور اسے نرمی سے خود سے لگایا۔ ضویا نے جھرجھری سی لی۔

"تم اتنی ڈراؤنی باتیں کیوں کرتے ہو؟" اس کے خفا سے انداز میں کہنے پر ضوریز مسکرایا ۔پھر سر کو ذرا سا جھٹکا۔

"کیوں کہ میں حقیقی باتیں کرتا ہوں۔اور حقیقت اکثر و بیشتر ڈراؤنی ہی ہوتی ہے۔"

"لیکن میں جھگڑا شروع نہیں کرتی۔ تمہیں ہی آج کل میری ہر بات پر اعتراض ہوتا ہے ۔تم ایسے تو نہیں تھے ضوریز ہر بات پر نکتہ چینی کرنے والے،میرے پہنے اوڑھنے پر تمہیں اعتراض ہوتا ہے،کسی دوست کی طرف چلی جاؤں تو برا لگتا ہے،کوئی بات کہوں تو موڈ خراب ہونے لگتا ہے۔تو تم بتاؤ میں کیا کروں۔مجھے بھلا کب تمہارے ایسے لہجوں کی عادت ہے؟اور پھر تم چاہتے ہو میں غصہ بھی نہ ہوں۔"ضویا نے سارے کے سارے الزام اسے دے دیے تو وہ ہنس دیا۔ایک پل کے لئے اسے لگا شاید وہ ٹھیک کہہ رہی ہے وہ بھی تو اسے ڈانٹ دیا کرتا تھا۔اب اتنے مان بھرے انداز میں شکایت کر رہی تھی تو وہ انکاری کیسے ہو سکتا تھا۔وہ اسکی محبت تھی،وہ اس کے لئے ہر بار پگھل سکتا تھا۔اور پگھلنے والے غلطیاں گنوانے نہیں بیٹھ جایا کرتے۔آپسی رشتوں میں جان بوجھ کر ہارنے والے بہت کچھ جیت بھی جایا کرتے ہیں۔

اسکی طرف تھوڑا سا اور جھکتے اسکی پیشانی کو نرمی سے چھوا۔محبت بھرا اک جان فزا لمس ضویا کے دل کو s۔

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ جیسا کہ میں نے کہا ہمیں اپنے ریلیشن شپ پر ورک کرنے کی ضرورت ہے۔"

پیچھے ہوتے وہ رسانیت بھرے انداز میں بولا تو ضویا کھلے دل سے مسکرائی۔

"ہاں بالکل تمہیں تو واقع ہی بہت ضرورت ہے۔" اسکے ہلکے پھلکے انداز اور شرارت بھرے لہجے پر ضوریز اس بار کھل کر ہنسا۔

"اور ورک کرنے کے لئے کھانا کھانا بہت ضروری ہوتا ہے اس لئے پہلے تمہیں کھانا کھا لینا چاہیے۔"

شانے اچکا کر لاپرواہی سے کہتی وہ ضویا تھی اسے لاڈ اٹھوانے کی عادت تھی۔ اٹھانے کی نہیں، اس لئے اگر کوئی ایسا موقع آ بھی جاتا تو وہ سیدھے سیدھے کبھی جتا نہیں پاتی تھی اسے ضوریز کی پرواہ ہے۔

جس وقت وہ دونوں اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ضویا اسکے قدم سے قدم ملاتی چلتے ہوئے اسکی طرف دیکھتی رکی، اس کے رکنے پر ضوریز نے قدم روکتے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

وہ کچھ الجھی ہوئی سی لگتی تھی۔ جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر کہہ نہ پا رہی ہو۔

"کیا ہوا؟"

ضویا نے لب کاٹتے اسکا دوستانہ مسکراہٹ لئے ہوئے چہرہ دیکھا، آنکھوں میں بے چینی ہلکورے لینے لگی۔ کیا وہ اسے بتا دے وہ کیا کرنے جا رہی ہے؟ وہ منتظر کھڑا تھا، لیکن وہ کہہ نہ سکی۔ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو منہ سے فقط یہی نکلا۔

"کیا تم ہمیشہ اتنی ہی فراغ دلی سے میری کوتاہیاں نظر انداز کر دیا کرو گے؟ ہمیشہ مجھ سے ایسے ہی محبت کرو گے نا؟ کبھی بدل تو نہیں جاؤ گے نا۔"

وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی ضوریز سمجھ نہیں پایا۔

"تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟"

وہ ایسی نہیں تھی اور اگر ایسا کہہ رہی تھی تو یہ الارمنگ تھا۔وہ کچھ مس کر رہا تھا مگر کیا؟

ضوریز کے کچھ لمحے پہلے پر سکون ہوئے چہرے پر ایک بار پھر سے تفکر کی لکیریں نمودار ہونے لگیں۔ضویا چونکی اور پھر سنبھل گئی۔

"نہیں بس ایسے ہی پوچھ رہی ہوں۔کیا اب میں یہ بھی نہیں پوچھ سکتی؟"

کان کے پیچھے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ اڑستی وہ اس بار لاپرواہی سے کندھے جھٹک گئی

۔

ضوریز نے کچھ کہا نہیں، خموشی سے اسے دیکھتا رہا۔کچھ تو تھا جو اسے کھٹک رہا تھا۔

"بولو بھی۔اچھا میں سوال بدلتی ہوں۔فرض کرو۔۔۔" کہتے ہوئے وہ رکی اور اسے تنبیہ نظروں سے دیکھا۔"صرف فرض کرنے کا کہہ رہی ہوں اب پھر سے سوالوں کو بوچھاڑ مت شروع کر دینا۔کبھی جو مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو تم کتنی دیر لو گے مجھے معاف کرنے میں۔"

ضوریز نے بہت سارے خدشوں کو دور دھکیلتے ہوئے دل کو سمجھایا۔وہ صرف فرض کرنے کا کہہ رہی تھی۔وہ ہی اوور تھنکنگ کا شکار ہو رہا تھا۔

"تم ہر بار غلطی ہی کرتی ہو اور میں تمہیں ہر بار معاف ہی کرتا ہوں ضویا کوئی نئی بات کرو"۔

اس نے بے مروتی کی حد کر دی تھی۔ضویا کا منہ کھلا اور اسے یوں شاکڈ دیکھ کر ضوریز جی جان سے محظوظ ہوا تھا۔بہت مشکل سے ہنسی کو ہونٹوں تک آنے سے روکا۔

"ضوریز۔"چند ثانیوں بعد صدمہ ذرا کم ہوا تو وہ دانت پیس کر دبی ہوئی آواز میں چینخی ۔وہ ہنستا چلا گیا۔اور وہ ہنستے ہوئے اتنا پیارا لگتا تھا کہ ضویا ٹھیک سے غصہ بھی نہیں کر پاتی تھی۔

پاؤں پٹخ کر وہ آگے بڑھنے لگی جب وہ اسکے راہ میں حائل ہوتا سامنے آن کھڑا ہوا ۔شرارت سے مسکراتا ہوا،ہنسی ضبط کرتے آنکھوں میں بہت ساری نرمی لئے۔ضویا نے ذرا بھر اسکو گھورتے دونوں بازو سینے پر باندھتے رخ موڑ لیا۔

"میں تمہیں اپنی آخری سانس تک معاف کر سکتا ہوں، بنا ایک بھی لمحے کی دیر کئے۔"

اسکا نیم رخ خفا خفا سا جگمگاتا چہرہ دیکھتے وہ گھمبیر آواز میں کہہ رہا تھا۔ ضویا کے چہرے پر کھلنے والی مسکراہٹ بے ساختگی لئے ہوئے تھی۔

بے کل ہوئے دل کو راحت سی ملی۔ وہ تہذیب سے دعوی کر آئی تو یوں ہی نہیں کر آئی تھی۔ تنی ہوئی گردن اس مان پر کچھ اور بھی اکڑی۔

"مکر تو نہیں جاؤ گے ناں؟" مشکوک نظروں سے اسے دیکھا، انداز مصنوئی پن لئے ہوئے تھا۔ ضوریز اسکی آنکھوں میں دیکھتا نفی میں سر ہلا گیا۔

"وعدہ کرو۔" اپنی شفاف چھوٹی سی ہتھیلی اسکے سامنے پھیلائی۔ ضوریز کی مسکراہٹ گہری ہوئی، بنا نظریں ہٹائے اپنی چوڑی ہتھیلی اسکے ہاتھ پر رکھی۔

ہر وعدہ یوں ہی نہیں کر لینا چاہیے، کچھ عہد جب وفا کیے جاتے ہیں تو بڑی بھاری قیمت چکانی پڑتی ہے۔ ضوریز نے جھک کر اسکے کان میں کچھ کہا تھا جس پر وہ دونوں ہنستے ہوئے

اندر کی جانب بڑھے، آسمان پر چمکتا چاند اداسی سے انھیں جاتا دیکھتا رہا، اس چاند نے یہ وعدہ پیمان ہوتے بھی دیکھنا تھا۔

. . . .

اگلے کچھ دن بہت پر سکون گزرے تھے جب ایک شام تہذیب کا ضویا کو میسج ریسیو ہوا ۔ جسے پڑھ کر وہ بے یقینی بھری خوش گواریت کا شکار ہوئی تھی۔ یک بار، دو بار، سہ بار نجانے کتنی بار پڑھ چکی تھی مگر پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ ضوریز گھر پر تھا۔ ٹی وی کے سامنے بیٹھا تھا، کمرے کے آدھ کھلے دروازے سے اسکا نیم رخ نظر آتا تھا۔ آہستگی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا اور تہذیب کو کال ملائی، وہ پر جوش سی کمرے میں چکر کاٹتی موبائل کان سے لگائے ہوئے تھی۔ دوسری بیپ پر کال اٹھالی گئی تھی۔

"تم مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہی نا؟" دوسری طرف سے تصدیق کے باوجود اسکی بے یقینی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"مذاق کیوں کروں گی۔ سچ میں تمہارا سلیکشن ہو گیا ہے، کل تم میرے ساتھ چل رہی ہو اور اس کے بعد جلد ہی تمہارا پہلا اسائمنٹ تمہیں مل جائے گا۔ آئی مسٹ سے ضویا تم صرف خوب صورت ہی نہیں لکی بھی بہت ہو۔"

وہ جوں جوں سن رہی تھی اسکا دوران خون بڑھ رہا تھا، چہرے پر پر جوش سی لالی جھلکتی تھی اور آنکھوں میں کچھ پا لینے کی چمک۔

"ٹھیک ہے کوئی بہانہ لگا کر کل میں آ جاؤں گی۔ ٹائمنگ بتا دو تم۔"

خوشی سے نہال آواز بڑی مشکل سے آہستہ رکھتے وہ بولی۔

تہذیب اسے کچھ بتا رہی تھی اور وہ پورے دھیان سے سن رہی تھی۔ نگاہ بار بار بند دروازے تک بھی جاتی تھی۔

اگلے دن وہ تہذیب کے ساتھ ایجنسی میں موجود تھی۔ وہ کوئی بہت بڑی فیشن ایجنسی نہیں تھی مگر پھر بھی سٹارٹ لینے کے لئے اتنی بری بھی نہیں تھی۔ اسکا پہلا اسائمنٹ جو اسے ملا تھا وہ ان ڈور ایڈورٹائزمنٹ کا تھا۔ ایک لوکل کپڑوں کا برانڈ۔ جس کا پہلا معاوضہ

اسے بیس ہزار روپے ملا تھا۔ ضویا کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ضوریز نے بھی اسکی سرشاری بھانپ لی تھی۔

"آج کوئی بہت چہک رہا ہے۔"

رات وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھے سٹول پر بیٹھی اپنے ہاتھوں پر نائٹ کریم کا مساج کررہی تھی جب بیڈ پر نیم دراز پیچھے تکیے کی ٹیک لگائے ضوریز نے ہاتھ میں پکڑی کتاب سینے پر رکھتے کہا تھا۔

"تو کیا تمہیں ایسے اچھی نہیں لگ رہی۔" وہ ایک نظر اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے اب چہرے پر کریم سے مساج کررہی تھی۔

"تم مجھے کب اچھی نہیں لگتی۔"

ضوریز نے سرد آہ بھری تھی۔ ضویا کی مسکراہٹ کچھ اور بھی گہری ہوئی۔

"تم کہیں گئی تھی آج؟" اچانک یاد آنے پر ضوریز نے سوال کیا۔ ضویا کے چہرے پر ایک پل کے لئے سایا سا لہرایا۔ گلہ یک دم خشک ہونے لگا تھا جسے تھوگ نگل کر تر کرتے وہ آئینے کی جانب رخ موڑ گئی۔ اسکی طرف دیکھ کر جھوٹ بولنا زیادہ دشوار ہو جاتا۔

"ہاں وہ میں اور تہذیب شاپنگ کے لئے گئی تھیں۔"

کہتے ہوئے اسکی آواز میں ذرا برابر جھول نہیں تھا البتہ دل زور سے دھڑک رہا تھا۔

ضوریز نے سر ہلایا۔ اس دن کی بدمزگی کے بعد اس نے دوبارہ تہذیب کے متعلق ضویا سے کبھی کچھ استفار نہیں کیا تھا۔

"تو حیا کو بھی ساتھ لے جاتی۔ وہ بھی اپنے لئے کچھ لے لیتی۔ جب سے یہاں آئی ہے بس گھر سے یونی تک ہی محدود ہے۔"

"تو پہلے کون سا وہ باہر جا جا کر تھکی ہوئی تھی ضوریز۔ اسے عادت نہیں ہے اس سب کی اور نہ ہی شوق ہے۔ میں نے اسکے لئے بھی دو سوٹ لئے ہیں تم فکر مت کرو۔"

بالوں کا جوڑا بناتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اور شاپنگ کے لئے پیسے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟ مجھ سے تو لئے نہیں تم نے۔"

وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب کی بار وہ ذرا ابھر گڑبڑائی تھی۔ اب اسے کیا بتاتی اپنی پہلی کمائی اڑائی ہے۔

"میں نے کچھ پیسے بچا کر رکھے ہوئے تھے۔ خیر اسے چھوڑو۔ میں تمہارے لئے بھی کچھ لائی ہوں۔" کہتے ہوئے اس نے ڈریسنگ ٹیبل کا دراز کھولا اور اس میں سے ایک چھوٹا سا گفٹ بیگ نکالا۔ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر ضوریز کے پاس رکتے اسکی جانب بڑھایا ۔وہ مسکرا کر اسکے ہاتھ سے لیتا اب کھول کر دیکھنے لگا تھا۔ ضویا وہیں اسکے پاس بیٹھ گئی۔ سلور کلر کی رسٹ واچ دیکھتے ضوریز کی آنکھوں میں واضح ستائش تھی۔

"تمہیں پسند آئی؟"

وہ بچوں کا سا اشتیاق لئے اسے دیکھتی پوچھ رہی تھی۔ ضوریز نے گردن اثبات میں ہلائی۔

"ٹھہرو دیکھوں تو سہی کیسی لگتی ہے۔" وہ واپس باکس میں ڈالنے کو تھا جب وہ اسے ٹوکتی ،گھڑی اسکے ہاتھ سے لے گئی۔ اگلے لمحے وہ اسے خود پہنا رہی تھی۔

"پرفیکٹ۔"

اسکے مردانہ سبز ابھری نسوں والے ہاتھ پر وہ گھڑی حقیقتاً جچ رہی تھی۔

اس رات انہوں نے بہت ساری باتیں کی تھیں، اپنی، نور کی، آنے والے کل کی ۔ضوریز اسے بتا رہا تھا وہ بہت جلد گاڑی لے لے گا۔ضویا بہت خوش لگ رہی تھی اور اسے یوں خوش دیکھ ضوریز اور بھی خوش دکھائی دیتا تھا۔اسے لگا تھا پچھلے کچھ عرصے میں انکے درمیان آئی دراڑ بھر رہی تھی۔مگر وہ انجان تھا یہ تو اس خلیج کا آغاز تھا جس کے بعد وہ دونوں جدا ہونے کو تھے، کبھی نہ مل سکنے کے لئے۔

. . . .

ضویا نے سب کچھ اچھے سے سنبھال لیا تھا اس طرح کہ کسی کو اس پر ذرا برابر بھی شک نہیں ہوا تھا۔وہ ضوریز سے بے وجہ الجھتی نہیں تھی۔اس دوران اس نے چار شوز بھی

کیے تھے۔ گھر سے باہر نکلنا مشکل ضرور ہوتا لیکن وہ ہر بار کوئی نیا بہانہ کر لیتی تھی۔ دو ماہ کا عرصہ کیسے گزرا پتہ بھی نہیں چلا۔ راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ حیا کے فائنلز ہو رہے تھے وہ آج کل اپنی اسٹڈیز میں زیادہ مصروف تھی۔ اس لئے ضویا کی طرف سے اسکی توجہ بھی بٹی ہوئی تھی۔

قیامت تو تب آئی جب حیا کو اسکی دوست نے کپڑوں کا جوڑا گفٹ کیا تھا۔ جسے اس نے گھر آ کر کھولا، جوڑا خوب صورت تھا۔ ڈیزائنگ دیکھنے کو اندر موجود ڈ سپلے دیکھا، حیا کی آنکھیں ٹھٹک کر رکی۔ آنکھیں سکیڑ کر دیکھا، پلکوں کو جھپکا مگر وہ خود کو دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ کپڑوں کی نمائش کرتی وہ ماڈل کوئی اور نہیں ہو بہو ضویا کے جیسی دکھتی تھی۔ زرد پڑتی رنگت اور آنکھوں میں گہرا شاک لئے اس نے آنکھوں دیکھا جھٹلا دینا چاہا تھا مگر وہ ایسا بھی نہیں کر سکی۔

ضویا اپنے کمرے میں بیڈ پر آرام دہ حالت میں پیچھے ٹیک لگائے بیٹھی موبائل کی سکرین پر کچھ دیکھ رہی تھی۔ جب حیا اندر آئی، ہاتھ میں وہی کپڑوں کا ٹرانسپیر نٹ پیکنگ والا بیگ تھا۔ ضویا نے چہرہ اٹھا کر اسکی جانب دیکھا، اور پھر کسی انہونی کا خدشہ دل زور سے

دھڑ کا گیا۔ حیا کے چہرے پر چھائی زردی، اور آنکھوں کی بے یقینی بھری تکلیف اسے نظریں چرانے پر مجبور کر گئی۔

وہ قدم قدم چلتی اس تک آئی۔ کپڑے تھامے ہاتھ آگے کیا۔ ضویا کے خدشے پر یقین کی مہر لگا دی گئی۔

"جھوٹ مت بولنا آپی یہ تم ہی ہو نا؟"

وہ رندھی ہوئی آواز میں پوچھ رہی تھی۔ شاک تھا کہ جائے نہ جاتا تھا۔

ضویا نے خود کو مضبوط کیا، یہ سب ایک دن باہر آنا ہی تھا وہ کب تک چھپا سکتی تھی۔ اب موقع ملا تھا تو اسے ڈٹ جانا چاہیے تھا۔

"دیکھو حیا۔" اس نے کہنا چاہا۔

"دیکھ ہی تو رہی ہوں۔

حیا نے اسکی بات غصے سے کاٹی تو ضویا چپ ہو گئی۔

"دیکھ ہی تو رہی ہوں کیسے تم نے ابو کی ساری زندگی کی محنت پر پانی پھیر دیا ہے۔یہ کرتے تمہیں ایک بار بھی خیال نہیں آیا آپی تم کس باپ کی بیٹی تھی،وہ حبیب عالم جس کی ساری زندگی حیامیں گزری، جس نے اپنی عمر کا ایک لمبا عرصہ دین کی خدمت میں وقف کیا، جسے یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ انکی بیٹیوں پر کسی کی نظر بھی پڑے۔وہی بیٹی آج یہ کر رہی ہے۔اور نجانے کیا کیا کر رہی ہے جس کا ابھی کسی کو علم بھی نہیں ہے۔"

اسکی آواز اونچی ہو رہی تھی، لہجہ چیخ رہا تھا ضویا نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"چلاؤ مت مجھ پر۔ایسا کوئی گناہ نہیں کر دیا میں نے جو تم یوں ری ایکٹ کر رہی ہو۔ابو کو بیچ میں مت لاؤ۔کیا ملا انہیں ساری زندگی دین کی خدمت کرتے ہمیں سر چھپانے کے لئے ایک اپنی چھت تک نہیں دے سکے وہ۔کرائے کے مکان میں زندگی گزر گئی۔نہ اچھا کھلا سکے نہ پہنا سکے، ساری زندگی اپنی خواہشوں کو ہی مارا ہے میں نے لیکن اب نہیں ۔یہ میری زندگی ہے اور مجھے پورا حق ہے اسے اپنے طور پر جینے کا۔اور میں ایسے ہی جینا چاہتی ہوں۔تم سب کو کیوں سمجھ نہیں آتا جیسے اور بہت سے پروفیشنز ہیں اسی طرح یہ بھی ایک پروفیشن ہی ہے، اسے اتنا ہوا بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔اس کام میں بھی

عزت ہے، نام ہے، شہرت ہے اور پیسہ ہے۔ ضوریز جتنا پورا مہینہ لگا کر کماتا ہے نا اتنا میں نے تین اسائمنٹس میں کما لیا ہے۔ یہ جو تم لوگوں نے اپنی دقیانوسیت کے باعث ٹیگ لگائے ہوئے ہیں نا فلاں کام اچھا ہے اور فلاں برا۔ اس سے جان چھڑا لینی چاہیے۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اور ہماری سوچ وہیں پستیوں میں ابھی بھی گری پڑی ہے نہ تو اٹھ رہی ہے اور نہ ہم اسے اٹھنے دے رہے ہیں۔ کنویں کے مینڈک بنے ہوئے ہیں اور اسی میں خوش بھی ہیں۔"

اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، انداز میں نخوت اور نگاہوں میں بغاوت تھی، ان دونوں کے تیز تیز بولنے کی آواز پر نور بھی جاگ گئی تھی۔ بیڈ پر بیٹھی وہ ان دونوں کو باری باری دیکھ رہی تھی جن میں سے کوئی بھی اسکی طرف متوجہ نہیں تھی۔ حیا کو اسکے خیالات جان کر شدید دھچکا لگا تھا۔ شاکی نظروں سے اسے دیکھتے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ وہ خود سر تھی، ضدی تھی اور حیا کو اس سے خوف آ رہا تھا۔ سمجھ نہیں آتی تھی اسے کیسے سمجھائے، ذہن ماؤف تھا۔ وہ نرم پڑ گئی۔

"آپی اگر اس میں اتنی ہی عزت ہوتی تو ہم سے چھپانے کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ تم نے سوچا بھی ہے جب ضوریز بھائی کو پتہ چلے گا تو کیا ہو گا؟"

وہ حد درجہ متفکر نظر آتی تھی۔ آنکھوں میں کہیں اندیشے ہلکورے کھا رہے تھے۔ یہ کیا کر دیا تھا ضویا نے؟

"یہ تمہارا سر درد نہیں ہے۔ میرا مسئلہ ہے اور میں ہینڈل کر لوں گی۔" ایک لمحے کے لئے دل ڈوبا تھا مگر وہ سنبھلتے ہوئے مضبوط لہجے میں اسے جتا گئی۔

حیا نے پریشانی سے اپنا ماتھا چھوا پھر سر جھٹکا۔

"آپی پلیز مت کرو ایسا۔ چھوڑ دو یہ سب۔ ضوریز بھائی کو نہیں پتہ ابھی۔ تم چھوڑ دو گی تو پتہ بھی نہیں چلے گا۔"

اسکا ہاتھ پکڑتے وہ منت بھرے انداز میں کہہ رہی تھی، آنکھوں میں نمی جاگنے لگی۔ ضویا نے سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھا اور پھر آرام سے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے چھڑایا۔

"میں نہیں چھوڑوں گی۔ تم بتانا چاہو تو بھلے بتا دو اسے۔ بلکہ تم کیا میں خود بتا دوں گی اسے ۔اگر تمہیں لگتا ہے کہ اسکا نام لے کر تم مجھے بلیک میل کر لو گی تو تم غلط ہو۔"

نور رینگتی ہوئی اسکی طرف آئی، ضویا نے اسکی طرف دیکھا، جھک کر اسے اٹھاتے کمرے نکل گئی۔ حیا سن سی وہی کھڑی رہ گئی۔

آگے کیا بھونچال آنے والا تھا وہ تصور بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

. . . .

وہ شام کو گھر آیا تو معمول کے بر عکس گھر میں اک بے نام سی خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ نور ضویا کے پاس تھی اور حیا وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ پھر رات کے کھانے پر بھی وہ نظر نہیں آئی تو اس نے ضویا سے اسکے بارے میں پوچھا تھا۔

"حیا کی طبیعت ٹھیک ہے؟ وہ باہر نہیں آئی؟"

کھانا شروع کرتے اسکا انداز سرسری سا تھا۔ضویا کا اپنی پلیٹ میں سالن نکالتا ہاتھ رکا ۔اس نے پھیکے سے انداز میں مسکرانے کی سعی کی۔

"ہاں اسکی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔کہہ رہی تھی سر درد ہے۔تو جلدی سو گئی ہے۔"

وہ نظریں چرا کر کہتی کھانے میں مشغول ہو گئی۔ضوریز نے سر ہلایا تھا۔

کھانا کھاتے چور نظروں سے کہیں بار ضوریز کی جانب دیکھا،حیا کے سامنے بے خوف ہو کر کہہ دینا آسان تھا مگر ضوریز کے سامنے۔۔۔۔اک سرد لہر اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا گئی۔

"ضویا؟"

کھانا کھا کر جاتے جاتے وہ رکا۔ضویا کا دل زور سے دھڑکا۔

"ہوں۔"

برتن اٹھاتے اسکے ہاتھ تھمے۔چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔

"حیا سے پوچھ لینا طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ڈاکٹر پاس لے چلتے ہیں۔"

ضویا نے سکون کا سانس لیتے بھینچے لبوں کے ساتھ مسکراتے سر ہلایا۔ وہ ایسا ہی تھا احساس کرنے والا، خیال رکھنے والا۔

اسکے چلے جانے کے بعد وہ حیا کے کمرے میں آئی تھی، وہ کمبل میں منہ دیے اپنے بستر میں دبکی ہوئی تھی۔

"حیا۔"

ضویا کی پکار پر کمبل منہ سے ہٹایا، آنکھیں سرخ اور چہرہ ستا ہوا تھا۔

ضویا کا دل نرم پڑا۔ وہ حیا کو دکھ نہیں دینا چاہتی تھی مگر کیا کرتی وہ اسے سمجھ بھی تو نہیں رہی تھی۔

" اٹھ کر کھانا کھالو پلیز۔ تمہی کہتی ہو نا رزق سے ناراض نہیں ہونا چاہیے، اللہ ناراض ہوتا ہے۔"

وہ اسکے پاس بیٹھی نرمی سے کہہ رہی تھی۔اور حیا کا جی چاہا وہ اس سے سوال کرے جو کچھ وہ کر رہی تھی کیا اس سے اللہ ناراض نہیں ہوتا ہو گا؟

مگر وہ چپ رہی، اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔جب ابو کی ساری عمر کی ریاضت اسکا دل نہیں کھول سکی تو وہ کس کھاتے میں آتی تھی۔

"میں کھالوں گی آپی۔ابھی بھوک نہیں ہے۔"

زکام زدہ سی آواز میں کہتے اس نے آنکھیں موند لیں۔

"تمہیں لگتا ہے میں غلط کر رہی ہوں۔"

پتہ نہیں کیوں جواب جاننے کے باوجود وہ سوال کر رہی تھی۔

حیا نے آنکھیں کھول کر اسے دکھ بھری نظروں سے دیکھا، انداز میں ملال تھا۔

"یہ تم خود سے پوچھو۔"

"مجھے تو اس میں کوئی برائی نہیں لگتی۔بلکہ میں بہت خوش ہوں۔کیا میری خوشی میں تم خوش نہیں ہو سکتی۔"

وہ آنکھوں میں آس لئے پوچھ رہی تھی۔ حیا کی نگاہوں میں دکھ کی جگہ تاسف آن ٹھہرا

۔

دلوں پر لگی مہریں جب آفاقی ہوں تو زمین والے کتنی ہی چابیاں آزمالیں وہ کھلتی نہیں ہیں

۔

" نظریے کا فرق ہے آپی۔ تمہیں اس میں کوئی برائی نہیں دکھائی دیتی اور مجھے برائی کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ تم سونا سمجھ کر ریت کے وہ چمکدار ذرے اکٹھے کر رہی ہو جو صحرا میں سورج کی تیز روشنی میں چمکتے ہیں تو سنہری لگنے لگتے ہیں جیسے سونا۔ لیکن جب سورج چھپ جائے گا تو انکی اصلیت تم پر کھل جائے گی تب تمہاری خوشی بھی غائب ہو جائے گی۔ تو تمہاری ایسی خوشی پر میں کیسے خوش ہو جاؤں جو تمہیں صرف اور صرف بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔"

اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے حیا کہہ رہی تھی اور ضویا کے چہرے کی رگیں اسکے منہ سے ادا ہوتے ہر لفظ کے ساتھ مزید کھچتی چلی جاتی تھیں۔

ایک گہرا سانس لیتے اس نے سر کو جنبش دی پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب سوچ ہی نہیں ملتی تھی تو مزید بحث کرنے کا کیا فائدہ۔

"ٹھیک ہے اگر اپنی خواہشوں کی تکمیل مجھے برباد بھی کرتی ہے تو بھی مجھے منظور ہے، کم از کم یہ افسوس تو نہیں ہو گا مجھے موقع ملا تھا اور میں نے گنوا دیا۔ تم جو مرضی کہہ لو۔ کچھ سالوں بعد جب میں اپنا ایک نام بنالوں گی، شہرت میری باندی بنی کھڑی ہو گی، پیسے کی ریل پیل ہو گی تب میں تم سے پوچھوں گی کون کتنا کامیاب اور کتنا برباد ہوا ہے۔"

گردن اٹھا کر تکبر سے کہتی ہوئی وہ واپس چلی گئی۔ حیا کا دل بری طرح کانپ اٹھا۔ اگر اس کے لئے یہی کامیابی کے پیمانے تھے تو پھر اسے بربادی نظر ہی کیوں آتی۔

اور اگر سچ میں یہی کامیابی تھی تو پھر حیا کو صرف اندھیرے کیوں نظر آرہے تھے؟

. . . .

صبح وہ مغموم سی کچن میں کھڑی اپنے لئے ناشتہ بنا رہی تھی۔ جب ضوریز وہاں آیا تھا ۔ آفس جانے کے لئے بالکل تیار۔ اسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا، جواب میں وہ مسکرا بھی نہ سکی۔ وہ تین دن بعد اسے دیکھ رہی تھی، پچھلے تین دنوں میں وہ برائے نام اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ اب بھی اسے دیکھ کر دل افسوس سے بھرنے لگا، کہیں کہیں وہ خود کو بھی اسکا مجرم تصور کر رہی تھی۔ وہ سب جان چکی تھی مگر پھر بھی اسے بتانے سے قاصر تھی۔ اپنی بہن کے گھر میں تفرقہ وہ خود کیسے ڈال دیتی۔

"عجیب بات ہے لوگوں کے ایگزامز ختم ہوتے ہیں تو انکی طبیعت پر اچھا اثر پڑتا ہے اور تمہاری تو طبیعت ہی بگڑ گئی ہے۔"

وہ اسے ہلکے پھلکے انداز میں چھیڑ رہا تھا۔ وہ بدقت مسکرا سکی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟"

اس سے مناسب فاصلے پر کھڑا وہ پوچھ رہا تھا۔ حیا نے سر ہلایا۔

"میں ٹھیک ہوں ضوریز بھائی۔" اسکے کہنے پر سر کو خم دیتے اس نے آگے بڑھ کر فریج میں سے جوس کا ڈبہ نکالا۔

"لگ تو نہیں رہی۔" حیا کا چہرہ مرجھا کر رہ گیا تھا۔ اندیشے، پریشانیاں یوں ہی ہمیں آدھا کر کے رکھ دیتے ہیں۔

"آپ کے لئے ناشتہ بنا دوں؟"

اس نے موضوع بدل دیا تھا۔ ضوریز نے سر نفی میں ہلایا۔ گلاس میں جوس انڈیلتے جلدی جلدی منہ سے لگایا، اور ایک ہی سانس میں سارا ختم کرتے ہونٹوں پر ہاتھ پھیرا۔

"اسکی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ویسے بھی ٹی بریک میں آفس میں سنیکس لینے کی عادت ہو گئی ہے۔ تم آرام کرو۔"

نرمی سے اسے ٹوکتے ہوئے وہ جلدی سے پلٹا۔

"ضوریز بھائی۔"

وہ دروازے کے پاس پہنچا جب حیا کے پکارنے پر رکتے ہوئے مڑا۔

"ہاں بولو۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں پا رہی تھی ضوریز نے متانت سے کہتے اسکی ہمت بڑھانی چاہی۔

"آپی۔۔۔"ہاتھ اٹھا کر شانے کے برابر سامنے لاتے انگشت شہادت سے غائبانہ اشارہ کیا مگر بات مکمل نہیں کر سکی۔ضوریز نے آنکھیں سکیڑ کر کچھ اچنبھے سے اسکی جانب دیکھا تھا۔وہ اچھی خاصی پر اعتماد لڑکی تھی،زیادہ بولتی نہیں تھی مگر کسی بات کے لئے یوں جھجکتی بھی نہیں تھی۔

"حیا تم کچھ کہنا چاہتی ہو تو بچے کھل کر کہو۔اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔"

وہ اب کی بار دونوں ہاتھ پیچھے باندھے اسکے بولنے کا منتظر کھڑا تھا۔کچھ ٹھیک نہیں تھا اسکی چھٹی حس اسے اشارہ تو دے رہی تھی۔

حیا نے آنکھوں میں آنے والے پانی کو روکتے تھوک نگلا۔اسے پتہ نہیں کیوں رونا آرہا تھا

۔

"ضویا آپی کو روکیں۔وہ آج کل۔۔۔"

"وہ آج کل مجھے بہت ڈانٹتی ہیں۔"

اسکے الفاظ دروازے کے فریم میں دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑی، ابھی ابھی سو کر اٹھی ضویا نے اچک لئے تھے۔جہاں اسکی آواز پر حیا بری طرح چونکی وہیں ضوریز نے بھی پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔جو اپنی نگاہیں حیا پر گاڑھے ہوئے تھی۔آنکھوں میں موجود تنبیہ اور سختی بھری ملامت پر حیا نے بے اختیار نظریں چرا لیں۔ہاتھ کی مٹھی میں دوپٹے کا کونہ زور سے دبائے اسکی سانسیں مدھم ہوتی چلی گئیں۔رک رک کر آتی جاتی۔

ضوریز نے گردن گھما کر حیا کو دیکھا پھر وہ مسکرا دیا۔بہن کے آنے پر اسکا چہرہ جس تیزی سے سرخ پڑا تھا شاید وہ نادم ہو رہی تھی۔

"میں نے ذرا سا ڈانٹ کیا دیا، تم ضوریز سے میری شکایت لگانے بیٹھ گئی۔"

اسکی آواز میں چھپی چھبن حیا ہی محسوس کر سکی تھی۔ضوریز اسے بہنوں کی آپسی پیار بھری نوک جھوک سمجھ رہا تھا۔

"تو تم کیوں اسے ڈانٹتی ہو ضوئی۔"

ضوریز نے حیا کو سر جھکائے، پلکیں جھپکتے دیکھ کر ماحول کو تھوڑا بہتر کرنا چاہا۔ مصنوئی خفگی سے ضویا کو کہتے اسے بھی ذرا نرم پڑنے کا اشارہ کیا۔

"مجھے لگا تھا یہ میری چھوٹی بہن ہے تو میں اسے کچھ کہنے کا حق رکھتی ہوں مگر نہیں۔ یہ تو اب بہت بڑی ہو گئی ہے۔ مجھ سے بھی بڑی۔"

ضوریز کے منع کرنے کے باوجود اسکی آواز میں موجود سختی کم نہیں ہوئی تھی۔

اب کی بار ضوریز کا ماتھا بھی ٹھٹکا۔

"ایسا بھی کیا ہوا ہے؟"

وہ باری باری دونوں کی جانب دیکھتا استفار کر رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔ ہم آپس میں بات کر لیں گے۔ تمہیں آفس سے دیر ہو رہی ہے تم جاؤ۔ اور بے فکر رہو کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ یہ بیمار تھی تو میں نے اسے ڈانٹ دیا تم اپنے

کھانے پینے کا دھیان نہیں رکھتی، شاید زیادہ سنا گئی ہوں میں اسے اسی لئے مجھ سے خفا ہو کر تم سے میری شکایت لگا رہی تھی۔"

حیا ہنوز سر جھکائے کھڑی تھی۔ ضوریز سر اثبات میں ہلاتا باہر نکل گیا۔ وہ ان دونوں کے آپسی معاملے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ لیکن اکیلے میں وہ ضویا کو سمجھانے کا ارادہ ضرور رکھتا تھا۔ حیا انکے گھر رہتی تھی، اس طرح کی ڈانٹ ڈپٹ پر وہ حساسیت کا شکار نہ ہو جائے۔

ضویا ایک تیز سلگتی نظر اس پر ڈالتے، ضوریز کے پیچھے چل پڑی۔ اسے باہر چھوڑ کر واپس آئی تو چہرے پر بے تحاشا غصہ تھا۔

"کیا بتانے جا رہی تھی ضوریز کو تم؟"

اسکے قریب آتے اسے کہنی سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔ حیا نے آنکھیں اٹھا کر ضویا کی طرف دیکھا۔ پانیوں سے بھری آنکھوں میں بے پناہ شکایتیں تھیں۔

"اپنی ہی بہن کا گھر خراب کرتے شرم تو نہیں آئی ہو گی۔"

وہ اس پر بگڑ رہی تھی۔ حیا دکھ سے اسے دیکھتی رہی جو غصے میں جو منہ میں آئے جا رہا تھا کہہ رہی تھی۔

"میں نہیں آپ خود اپنا گھر خراب کرنے کے درپے ہیں۔ میں تو صرف بچانا چاہ رہی ہوں "۔

وہ نا چاہتے ہوئے بھی صفائی پیش کر رہی تھی۔ ضویا نے اسکا بازو چھوڑتے اپنے دونوں ہاتھ اسکے آگے جوڑ دیے۔

"اپنی چاہتیں اپنے پاس رکھو۔ میرا گھر میں خود بچالوں گی تم اپنی توانائیاں صرف مت کرو "۔

آگ برساتی آنکھیں، اور قطعیت بھرا انداز لئے وہ ایک ایک لفظ چبا کر ادا کرتے اسے تنبیہ کر رہی تھی۔

ایک آخری تیز نگاہ اس پر ڈالتے وہ پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

حیا وہی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انگوٹھے کے ناخن سے میز کی سطح کھرچتے ایک آنسو بہہ کر اسکے گال سے ہوتا میز کی سطح پر گرا تھا۔

اس وقت اس کے ذہن میں ایک ہی سوچ آرہی تھی اسے اب یہاں نہیں رہنا تھا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے چلے جانا چاہتی تھی کہیں بہت دور۔ لیکن کہاں؟ اس کے آگے بہت بڑا سوالیہ نشان تھا۔

. . . .

ضویا اور حیا کے درمیان اک سرد جنگ سی چھڑ گئی تھی۔ اگلے کہیں دن ہوں گزرے کہ وہ حیا سے مخاطب تک نہیں ہوتی تھی۔ ضوریز کے سامنے حیا نے آنا ویسے بھی بالکل ترک کر دیا تھا۔ اس لئے انکی آپسی چپقلش سے وہ بالکل بے خبر تھا۔ ضویا نور بھی اب اسے اٹھانے کو نہیں کہتی تھی۔ نور خود ہی وا کر میں اپنی مدد آپ کے تحت اسکے کمرے میں آجایا کرتی تھی۔

اس دن بھی نور اسی کے پاس تھی جب ضویا اپنا بیگ اٹھا کر تیار ہوئی اسکے کمرے کے دروازے پر آ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں جا رہی ہوں۔ نور کا خیال رکھنا۔ اور ضوریز آئے تو اسے کہنا میں اپنی دوست کی طرف گئی ہوئی ہوں۔ آنے میں کچھ دیر ہو جائے گی۔"

اتنے دنوں بعد اس نے حیا سے بات بھی کی تھی تو صرف اپنے مطلب کے لئے۔ حیا کا دل بھرنے لگا۔ وہ اچھے سے جانتی تھی وہ کہاں جا رہی ہے۔ پھر بھی اسے روک نہیں سکی ۔ایسا کوئی حق ضویا اسے دینے کی روادار ہی نہیں تھی۔

اس کے جانے کے بعد حیا نے ایک بار پھر سے مضبوط ارادہ کیا، اب وہ وہاں نہیں رہے گی ۔اسے جلد از جلد اپنے لئے کسی جاب کا انتظام کرنا تھا اور اسکے بعد ایک محفوظ ٹھکانے کا ۔آج کل اسے اپنے اکیلے ہونے کا شدت سے احساس ہوتا تھا۔

جس وقت ضویا مطمئین سی گھر سے نکلی تھی وہ انجان تھی اس قیامت سے جو آج اس پر ٹوٹنے والی تھی۔

ضوریز اس دن بزنس ڈیل کے سلسلے میں اپنے باس کے ساتھ اسی فائیو اسٹار ہوٹل پر موجود تھا جس کے سیکنڈ فلور پر فیشن شو کا میلا سجا تھا۔

میٹنگ کے بعد اسکے باس کو اسی فیشن شو میں شرکت کرنی تھی وہ ساتھ تھا تو انہوں نے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا۔

"زیادہ وقت نہیں لگے گا صرف پندرہ سے بیس منٹ کی بات ہے۔"

انکے اصرار پر وہ لاچار سا ساتھ چلا آیا تھا۔ وہ اس ہوٹل کا سیمینار روم تھا جو اس وقت ریمپ واک کے لئے سجا ہوا تھا، ڈم روشنی، ریمپ کے دونوں اطراف میں لگی کرسیاں اور اوپر ہائی لائٹ کرنے کے لئے ریمپ کے اوپر لگی تیز روشنی والی لائٹس۔ وہ بیٹھنے کے بجائے بے زار سا پیچھے کھڑا تھا۔ اسکے باس کو پہلی رو میں بٹھایا گیا تھا۔ میوزک کی گونج ، ریمپ پر نزاکت سے چلتی ماڈلز اس نے دوسری بار کلائی پر بندھی گھڑی کی جانب نگاہ دوڑائی، ٹائم دیکھتے اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ اس گھڑی کو وہ جتنی دفع دیکھتا تھا اسے ضویا کا خیال مسرور کرنے لگتا تھا۔ مسکراتا چہرہ اوپر کی جانب اٹھا، نگاہ ریمپ کی جانب اٹھی اور پھر منجمد ہو گئی۔ چہرے کی مسکراہٹ سمٹی، آنکھیں گویا پتھرا

گئی تھیں۔ وہ اسے پہچاننے میں کیسے چوک سکتا تھا؟ ایش گرے برائیڈل ڈریس میں ایک ہاتھ پہلو پر ٹکائے دوسرے میں سر پر لئے کامدار دوپٹے کی کناری پکڑے وہ سہج سہج کر چل رہی تھی۔ سلیولیس شرٹ میں اسکے سڈول دودھیا بازو اور بھی نمایاں ہو رہے تھے ۔ اکڑی ہوئی گردن اور ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ۔ وہ خوب صورت ترین لگ رہی تھی بس اسکی نہیں لگ رہی تھی۔

ضوریز کا چہرہ سیاہ پڑنے لگا، ایئر کنڈیشنڈ کے باوجود اسکے ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چند سیکنڈز میں نمودار ہو گئی تھیں۔ اسے لگا تھا وہ پتھر کا ہو گیا ہو اور دوبارہ کبھی حرکت نہیں کر سکے گا پورا وجود یوں ہی بے جان ہوا معلوم ہو تا تھا۔ وہ اسکی بیوی تھی جو اسکے مطابق اس وقت اسکے گھر کی چار دیواری میں موجود تھی۔ لیکن وہ کتنا انجان تھا۔ اور وہ کیوں انجان تھا؟

آنکھوں میں اترتی سرخ نمی کے باوجود وہ پلکیں نہیں جھپک سکا۔ اطراف میں بیٹھے خواتین و حضرات تالیاں پیٹ کر اسے داد دے رہے تھے اور وہیں ایک سائیڈ پر کھڑے نیم اندھیرے میں اس شخص کو وہ اپنے چہرے پر کسی تھپڑ کی مانند پڑتی محسوس ہو رہی

تھیں۔وہ اسکی بیوی تھی جو یوں سیکڑوں مردوں کے سامنے کھڑی داد وصول کر رہی تھی اور وہ خاموش تماشائی بنے کھڑے ہونے کے سوا کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔ضویا واپس جا چکی تھی وہ جو ہلنے کی سکت کھو چکا تھا،سینے کے اندر بڑھتی گھٹن کے باعث ایک ٹوٹا ہوا سانس اسکے ہونٹوں سے خارج ہوا۔اتنی دیر سے وہ سانس روکے کھڑا تھا۔زہریلا طلسم جھٹا،وہ بنا آگے پیچھے دیکھے تیز تیز چلتا وہاں سے نکلا،ایگزٹ ہونے کے بعد اسکے قدموں کی رفتار میں اور تیزی آئی۔

ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے وہ تیز ہوتے تنفس کے ساتھ جلد از جلد وہاں سے گم ہو جانا چاہتا تھا۔آس پاس سے گزرتے لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے بہت دور، کہیں چھپ کر بہت سارا رونا چاہتا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کیسے وہ باہر آیا، کتنی دیر فٹ پاتھ پر چلا، کب پاس آکر رکی ٹیکسی میں بیٹھا اور کیسے گھر تک پہنچا۔بے خبری اسکے لئے نعمت تھی یا عذاب وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا ۔لیکن آگاہی ضرور کرب مسلسل تھی۔

. . . .

"ضویا کہاں ہے؟"

وہ ابھی دروازہ بند کر کے پلٹی بھی نہیں تھی جب اس کی تیز چنگھاڑتی آواز سنائی دی۔

گھر میں داخل ہوتے ساتھ ہی یہ پہلا سوال حیا کے لئے غیر مانوس نہیں تھا۔ مگر یہ انداز ضرور غیر شناسا تھا۔ اسکی سرخ انگارا ہوتی آنکھیں، بھینچے ہوئے جبڑے اور غیر ہوتی حالت پر حیا کی سانس خشک ہونے لگی تھی۔

"اپنی دوست کی طرف۔" نظریں چرا کر کہتے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا کیے۔

ضوریز نے ضبط کرنے کی کوشش میں آنکھیں موند ڈالی۔ پھر جب آنکھیں کھولیں تو ان میں سے آگ برس رہی تھی۔

"جھوٹ مت بولو۔ تمہیں سب پتہ تھا پھر بھی تم نے مجھے نہیں بتایا۔ تم بھی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہونا؟"

وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ آواز بھینچی ہوئی تھی۔ مگر لہجہ چٹختا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

حیا نے تیزی سے سر نفی میں ہلایا۔ ایسا کرتے اسکی آنکھ سے آنسو گرا تھا۔

"میں نے بتانا چاہا تھا۔۔۔"

وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولی، ابھی اسکا جملا بھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ وہ ایک ملامتی نگاہ اس پر ڈالتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

حیا دونوں ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھے وہیں کھڑی رہ گئی، آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی شدت میں تیزی آئی۔ اسکا دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ چند قدم لیتے وہ وہیں اندرونی دروازے کی انٹرنس کے آگے بنی سیڑھی پر بیٹھ گئی۔

وقت بیتتا گیا۔ یہاں تک کہ ڈور بیل ہوئی وہ کسی خواب کی سی کیفیت سے چونکی۔ دروازہ کھولا، سامنے ضویا تھی اور وہ اس قدر جلدی میں تھی کہ اس نے حیا کا ستا ہوا چہرہ تک نہیں دیکھا تھا۔

"ضوریز آگیا ہے کیا؟"

بنا اسکے جواب کا انتظار کیے وہ آگے بڑھ گئی۔ حیا کا دل بہت سارے خوف و ہراس کی آماجگاہ بنتا چلا گیا۔ بے جان ہوتے قدموں کے ساتھ وہ اندر گئی تھی تب تک ضویا اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔

دروازہ کھول کر اندر جس وقت وہ داخل ہوئی تھی وہ کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے آہٹ پر بھی مڑ کر نہیں دیکھا۔

"تم آج جلدی واپس آ گئے؟"

ضویا اپنا بیگ بیڈ پر رکھتی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبا رہی تھی۔

"تم کہاں گئی تھی؟"

ضوریز نے اسکا سوال نظر انداز کیا، آواز بالکل بے تاثر تھی، مگر ضویا اپنی ہی دھن میں دھیان نہیں دے پائی۔ آج کا شو بہت اچھا گیا تھا۔ اسکی بہت تعریف ہوئی تھی وہ دن

بدن اپنے کام میں بہت میچیور ہوتی فیشن کمیونٹی میں سب کے لئے مرکز نگاہ بنتی جارہی تھی۔

"میں تہذیب کی طرف گئی تھی۔ اسکی طبیعت کچھ خراب تھی تو سوچا عیادت کر آؤں۔"

وہ اتنی بار اس سے جھوٹ بول چکی تھی کہ اب جھوٹ بولتے اسے کوئی جھجک یا ہچکچاہٹ محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔ آواز نہ لڑکھڑاہٹ کا شکار ہوتی تھی اور نہ ہی نظریں چرانے کی نوبت آتی تھی۔

ضوریز کی سپاٹ، سرد آنکھوں میں کرب اترا۔ وہ اسے نجانے کب سے بیوقوف بنا رہی تھی۔ اور وہ بنتا رہا تھا، محبتوں میں مان اس طرح توڑنا کتنا تکلیف دہ تجربہ تھا۔

"کر آئی عیادت؟" وہ بنا مڑے بولا۔ اندر کچھ ٹوٹ کر جڑتا تھا اور جڑ کر ٹوٹتا تھا۔

"ہاں اب کافی بہتر ہے۔" اسکا دل کراہ اٹھا۔

ضویا الماری میں اپنا بیگ رکھ رہی تھی۔

ضوریز پلٹا، چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اس تک آیا۔

عین اسکے پیچھے ذرا سے فاصلے پر کھڑا ہوا۔

"اور کتنا جھوٹ بولو گی؟"

اور الماری کے اندر کپڑے ٹھیک کرتے ضویا کے ہاتھ رک گئے، شاید اسکی سانس بھی تھم گئی تھی، وہ اندازہ نہیں کر پائی۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس پر آگاہی کا در کھلا تھا، وہ سب جان گیا تھا۔

وہ ہوائیاں اڑے چہرے کے ساتھ پلٹی، ضوریز اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا لیکن آنکھوں میں ٹوٹے اعتبار کی کرچیاں بکھری پڑی تھیں۔

"ضوریز میں۔۔۔"

"اب ایک اور جھوٹ بولو گی۔" وہ زخمی سا مسکرایا۔

ضویا نے عرق آلود ہوئی پیشانی کے ساتھ اسکی طرف بڑھنا چاہا، مگر وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا۔

"میں تمہیں سب بتا دینا چاہتی تھی۔"

وہ بے چینی سے گویا ہوئی، ضوریز کی نظریں ہنوز اس پر جمی ہوئی تھیں۔ بے اعتباری کے سارے رنگ لئے۔

"کیا بتا دینا چاہتی تھی؟ یہی کہ تم میری عزت کو یوں جگہ جگہ رولتی پھر رہی ہو۔"

وہ بولا نہیں تھا غرایا تھا۔

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو۔ میں نے کچھ غلط نہیں کیا؟"

وہ ششدر سی اسکے کڑے تیور دیکھتی رہ گئی۔

اسکی بات پر وہ عجیب سے انداز میں ہنسا۔

"اچھا۔ ابھی کچھ غلط کرنا باقی ہے۔"

وہ سر ہلاتا بولا۔

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے میرا خدانخواستہ کسی کے ساتھ افیئر چل رہا ہو جو تمہاری عزت پر آنچ آگئی ہے۔ میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ بس اپنا شوق پورا کیا ہے۔ میں کام کر رہی ہوں جیسے تم کام کر رہے ہو اس میں کوئی غلط بات تو نہیں ہے۔"

وہ شاکی ہوئی کہہ رہی تھی۔

ضوریز کے چہرے پر سختی چھانے لگی۔

"اس میں کچھ غلط نہیں ہے؟"ضوریز نے غصے سے دوہرایا۔

"اس میں غلط یہ ہے کہ تم نے مجھے بنا بتائے ایک ایسا کام کیا جو تم جانتی تھی مجھے پسند نہیں ہے۔اس میں غلط یہ ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ بولتی رہی، مجھے دھوکہ دیتی رہی، اس میں غلط یہ ہے کہ تم میری محبت کا مذاق بناتی رہی، مجھ سے بے وفائی کرتی رہی ضویا، میں تم پر اعتبار کرتا رہا اور تم دھڑلے سے اس اعتبار کو توڑتی رہی۔اس سے زیادہ اور کیا غلط ہو گا۔"

وہ اس وقت شدید غصے اور دکھ کی ملی جلی کیفیت کے زیر اثر تھا۔اسکے الفاظ پر وہ تڑپ کر آگے بڑھی، اسکے دونوں پہلوؤں میں گرے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے۔

"ایسے مت کہو ضوریز۔میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں، میں نے نہ تو تمہاری محبت کا مذاق اڑایا ہے نہ ہی تم سے بے وفائی کی ہے۔"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ آواز رندھ گئی۔ ضوریز زخمی سا مسکرایا۔ وہ اسکے ہاتھ آج بھی نہیں جھٹک سکا تھا۔

"اچھا مذاق ہے۔"

سر کو ہلاتے کہتا وہ کس قدر ٹوٹا ہوا لگتا تھا۔

"اگر محبت کرتی ہوتی تو یوں میرے خلاف نہیں جاتی۔ تمہیں پتہ تھا نا مجھے یہ سب کتنا ناپسند ہے اگر اتنی ہی میری وفادار ہوتی تو یہ سب کرتے ہوئے ہزار نہیں لاکھ بار سوچتی۔ تمہیں میری خفگی کی، میری ناراضگی کی پرواہ ہوتی۔"

یہ کہتے ہوئے اسکی آنکھوں میں نمی کی ہلکی سی تہہ تھی، سر نفی میں ہلاتے اس نے دو قدم پیچھے لئے، ضویا کے ہاتھوں سے اسکے ہاتھ چھوٹے، وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا اور وہ ہوا میں معلق خالی ہاتھوں کے ساتھ اکیلی کھڑی رہ گئی۔ بالکل تنہا۔ کمرے میں پھیلی

گھمبیر اداسی نے اسکا پری وش چہرہ دھواں ہوتے دیکھا، وہ بھول گئی تھی خواب ہمیشہ خراج مانگتے ہیں۔

. . . .

رات کے دس بج رہے تھے، وہ شام کا گھر سے نکلا ابھی تک لوٹا نہیں تھا۔ سولہویں کے چاند کی پرنور روشنی چھن چھن کر زمین پر پڑتی تھی۔ ایسے میں ضویا مضطرب سی گیٹ کے پاس یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی، ہاتھ میں موبائل تھا جس وہ کوئی پچاسویں بار اسکا نمبر ڈائل کرتی موبائل کان سے لگائے ہوئے تھی۔ آنکھوں میں فکرمندی کے بادل صاف دکھائی دیتے تھے۔

"کال اٹھاؤ ضوریز، پلیز اٹھالو۔"

گیلی آواز میں وہ بڑبڑائی۔ تبھی دروازہ بجا تھا، وہ دوڑ کر گئی، دروازہ کھولا۔ وہ شکست خوردہ سا اندر داخل ہوا۔ اسکے چہرے پر بھول کر بھی نگاہ نہ ڈالی۔

"ضوریز۔"

وہ تیز تیز اندر کی جانب بڑھ رہا تھا جب ضویا نے پلٹ کر اسے آواز دی، قدم نا چاہتے ہوئے بھی زنجیر ہوئے۔ اسکی پکار نظر انداز کر کے، قدم آگے بڑھانا اسے آتا ہی نہیں تھا ۔

"مجھے معاف کر دو پلیز۔"

اسکی نادم سی آواز بھیگی ہوئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا۔ دل ٹوٹنے کے باوجود اسکی سفارش کرنے سے باز نہیں آرہا تھا۔ وہ کچھ جھجکتی ہوئی چل کر اسکے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"تم نے کہا تھا، وعدہ کیا تھا تم مجھے معاف کر دو گے۔"

اسکی آنکھوں میں جھانکتے ضویا کی آنکھیں بھیگنے لگی۔ ضوریز کو وہ رات یاد آئی اور وہ وعدہ بھی۔ دل ایک بار پھر سے تکلیف سے بھرتا چلا گیا۔ وہ اسکی آنکھوں میں دھول جھونکتی رہی، وہ اسے اشارے دیتی رہی اور وہ سمجھ نہیں پایا۔

ضویا اسے بت بنا کھڑا دیکھ کر کچھ اور آگے ہوئی، سر اسکے شانے پر ٹکایا، ہاتھ اسکے گرد مضبوطی سے باندھے۔

"میں تمہارے اس ایک وعدے پر بہت دور نکل گئی ضوریز۔ اب پلٹ رہی ہوں تو تم وعدہ خلافی مت کرنا۔ میں نے تم سے چھپایا تمہارا دل دکھایا اسکے لئے میں بہت شرمندہ ہوں، تکلیف میں ہوں، میں تمہیں کوئی دکھ نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔"

وہ رو رہی تھی، اسکی آنکھوں سے نکلتے آنسو ضوریز کی شرٹ بھگو رہے تھے اور شاید دل بھی۔ غصہ ٹھنڈا پڑا، آنکھوں میں نرمی ابھری۔

"پلیز معاف کر دو۔ آئندہ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ یوں میری محبت پر شک مت کرو۔ مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے اسکی اتنی بڑی سزا تو مت دو۔"

وہ اب سسکیوں سے، ہچکیوں سے رو رہی تھی، ضوریز نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر تھپکا۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں معاف کر دوں گا۔" نگاہوں کے برعکس آواز میں نرمی مفقود تھی

۔

وہ ابھی اتنا ہی بول پایا تھا کہ وہ بے یقینی بھری خوشی سے نہال ہوتی سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی، آنکھوں میں خوشی بھرا اشتیاق آسمٹا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" گلوگیر آواز میں کھنک آگئی تھی۔

ضوریز چند پلوں کے لئے بغور اسے دیکھتا رہا پھر سر اثبات میں ہلایا۔

اور ضویا کی آنکھوں میں ممنونیت بھرا تاثر آٹھہرا۔ ہونٹوں پر تشکر آمیز مسکراہٹ آ ٹھہری۔

"لیکن ایک وعدہ تمہیں بھی آج مجھ سے کرنا ہو گا۔"

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم ماڈلنگ چھوڑ دو گی۔"

وہ دوٹوک، تحکم بھرے انداز میں بولا۔ ضویا کے مسکراتے لب سمٹے۔ ضوریز نے معافی کی بہت بڑی قیمت مانگ لی تھی۔ ضویا لاشعوری انداز میں اس سے الگ ہوئی، اپنے ہاتھ پیچھے لیے، وہ گہری نگاہ اس پر رکھے اسکی ایک ایک جنبش کو نوٹ کر رہا تھا۔

"لیکن ضور۔۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہنا چاہا۔

"لیکن کیا ضویا؟ جب میں نے وعدہ کیا تھا تو یاد ہے ایک منٹ کا بھی وقت ضائع نہیں کیا تھا ؟ لیکن، اگر، مگر جیسی بھی کوئی تکرار نہیں کی تھی۔ اپنا وعدہ نبھاتے بھی ایک لمحہ نہیں لیا تم نے ایک بار معافی طلب کی، باوجود اس کے کہ تمہاری غلطی بڑی تھی، بات میری عزت پر آئی تھی لیکن پھر بھی میں نے دوسری بات کرنے سے پہلے تمہیں معاف کر دیا۔ اپنے حصے کی محبت میں نے نبھادی، اب تمہاری باری ہے۔"

اسکی آواز بالکل بے تاثر ہو گئی تھی۔ ضویا اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میں نے چھوڑنے کے لئے اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لیا تھا ضوریز۔"

تھوڑے وقفے کے بعد وہ بولی تو آواز میں گلہ تھا۔

ضوریز کے چہرے پر سیاہی چھاتی گئی۔وہ غمگیں سا مسکرایا۔

"مطلب تم نہیں چھوڑ سکتی۔"اس بات پر ضویا نے نظریں چرا لیں۔لب کاٹتے ہوئے ضوریز نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

وہ اس کے لئے اتنی وقعت بھی نہیں رکھتا تھا کہ وہ اس کے لئے اپنا شوق چھوڑ دیتی۔

چند ثانیے گزرے،اس نے آنکھیں کھولی تو ان میں سرد پن در آیا تھا،چہرے پر سختی لئے وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا تھا۔

"اب میری بات کان کھول کر سنو۔میں تم سے پوچھ نہیں رہا بتا رہا ہوں کہ تم ماڈلنگ چھوڑ رہی ہو۔"ختمی انداز اپناتے قطعیت سے کہتے وہ اسکے ایک طرف سے ہوتا آگے بڑھ گیا۔

"میں نہیں چھوڑوں گی۔"

اسکی آواز پر ضوریز کے قدم رکے۔

"تمہیں مجھ میں سے اور اپنے شوق میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہو گا۔" مٹھی بھینچ کر دھڑکتے دل سے اس نے کہا۔ ضویا نے بے بسی سے آنکھیں بند کیں۔

"تم میری محبت کا امتحان لینا چاہ رہے ہو؟"

"ایسا ہی سمجھ لو۔" اسکے کہنے پر ضویا طنزیہ مسکرائی۔

"محبت کے دعوے تو تم نے بھی بڑے بڑے کیے ہیں ضوریز۔ تو تم ہی اپنی محبت کیوں نہیں ثابت کر دیتے۔ مجھے میرے شوق کے ساتھ اپنا کر۔ میں لڑکی ہوں اس لئے تم مجھ سے قربانی مانگ رہے ہو۔ تم اپنی انا کیوں نہیں قربان کر دیتے۔ اگر تم کوئی ایسا کام کر رہے ہوتے جو مجھے ناپسند ہوتا مگر تمہیں پسند ہوتا تو کیا میرے کہنے پر تم چھوڑ دیتے۔ کبھی نہیں چھوڑتے۔ تب بھی مجھے ہی سمجھوتہ کرنا پڑتا۔ مجھے ہی اپنا دل مارنا پڑتا"

وہ دونوں مخالف سمت میں کھڑے تھے، یوں جیسے انکے راستے اب کبھی دوبارہ نہ مل سکے گے۔

"دل مارنے کی تم بات بھی مت کرو ضویابی بی۔ تمہیں نیم برہنہ لباس میں سیکڑوں مردوں کے بیچ فخریہ مسکراہٹ سے کھڑا دیکھ کر بھی میں نے تمہیں ہاتھ لگاناتو دور ایک حرف غلط تک نہیں کہاتو اس سے بڑھ کر اور کیا کروں میں تمہارے لئے۔بات غیرت پر آئے تو یاتو جان دے دی جاتی ہے یا پھر لے لی جاتی ہے، اتنا سب ہونے کے باوجود تم میرے سامنے زندہ سلامت کھڑی ہو، میرے گھر پر موجود ہو، میں تمہیں معاف تک کرنے کو تیار ہوں اس سے بڑی قربانی اور کیا چاہیے تمہیں۔"

وہ اسے جتانا نہیں چاہتا تھا مگر وہ اسے مجبور کر گئی تھی۔

"تمہیں ماڈلنگ چھوڑنی ہو گی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"اس کا لہجہ اٹل تھا۔

"تو پھر تم مجھے چھوڑ دو۔"

بالکل اچانک ضویا نے کہا تھا۔ضوریز ششدر سا، شاک کے عالم میں ایک جھٹکے سے پلٹا ، وہ ابھی بھی اسکی طرف پشت کیے کھڑی تھی۔

دیوانہ وار اسکی طرف بڑھتے اسکی بازو پکڑ کر اسکا رخ اپنی جانب کیا۔ ضویا کا پورا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو؟" کہتے ہوئے وہ خود غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"یہی سمجھ لو۔ اپنے خوابوں کے لئے مجھے پاگل بننا پڑا تو میں بن جاؤں گی۔"

آنکھوں سے آنسو ابل ابل کر گالوں پر بہتے تھے مگر وہ پھر بھی بول رہی تھی۔ ایک آخری کوشش ضوریز کو زیر کرنے کی، اس سے اپنی منوانے کی۔ وہ جانتی تھی وہ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا ہمیشہ کی طرح یہاں بھی جھک جائے گا۔

لیکن اس بار وہ غلط تھی۔

ضوریز نے اسے مشتعل نگاہوں سے دیکھتے اسکا ہاتھ سختی سے اپنے ہاتھ میں پکڑا۔

"اب تم مجھے اس گھر کی دہلیز پار کر کے دکھاؤ ضویا۔ میں عورت پر ہاتھ اٹھانے کا قائل نہیں ہوں لیکن اگر اب تم نے مجھے مجبور کیا تو میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا روایتی شوہر بننے میں۔"

اپنے ساتھ کھینچتا وہ اسے اندر لے گیا تھا۔

. . . .

ضوریز کو لگا تھا وہ تھوڑی ضد کرے گی، روئے دھوئے گی لیکن مان جائے گی اور اس بار وہ بھی غلط تھا۔ ایک ہفتہ ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی، وہ اس سے ناراض تھی تو منانے کی کوشش اس بار ضوریز نے بھی نہیں کی تھی۔ اور انکے آپسی جھگڑے میں نور بری طرح پسی تھی، وہ دونوں ہی اسکے وجود سے یوں بے خبر ہوئے تھے جیسے وہ وہاں ہو کر بھی انکے لئے وہاں نہیں تھی۔ ایسے میں حیا نے اسے سنبھال رکھا تھا ۔ اور تو اور رات کو بھی وہ حیا کے ہی پاس سو رہی تھی۔ ضویا دانستہ اسکی جانب سے غفلت برت رہی تھی۔ وہ ہر وہ حربہ آزمالینا چاہتی تھی جس سے ضوریز اپنی ضد سے پیچھے ہٹ جائے۔

اس دن ضوریز کو چھٹی تھی وہ لیونگ ایریا میں بیٹھا تھا جب تیار سی ضویا اپنے کمرے سے نکلی۔

" کہاں جا رہی ہو ؟"

ضوریز کے کھدرے انداز پر اسکے باہر کی جانب بڑھتے قدم رکے۔

"میرا شو ہے آج۔" شولڈر بیگ پر ہاتھ سختی سے جماتے اس نے آواز کو ہموار رکھا۔

ضوریز کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ وہ مشتعل سا اپنی جگہ سے اٹھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے نا تمہارا؟ جب میں نے منع کر دیا ہے تو اس سب کا مقصد؟"

وہ اونچی آواز میں کہتا اس تک آیا تھا۔

"میں بھی کہہ چکی ہوں ضوریز۔ یا تو تم مجھے روکو گے نہیں یا پھر مجھے طلاق دے دو۔"

پلٹ کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ بے خوف سی بولی۔ ضوریز کے ماتھے کی رگیں ابھریں۔ آنکھوں میں لہو اترنے لگا۔ وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے، انکی تیز آوازوں پر حواس باختہ سی حیا بھی نور کو اٹھائے اپنے کمرے سے نکل آئی تھی۔

ضوریز کا ہاتھ پوری شدت سے گھوما تھا اور ضویا کے گال پر پڑا تھا۔ وہ گرتے گرتے بچی تھی۔ چہرے پر ہاتھ رکھے وہ شدید صدمے میں گھری اسے دیکھ رہی تھی جس کا چہرہ ضبط کے باعث سرخی چھلکانے لگا تھا۔ حیا کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"مارو مجھے رک کیوں گئے ہو۔ مار دو۔ ایک ہی بار میرا گلہ دبا دو۔ تا کہ تمہاری بھی جان چھوٹے اور میری بھی۔" ہذیانی ہو کر اسکے دونوں ہاتھ پکڑتے ضویا اپنی گردن تک لے کر گئی تھی۔ وہ روتے ہوئے زور زور سے چلا رہی تھی اور اسے ایسے دیکھ کر نور نے بلند آواز میں رونا شروع کر دیا تھا۔

"ضرورت پڑی تو جان سے بھی مار دوں گا۔"

اسکے ہاتھ جھٹکتے ضوریز غصے سے مغلوب ہو کر بول گیا تھا۔ فشار خون بڑھنے کے باعث اسکا تنفس تیز ہوتا جا رہا تھا۔

"تو مار دو کس نے روکا ہے۔" زار و قطار روتے وہ چلا رہی تھی، دائیں گال پر ضوریز کی انگلیوں کے نشان پڑ گئے تھے۔ وہ اس پر ہاتھ اٹھا گیا تھا؟ یہ نا قابل یقین تھا۔ وہ غم و غصے

کی شدت لئے سوچنے سمجھنے سے مفلوج ہو گئی تھی، عقل سلب ہو گئی تھی۔ سر پر بس کوئی دھن تھی جو سوار ہو گئی۔

"اپنے کمرے میں واپس جاؤ۔"

وہ رخ پھیرے تیز ہوتے تنفس کو بحال کرتے بولا۔

"نہیں جاؤں گی۔ تم بزدل ہو ضوریز۔ مارنے کی ہمت نہیں ہے تم میں۔ تو ایسا کرو مجھے چھوڑ دو۔ جان خلاصی کروالو اپنی بھی اور میری بھی۔ ہم دونوں اور ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔"

ہاتھ نفی میں ہلاتی وہ یہ کہتے ہوئے پاگل معلوم ہوتی تھی، ہوش حواس سے بیگانہ۔

"اپنے کمرے میں جاؤ۔"

بہت سارا ضبط کرتے وہ دبی آواز میں چنگھاڑا۔

ضویا تمسخر بھرے انداز میں ہنستی چلی گئی۔ ایسا کرتے ہوئے وہ نیم پاگل لگتی تھی ۔ آنکھوں سے بہتے آنسو بے دردی سے رگڑ ڈالے۔

"میں نے کہا تھا نا تم میں اتنی ہمت نہیں ہے، تمہاری یہ مشکل بھی میں ہی آسان کر دیتی ہوں۔"

کہتے ہوئے وہ اندھا دھند کچن کی جانب بھاگی تھی، کندھے پر لٹکا یا بیگ راستے میں زمین بوس ہو گیا تھا۔

ضوریز کا سارا غصہ بھاپ کی مانند اڑا۔ آنکھوں میں بے چینی اتری، کسی اندیشے کے باعث وہ اس کے پیچھے جانے کے لئے بڑھا ہی تھا کہ وہ دوبارہ باہر آئی۔ اور ضوریز اور حیا اپنی جگہ بالکل سن ہو کر رہ گئے۔ اسکے ہاتھ میں چھری تھی جسے وہ اپنی کلائی پر رکھے ہوئے تھی۔

"میں خود کو ختم کر لوں گی۔"

اس کی آواز، اسکے اٹل ارادوں کا پتہ دیتی تھی، اور وہ اتنی سر پھری تو تھی کہ ضوریز کو اسکے کہے پر یقین آ جاتا۔

"یہ کیاپاگل پن ہے ضویا۔ پیچھے کرو چھری۔ تمہیں لگ جائے گی۔" پہلی بار ضوریز کی آواز میں لڑکھڑاہٹ آئی تھی۔ حیادم سادھے کھڑی تھی۔ چہرے پر مردوں کی سی سفیدی لئے، بالکل سپید رنگت کے ساتھ۔

"رکھ دوں گی تم مجھے چھوڑو میں یہ پاگل پن چھوڑ دوں گی۔"

"ضویا پلیز چھری رکھ دو۔"

وہ التجا پر اتر آیا تھا۔ ضویا نے بھرپور انداز میں سر نفی میں ہلایا۔

وہ تینوں ایک تکون میں کھڑے تھے۔ ایک کے چہرے پر سفاکیت تھی۔ دوسرے کے چہرے پر بے بسی تو تیسرے کے بے پناہ خوف۔ وقت تھم سا گیا تھا۔ وہ گھڑیاں طویل تر ہوتی جان لیوا ہو رہی تھیں۔

میں تمہیں آخری بار کہتی ہوں۔ مجھے طلاق دو ورنہ۔۔۔ ورنہ میں خود کو ختم کرلوں گی "۔ ہذیانی ہوئی وہ قطعیت سے چلائی تھی۔ ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑی چھری سے کلائی پر ذرا

سازورڈالاتوایک ننھی سی سرخ لکیر کھچ سی گئی۔حیا کی آنکھوں میں اکٹھی ہوئی دہشت آنسوؤں کی صورت بہہ نکلی تھی۔اس نے ہاتھوں کی گرفت بازوؤں میں لی روتی بلبلاتی نور پر مضبوط کی۔جیسے اس کے گر جانے کا خدشہ ہو۔

ضوریز کے چہرے پر بے بسی کے ساتھ ساتھ درد کے تاثرات بھی ابھرے تھے۔وہ تڑپ کر دو قدم آگے بڑھا تھا جب اسکی آواز نے اسکے قدم زنجیر کیے تھے۔

"ایک قدم بھی آگے مت بڑھانا۔ورنہ میں کچھ کر گزروں گی"۔اسکی بے رحم آواز میں کوئی رعایت نہیں تھی۔وہ رک گیا تھا۔آنکھوں کی نمی میں گھلا گلال اسکے شدت ضبط کا عکاس تھا۔

"یوں مت کروضویا۔۔۔یہ چھری رکھ دو۔ہم بیٹھ کر آرام سے۔۔۔۔بات کر لیتے ہیں "۔وہ ملتجی لہجے میں گڑگڑا رہا تھا۔اسکی کانپتی آواز میں خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔

"بات نہیں کرنی مجھے۔"وہ حلق کے بل چلائی تھی۔آنکھوں سے آنسو ابل ابل کر گالوں پر بہتے جارہے تھے ہر منظر دھندلا تھا،ضوریز کے چہرے کے خدوخال گڈمڈ ہونے لگے۔

" میری بات مانو۔ ورنہ میں ۔۔۔ میں خود کو ختم کر لوں گی۔ یوں روز روز مرنے سے بہتر ہے ایک ہی بار موت کو گلے لگا لوں "۔ روتی آنکھوں سے اشک رواں تھے مگر لہجے میں پتھروں سی مضبوطی تھی۔ وہ ڈٹ گئی تھی پیچھے نہ ہٹنے کے لئے۔ اسکے اور اسکے خوابوں کے درمیاں بالشت بھر کا فاصلہ تھا۔ جسے وہ آج طے کر جانے والی تھی۔ ضوریز نے بے بسی سے پلکیں موندی۔ اور پھر وقت نے دیکھا تھا۔ اس شخص نے اپنے جسم سے روح نکال دینے والے وہ فقرے بڑے مردہ دل کے ساتھ بوجھل بھرائی ہوئی آواز میں ادا کیے تھے۔

"میں ضوریز آصف اپنے بقائمی ہوش و حواس میں زویا حبیب کو طلاق دیتا ہوں ۔۔۔ طلاق دیتا ہوں ۔۔۔۔ طلاق دیتا ہوں "۔ اسکے کندھے جھکے تھے۔ آنکھ سے ایک آنسو پھسل کر گال سے بہتا نیچے فرش پر رل گیا تھا۔ اور چھری پر گرفت ڈھیلی کرتے اسکی آنکھیں چمک اٹھی تھیں جیسے اسے اسکے منہ سے نکلے الفاظ نے نئی، من چاہی زندگی کی نوید سنا دی ہو۔

ہاتھ میں پکڑی چھری نیچے کب گری اسے خبر تک نہ ہوئی۔ کلائی سے بہتی ننھی خون کی دھار سے وہ اب بھی بے نیاز تھی۔ دونوں ہاتھوں سے گالوں پر بہتے آنسوؤں کے موتی چنتے، اسکے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی، آنکھیں کسی احساس سے چمکتی تھیں ،وہیں دل کا کوئی ایک کونہ ایسا بھی تھا جہاں غیر محسوس سی چبھن ہوئی تھی۔ پر کچھ پانا تھا تو اسکے لئے کچھ کھونا بھی تھا اور جو اس نے کھویا تھا وہ بیش بہا قیمتی تھا۔

نور کو بے جان ہوتے بازوؤں میں بمشکل تھامے وہ بے یقینی بھرے صدمے میں گھری تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو منظر اسکی آنکھوں نے دیکھا تھا، اسکے کانوں نے جو کچھ سنا تھا وہ چاہتی تھی کوئی بھیانک خواب ہو، وہ پلکوں کو جھپکنے کی سکت بھی خود میں نہیں پا رہی تھی ، مگر دل تھا کہ بضد تھا ایک بار فقط ایک بار آنکھیں جھپک کر دیکھے۔ کیا پتہ یہ کوئی خواب ہو، رات کی سیاہی میں دیکھا کوئی ڈراؤنا خواب جو آنکھیں کھلتے ہی اپنی ہولناکی سمیت کہیں دور بھاگ جایا کرتا ہے۔ اور وہ اس وقت نہیں جانتی تھی کہ اس لمحے اسکی یہ چاہ جاگتی آنکھوں سے دیکھا جانے والا وہ خواب تھا جو اب کبھی پورا نہیں ہونے والا۔

ضویا تیز تیز قدم چلتی بنا کسی کو بھی ایک نظر مزید دیکھے اندر کمرے میں جا چکی تھی۔ اور وہ اب جیسے پتھر کے مجسمے میں ڈھل گیا تھا۔ ایسا مجسمہ جسے دیکھ کر گمان ہوتا تھا وہ اب کبھی بولے گا نہیں، اسکے سینے میں جو دل ہے وہ اب کبھی دھڑکے گا نہیں۔ اسکی روح اب کچھ محسوس نہیں کر پائے گی، بے حس، ہر احساس سے عاری ہو جانے کی عملی تفسیر بنا اسکا چہرہ کس قدر سپاٹ لگتا تھا، مانو جیسے زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی، اور زندگی وہ باقی رہی بھی کب تھی؟

اپنے وجود سے روح کھینچ کر کچھ لمحے قبل وہ کسی جان سے عزیز تر پر سے وار تو چکا تھا۔

اس گھر میں موت کا سا سناٹا پھیلا تھا نور کے رونے کی آواز بھی اب سنائی نہ دیتی تھی، وحشت میں ڈوبی فضا میں سانس لینا دشوار ہوتا چلا گیا۔ حیا نے ہونٹ نیم وا کرتے گہرے گہرے گھٹن زدہ سے سانس لینے چاہے، ایسا کرتے ہوئے اسکی آنکھوں میں بھرا پانی پلکوں کی دہلیز پار کرتا چھلک پڑا تھا۔

وہ دونوں اپنی جگہ ساکت تھے۔ کسی کے وجود میں ذرا بھر جنبش نہ ہوئی تھی ایسے میں کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ ضویا اپنا بریف کیس کھینچتی باہر نکلی تھی، پر سکون چہرہ، روئی

روئی سرخ آنکھیں۔ایک نظر باہر کے منظر پر ڈالی،جو اب بھی ویسا تھا جیسا بیس منٹ پہلے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔دل کا کوئی ایک کونہ اب بھی ایسا تھا جو بے چینی سے بھرنے لگا ،مگر وہ اس احساس کو جھٹک گئی۔

مضبوط قدم لیتے اس نے دل ناتواں کو بھی مضبوطی کا سبق پڑھایا۔قدم قدم چلتی وہ آگے بڑھی،ان دونوں کے درمیان سے گزرتے نظریں کسی کو بھی دیکھنے کی ہمت نہیں جٹا پائی تھیں،پتھر کے مجسمے میں اب کی بار بھی کوئی حرکت نہ ہوئی،روح جسم سے نکل جائے تو پھر جسم اسکے پیچھے بھاگا نہیں کرتا۔

وہ حیا تھی جو کسی ٹرانس کی سی کیفیت سے نکلی تھی۔نور کو باہوں میں بھینچے،وہ ضویا کے پیچھے لپکی۔

"آپی۔"

باہر پھیلے اندھیرے میں اسکی گلوگیر آواز سرسراسی گئی۔آگے بڑھتی ضویا کے قدم زنجیر ہوئے۔

"مجھے بھی ساتھ لے جاؤ۔"

وہ بنا سوچ سمجھے اسکے پیچھے بھاگی تھی، صحیح غلط سے ہٹ کر وہ اس دنیا میں اسکا واحد اپنا قریبی رشتہ تھی، اور وہی اسے چھوڑے جارہی تھی، کس کے سہارے یہ شکوہ اسکی بہتی آنکھوں میں آ ٹھہرا تھا۔

ضویا نے سانس روک آنکھیں موندیں، پہلے سے بے کل ہوا دل کچھ اور مضطر ہوا۔

وہ پیچھے مڑی، آنکھوں میں امڈتی نمی کو وہیں روکے حیا اور اسکی گود میں موجود نور کو دیکھا
۔

سوٹ کیس وہیں چھوڑ کر انکی طرف قدم بڑھائے۔

قریب آ کر جھکتے نور کی پیشانی کو ہونٹوں سے چھوا، اس نے بازو وا کرتے خود کو اٹھانے کی جیسے استدعا کی تھی، ضویا دیکھ کر بھی ان دیکھا کر گئی، دل مارتے ہوئے اسکے ننھے ننھے ہاتھوں کو باری باری چوما۔ پھر حیا کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں مسلسل برستی اب گلابی مائل ہونے لگی تھیں۔

"ساتھ نہیں لے جا سکتی۔ ابھی خود کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے تمہیں کہاں رولتی پھروں گی ۔ صبح ہوتے ہی سحرش آپی کو کال کر دینا، وہ آکر سب سنبھال لیں گی اور تمہارا ابھی کوئی نہ کوئی بندوبست کر دیں گی۔"

نظریں چرا کر کہتے آواز کو حتی الامکان بے تاثر رکھنا چاہا۔ حیا نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑتے، بے آواز روتے، لرزتے ہونٹوں کے ساتھ اپنا سر نفی میں ہلایا۔

"یوں مت کرو میرے ساتھ حیا۔ میں نے اپنے خوابوں کے لئے ایک بڑی قیمت چکائی ہے، تم یوں میرے قدم زنجیر کرو گی تو میں تو کہیں کی نہیں رہوں گی۔"

اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے چھڑاتے وہ جذبات سے بوجھل ہوا دل سنبھالنے میں نبرد آزما تھی ۔

حیا کے ہاتھ سے ضویا کا ہاتھ چھوٹ گیا تھا، بنا ایک بھی نگاہ ان دونوں پر ڈالے وہ تیز تیز چلتی اپنے سوٹ کیس تک واپس گئی تھی، آنکھوں کی چھبن بڑھ کر موٹے موٹے آنسوؤں میں تبدیل ہو گئی، اپنا سوٹ کیس کھینچتی وہ دروازہ کھول کر وہ دہلیز پار کر گئی ، دروازہ بند ہو چکا تھا، وہ منظر سے ہٹ گئی تھی۔ حیا وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ نور اب بھی

اسکی آغوش میں تھی، اسکا بے آواز رونا اب دبی دبی سسکیوں میں بدلنے لگا، نور کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر آنکھیں موند کر بے خبر، پرسکون سو گئی۔ اور اسے بازوؤں میں دبکے وہ رات حیا نے وہیں کھلے تاریک آسمان کے نیچے گزار دی تھی۔

. . . .

"آجاؤ۔"

وہ ایک درمیانے سائز کا کمرہ تھا جہاں تہذیب کی معیت میں وہ داخل ہوئی تھی۔ اردگرد طائرانہ نظروں سے جائزہ لیتے وہ آگے بڑھی۔

"ویسے جب سے کال پر تم نے مجھے بتایا ہے اس وقت سے لے کر اب تک میں شاک میں ہوں۔ اتنا بڑا فیصلہ اور اتنا اچانک۔"

گلاس ونڈو کے سامنے رکھی کرسی پر اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے وہ خود بھی اپنی حیرت کا اظہار کرتی دوسری کرسی سنبھال چکی تھی۔

ضویا اداسی سے مسکرائی۔

"کچھ بھی اچانک نہیں ہوتا تہذیب۔ ہم وہی کرتے ہیں جو نجانے کتنے عرصے سے ہمارے لاشعور میں کسی لاوے کی طرح لمحہ لمحہ پکتا رہتا ہے اور ایک دن جب وہ ہم کر گزرتے ہیں تو ہمیں لگتا ہے یہ اچانک سے ہو گیا ہے۔"

اسکی آنکھیں اب خشک تھیں مگر انکے گوشوں کی لالی ہنوز برقرار تھی۔ تہذیب کی نگاہ تبھی اسکی زخم ہوئی کلائی پر پڑی تھی۔

"تم پاگل ہو۔ اگر کٹ گہرا لگ جاتا تو کیا ہوتا اندازہ بھی ہے تمہیں؟"

ہاتھ بڑھا کر اسکی کلائی تھامتے جائزہ لیتی وہ ملامت کر رہی تھی۔ ضویا زخمی سے انداز میں مسکرائی۔

"تو کیا ہو جاتا؟ زیادہ سے زیادہ میں مر جاتی اس سے زیادہ تو کچھ نہیں ہونا تھا۔ اس نے مجھے ضد دلائی تھی، وہ جانتا تھا میں ضد کی کتنی بری ہوں جب ضد پر آ جاؤں تو ہر نفع و نقصان سے بے نیاز ہو جایا کرتی ہوں پھر بھی اس نے ایسا کیا۔"

وہ بے یقین تھی، صدمے کی کیفیت سے دوچار۔

"خیر جو بھی ہوتا ہے اچھے کے لئے ہوتا ہے، تم پریشان مت ہو۔ اب تم آزاد ہو جو چاہو کرو، اپنا نام بناؤ، کیریئر بناؤ، خوب پیسہ کماؤ پھر سب تمہارے قدموں میں ہو گا۔ اور ایک دن آئے گا جب تمہارا وہ دقیانوسی سوچ کا حامل شوہر۔" وہ کہتے کہتے رکی پھر اپنے جملے کی تصحیح کی۔ "سابقہ شوہر پچھتائے گا، بس تم اب اس فیز سے نکل آؤ تو ایک روشن مستقبل تمہارا منتظر ہے۔"

اور پتہ نہیں کیوں مگر تہذیب کے سابقہ کا کیا اضافہ ضویا کے دل میں کسی تیر کی طرح چبھا تھا۔ نظریں چراتی رخ پھیرے اس نے کھڑکی کے ہٹے پردوں سے باہر تیرتی رات کی تاریکی میں پناہ اختیار کی۔ تہذیب اسے کچھ وقت اکیلے رہنا کا مہیا کرتی اسکے کھانے کے لئے کچھ لانے کا کہتی اٹھ گئی۔

وہ خالی نظروں سے باہر خلاؤں میں گھورتی رہی۔

"کیا تھا ضوریز جو تم صرف اپنی چلانے کے بجائے کچھ میری بھی سن لیتے،مان لیتے تو آج میں یوں اتنا بڑا قدم نہ اٹھاتی،اس تکلیف سے نہ گزر رہی ہوتی۔ تم تو کہتے تھے میری آنکھ سے نکلنے والا آنسو تمہارے دل کی زمین پر گرتا ہے،پھر اب کیوں نہ دل نرم ہوا تمہارا؟ تم تو مجھ سے محبت کے دعویدار تھے،محبت میں تو لوگ محبوب کے عیبوں کو پال لیتے ہیں تم سے میرا ایک شوق نہیں پالا گیا۔ دیکھو کتنا اکیلا کر دیا ہے تم نے مجھے،کتنی بڑی قربانی مانگ لی میرے ایک خواب کی تم نے۔"

آنکھوں کی سوکھی جھیلیں پھر سے بھرنے لگی تھیں۔ اس نے خود کو روکا نہیں تھا۔ ایک آخری شام اس غم کے نام جو اس نے پایا تھا اپنے خوابوں کے خراج میں۔ وہ ایک بار کھل کر رونا چاہتی تھی اس پر جو وہ چھوڑ آئی تھی اپنے وجود کا ٹکڑا،اور ایک شخص کی بے پناہ محبت۔ اس ایک رات کا ماتم تو اسکا حق بنتا تھا۔

. . . .

اس صبح کا سورج جب طلوع ہوا تو مانو جیسے وہ بھی بجھا بجھا سا لگتا تھا، بادلوں کی اوٹ میں چھپا ہوا۔ سرمئی اندھیرے میں لپٹی مدھم سنہری روشنی اس گھر کی دیواروں سے ٹکرائی ،اس نے ساری رات وہاں بیٹھ کر بسر کر دی تھی، جسم اب اکڑن کا شکار تھا تو ٹانگیں شل ہو گئی تھیں، گود میں دبکی نور کسمسائی، اسکے دودھ پینے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیا اسے سنبھالتی ،بڑی دقت سے اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی۔ اندر کی جانب جاتے قدم من من کے برابر بھاری ہو رہے تھے۔ کیسا ذلت آمیز احساس تھا اسکی بہن اس گھر اور اس میں بسنے والے مکین پر چار حرف بھیج کر جا چکی تھی اور وہ کوئی ناطہ نہ ہوتے ہوئے بھی اب تک یہی پڑی تھی۔

دل ایک بار پھر سے بھرنے لگا، نیم تاریک راہداری سے ہوتے ہوئے وہ لیونگ ایریا میں آئی تو ایک بار پھر سے کل رات کا منظر کھلی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا۔ سب کسی فلم کی طرح سے دکھائی دیتا تھا اسے یاد تھا ضویا نے کس طرح اپنی نبض کاٹنے کی کوشش کی تھی ،ضوریز کتنا بے بس ہوا اسے آس و ہراس کے درمیان کھڑا دیکھ رہا تھا، اور وہ خود وہ کہاں

کھڑی تھی، اسکی گود میں تب بھی نور تھی، اسکی گود میں اب بھی نور ہے۔ صرف وہ دونوں تھیں جو اب بھی پہلے کی طرح تھیں، رات کا پہر دن میں بدل گیا، ضویا چلی گئی ، ضوریز کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وقت صرف ان دونوں کے لئے تھم گیا تھا۔

کچن میں جاکر اسکی فیڈر تیار کرتے اسے احساس ہوا تھا اسکا پیمپر بھی چینج کرنا تھا۔ اپنے کمرے میں آکر اس نے اسے بیڈ پر ڈالتے فیڈر دی، پھر اسکا پیمپر چینج کیا۔ واش روم جا کر ہاتھ دھوتی واپس آئی، نور دودھ پی چکی تھی اب بستر پر تازہ دم سی بیٹھی تھی، اسے دیکھ کر کھل کر مسکرائی، ایسا کرتے ہوئے اسکی چمکتی ستارہ آنکھیں اور بھی روشن لگنے لگتی۔

آج ہمیشہ کی طرح اسکی مسکراہٹ کے جواب میں وہ مسکرا نہیں سکی۔ اسکے سامنے گڑیا رکھی، ایک دو کھلونے اور رکھ کر اسے ان میں مگن دیکھ اس نے کمرے میں اپنے موبائل کی تلاش میں نظر دوڑائی۔ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا موبائل اٹھا کر نمبر ملانے سے پہلے اسکے ہاتھوں کی انگلیوں کی جنبش تھمی، چند لمحے سوچنے میں وقف کرتے جی کڑا کرتی وہ کال ملا چکی تھی۔

. . . .

صبح کا سنہرا پن دوپہر کی کڑکتی دھوپ میں ڈھل گیا تھا مگر اس گھر کی فضا میں ماتم کرتی خاموشی جوں کی توں برقرار تھی۔ وہ تین بار اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی نور کے لئے فیڈر تیار کرنے۔ اور تینوں بار اسکی نگاہ اس کمرے کے بند دروازے تک ضرور جاتی تھی ، اور ہر بار پہلے سے زیادہ مغموم ہو کر لوٹتی تھی۔ اس نے کل شام کے بعد سے اسے نہیں دیکھا تھا، وہ ٹھیک بھی تھا یا نہیں وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی۔ اتنی ہمت بھی اس میں نہیں تھی کہ ایک بار اسکا دروازہ بجا کر دیکھ لے وہ ٹھیک ہے؟

جس وقت دروازے پر بیل ہوئی تھی وہ ننگے پاؤں باہر کی جانب دوڑی، سامنے حسب توقع سحرش باجی تھیں۔ صبح سے نجانے کتنی دفعہ وہ انکے جلد آجانے کی دعا مانگتی رہی تھی ، اور اب جب وہ آگئی تھیں تو وہ انہیں سلام تک نہ کہہ سکی۔ اس سے پہلے ان سے جب بھی ملاقات ہوئی تھی بہت خوش گوار انداز میں ہوئی تھی، اور اس بار جیسے ہو رہی تھی وہ اسے فقط شرمساری سے دوچار کر رہی تھی۔

"ضوریز کہاں ہے؟"

ہاتھ میں پکڑے چھوٹے سے سفری بیگ کے ساتھ انہوں نے قدم اندر رکھتے فکر مندی سے پہلا سوال ہی یہی کیا تھا۔

"اپنے کمرے میں۔"

اسکی آواز پست تر تھی، جیسے کسی مجرم کی اعتراف جرم کے وقت ہوتی ہے۔ سحرش اس سے بنا کوئی دوسری بات کیے تیز رفتاری سے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

دروازہ بند کرتے وہ پلٹی تو دل بالکل خالی خالی سا تھا، ذہن کوری سلیٹ کی مانند ہو رہا تھا ،کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے مفلوج۔ اندر آئی تو اسکے کمرے کا دروازہ ہنوز بند تھا، کچھ دیر وہیں کھڑی وہ اسی جانب نگاہ ٹکائے کھڑی رہی، سحرش باہر واپس نہیں آئی تھیں، یعنی کہ وہ ٹھیک تھا، صحیح سلامت تھا۔ اتنے گھٹن آمیز ماحول میں بھی اسے کچھ تو سکون میسر ہوا ۔مرے مرے قدم لیتی وہ اپنے کمرے میں آئی تو نور بیڈ پر دونوں ہاتھ اور پاؤں پھیلائے سو رہی تھی۔ وہ معصوم ابھی بول نہیں سکتی تھی، مگر ماں باپ کی اتنی دیر تک غیر

موجودگی بھانپ گئی تھی۔ تبھی بے چینی کا شکار ہو رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی بمشکل حیا نے اسے سلایا تھا۔

بیڈ کے کنارے بیٹھی وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اسے اب کیا کرنا چاہیے تھا؟ اس وقت کا انتظار جب وہ دونوں بہن بھائی اسے دھکے مار کر اس گھر سے نکالتے؟ ہاں انہیں ایسے ہی تو کرنا چاہئے تھا۔ ضویا جو کچھ ضوریز کے ساتھ کر کے گئی تھی اسکے بعد ان سے کسی بھی اچھے رویے کی توقع کرنا عبث تھا۔

اپنے گالوں پر آئی نمی صاف کرتے وہ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی، سوٹ کیس نکال کر بیڈ پر رکھا اور اپنے کپڑے اس میں ڈالنے لگی، شام ڈھلنے سے پہلے اسے اپنا کوئی ٹھکانہ تلاش کرنا تھا، الماری سے کپڑے نکالتے اسے حیرت ہو رہی تھی بھلا اسے یہ سوچ پہلے کیوں نہیں آئی تھی۔

. . . .

باہر پھیلے دن کے اجالے نے اس کمرے میں جھانکنے کا تردد تک نہ کیا تھا۔ جس گھڑی سحرش نے وہاں قدم رکھے نیم اندھیرے نے انکا استقبال کیا تھا۔ کھڑکی کے آگے بھاری پردوں نے روشنی کی راہیں معدوم کر دیں تو کمرے میں کوئی لائٹ تک نہیں جلائی گئی تھی۔

دروازے سے ملحق دیوار پر لگے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا تو سارا کمرہ یک دم روشنی میں نہا گیا ۔وہ بیڈ کی پائنتی والی سائیڈ بیٹھا تھا۔ یک دم ہونے والی روشنی نے بھی اس پر کوئی اثر نہیں ڈالا، جھکے کندھوں اور نیچے کی جانب گرائے چہرے کے ساتھ وہ اکڑو حالت میں جوں کا توں بیٹھا رہا۔

سحرش اسکی جانب لپکی، اسکے قریب کھڑے ہوتے اسکا کندھا تھام کر ہلایا۔

"ضوریز۔"

اس پکار پر اس نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔ سحرش کا دل کسی نے جیسے مٹھی میں بھینچ ڈالا تھا۔

سرخ انگارہ ہوئی آنکھیں، بکھرے بال اور ستا ہوا چہرہ لئے اسکی حالت کسی لٹے پٹے بھٹکتے مسافر کی تھی جو بیچ سفر میں اپنی قیمتی متاع کھو چکا ہو۔

اپنے دونوں بازو اسکے گرد پھیلا کر اسے خود سے لگایا۔ ضوریز کے ساکت وجود میں کوئی جنبش اب بھی نہیں آئی تھی۔ سحرش کتنی دیر تک اسے خود سے لگائے وہیں کھڑی رہی ۔اور یہ وہ جذباتی سہارا تھا جس کی ضوریز آصف کو اس وقت اشد ضرورت تھی۔

بہت دیر بعد اسے خود سے الگ کرتے وہ وہیں اسکے ساتھ ٹک گئی۔

"کیا ہو گیا یہ سب ضوریز؟ اتنا سب کچھ ہو گیا اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ تم اور ضویا؟ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

وہ اب بھی بے یقین تھی جس کا برملا اظہار بھی کر رہی تھی۔

"مجھے خود پتہ نہیں چلا آپا۔ دیکھتے دیکھتے سب ختم ہو گیا ایسے جیسے کبھی کچھ تھا ہی نہیں ۔میرے سامنے کھڑے ہو کر اس نے مجھ سے آزادی مانگی۔ آپ کو پتہ ہے نور کی پیدائش پر وہ کتنا ڈری ہوئی تھی اسے کچھ ہو نہ جائے، موت سے کتنا خوف آتا تھا اسے اور کل۔۔۔ کل وہی ضویا میرے سامنے اپنی جان اپنے ہاتھوں لینے چلی تھی۔ اگر میں اسے نہ چھوڑتا تو وہ ایسا کر گزرتی۔ موت اسے مجھ سے، میرے ساتھ رہنے سے بہتر لگی تھی آپا ۔"

وہ انکی طرف دیکھ نہیں رہا تھا، چہرہ اب بھی نیچے کی جانب جھکا تھا اور آنکھوں کے کنارے بھیگے بھیگے سے لگتے تھے۔

"ضوریز۔"

سحرش خود بھی رو رہی تھی۔ وہ اسکا اکلوتا جان سے پیارا بھائی تھا۔ اور اسکی ضویا کے لئے دیوانگی سے بھلا وہ کب ناواقف تھی، اسکی تکلیف پھر بھلا کیسے نہ محسوس کرتی۔

"لیکن یہاں تک نوبت آئی ہی کیسے؟ مجھے نہ کبھی تم نے کچھ بتایا نہ ہی ضویا نے۔ صبح حیا کی کال آئی تو یقین جانو میرے تو پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی۔ بچے اسکول اور عزیر

آفس کے لئے نکل چکے تھے۔میں نے عزیر کو فون پر ہی بس اپنے جانے کا بتایا۔وہ خود شاکڈ تھے۔"

ضوریز نے چہرہ اوپر کیا، دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کرتے، آنکھوں کے پپوٹوں پر انگلیوں کا زور ڈال ایک گہرا سانس لیتا انکی طرف مڑا۔

"میں نے ایک بار کہیں پڑھا تھا خواہشات خود سر ہونے لگیں تو رشتے نگل جاتی ہیں ۔میرے اور اس کے درمیان اسکی خواہشات آ کھڑی ہوئیں، جن کے پار کھڑا میں اسے نظر آیا نہ نور نظر آئی آپا۔ورنہ بخدا محبت تھی اسے، بس نبھائی نہیں گئی نہ اس سے اور نہ ہی شاید مجھ سے۔"

آخری جملے تک آتے اسکی آواز پست تر ہوتی چلی گئی۔سحرش پورے دھیان سے نہ سن رہی ہوتی تو اسکی بات سنائی تک نہ دیتی۔وہ ذرا بھر پہلو بدلتا انکی طرف کچھ اور مڑا۔ایسا کرتے ہوئے جسم کے اعصاب میں کھچاؤ سا در آیا تھا۔اسے تو یاد بھی نہیں تھا وہ کب سے یوں بیٹھا ہوا تھا، شاید کل رات سے۔

"اسے لگتا تھا میری محبت خود غرض ہو گئی ہے۔ مجھے صرف اپنے احساسات کی پرواہ ہے ۔میں اسکی خوشی سے بے نیاز ہو گیا ھوں۔ میں اسے آگے بڑھتا، ترقی کرتا دیکھنا نہیں چاہتا۔ لیکن محبت خود غرض تو نہیں ہوتی۔ میں تو ہمیشہ اسے خود سے آگے دیکھنا چاہتا تھا ۔مجھے تو جنت میں بھی وہ خود سے دو قدم آگے چاہیے تھی۔ مگر اس نے میرے لئے کوئی راستہ ہی نہیں چھوڑا۔ کتنا بے بس ہو گیا تھا میں، اسے نہ چھوڑتا تو وہ حرام موت مرنے چلی تھی چھوڑ دیا تو بھی جانتا ہوں خود کو تباہ کر لے گی۔ کیا میں غلط تھا آپا جو اسے سینت سینت کر رکھنا چاہتا تھا؟ جو چاہتا تھا اسکے سر کی چادر پر بھی کسی کی میلی نگاہ نہ پڑے۔ وہ میری عزت تھی آپا۔ اسے پتہ ہونا چاہیے مرد محبت اور عزت میں ہمیشہ عزت کا چناؤ کرتا ہے، یہاں کوئی دوراہے نہیں ہوتا۔ محبت کتنی ہی پر شدت کیوں نہ ہو بات عزت پر آئے تو محبت چھپ کر ایک کونے میں بیٹھ جاتی ہے۔ مگر مرد کے عزت کے اس چناؤ میں پوشیدہ محبت عورت دیکھ کیوں نہیں پاتی۔ اندھی کیوں بن جاتی ہے؟"

بہت سارا ضبط کرنے کے باوجود ان سیاہ مڑی پلکوں سے مزین آنکھوں میں پانی تیرنے سے باز نہیں آرہا تھا۔ سحرش نے دونوں ہاتھ بڑھا کر اسکی آنکھوں کو موندتے، وہاں ٹھہرے پانی کو آزاد کردیا۔

پھر اسکا سر اپنے شانے پر ٹکا دیا۔ جہاں لفظوں کے دلاسے اپنا آپ کھو دیں وہاں خاموشی خود دلاسہ بننے لگتی ہے۔ بس احساس کی ڈور باقی ہونی چاہیے۔

وہ رو رہا تھا، سحرش کا شانہ مسلسل بھیگ رہا تھا۔ وہ محبت جو ایک کونے میں بیٹھ گئی تھی اب منہ زور ہوئی اسے ملامتوں کے نشانے پر رکھے ہوئی تھی۔

....

اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ سرعت سے بیٹھے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سحرش کو دیکھ کر نظریں چراتے اپنے تیار سوٹ کیس کی جانب نگاہ کی۔

"میں بس جانے ہی والی تھی۔ آپکا انتظار کر رہی تھی۔ نورا اکیلی تھی اس لئے۔"

شرمندگی سے پر آواز میں ناجانے کیوں اس نے وضاحت دیناضروری خیال کیا تھا۔سحرش نے ایک نظر اسکاخوف زدہ چہرہ دیکھتے،اسکے سوٹ کیس پر نگاہ ڈالی۔

"کہاں جاؤگی؟"

وہ بغور اسکاخفت سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھ رہی تھی۔حیاکے لیے اس سے نظریں ملانامحال ہو رہا تھا۔

"ابھی تو شاید باہر اندھیرا چھانے لگاہے،ہم جہاں رہتے تھے وہاں محلے دار بہت اچھے تھے رات انکے ہاں گزار کر صبح ابو کے آبائی گاؤں چلی جاؤں گی۔وہاں رشتے دار ہیں ہمارے۔"

اسکے مدہم آواز میں کہنے پر سحرش نے سر ذرا ابھر ہلاتے ہنکارا ابھرا پھر گویاہوئی۔

"اگر اتنے ہی اچھے تمہارے رشتے دار ہوتے تو تمہارے ابو تمہاری ذمہ داری ضوریز کو کیوں سونپ کر جاتے؟"

سحرش کے لب و لہجے میں کوئی طنز نہیں تھا مگر پھر بھی اسے چھبن کا شدید احساس ہوا تھا ،اور اس سے بڑھ کر اپنے بے آسرا ہونے کا۔

وہ رو دینے کو ہو رہی تھی۔ سحرش نے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ایک نفس کی سرکشی کتنی زندگیوں میں بھونچال کا باعث بن گئی تھی۔

"کچھ دن صبر کرو تمہارا رہنے کا کہیں محفوظ انتظام ہو جائے گا۔یوں تم چلی گئی کچھ اونچ نیچ ہو گئی تو اس کا گناہ بھی ہمارے سر ہی ہو گا۔"

رکھائی سے کہتے اس کے شدت ضبط سے سرخ پڑتے چہرے پر ایک نظر ڈال،وہ آگے بڑھ کر بیڈ پر بیٹھی نور کو اٹھاتے چلی گئی۔

لرزتے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے وہ بیڈ پر بیٹھی تو کب سے چھلکنے کو بے تاب آنسو گالوں پر بہنے لگے۔

. . . .

ڈھلتی شام، گھپ اندھیری رات میں ضم ہو گئی تھی۔ مگر اس گھر میں اب سارا وقت ایک سا ہی محسوس ہو تا تھا ٹھہرا ہوا، وقت کی گھڑی رک سی گئی تھی۔ غم کا موسم ٹھہر جائے تو آتے جاتے پہروں کی گنتی بھلا رکھتا بھی کون ہے۔

وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ نہ کوئی اسکے کمرے میں واپس آیا تھا۔ سحرش کے آنے سے گھر میں چھائی ہولناک خاموشی میں کچھ کمی تو آئی تھی۔

کمرے میں اس نے پنکھا تک نہ چلایا تھا۔ پسینے کی ننھی ننھی بوندیں اسکے چہرے پر سے پھسلتی گردن تک جاتی تھیں مگر وہ بے حس بنی بیٹھی رہی۔ باہر سے وقفے وقفے سے سحرش کے بولنے کی آواز آتی رہی، اس نے اپنے شوہر کی طرف کال کر کے اسے ساری تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔ بیچ میں ایک دوبار نور کے رونے کی آواز بھی شامل تھی۔

اذان عشاء کب کی ہو چکی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد دعا کے لئے اس نے ہاتھ نہیں اٹھائے تھے، نہ ہی کچھ طلب کیا تھا، بس بہت سارا روئی تھی، اتنا کہ دل کا سارا غبار دھلنے لگا۔

باہر سے اب سحرش کی ایک بار پھر سے آواز آرہی تھی،وہ ضوریز کو کھانے کا اصرار کر رہی تھی۔اسے یاد آیا،کل شام سے اب تک اس نے بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔مگر یہاں ایسا کوئی نہیں تھا جو اسکی فکر میں یوں ہلکان ہوتا جیسے سحرش ضوریز کے لئے ہو رہی تھی۔

شدید بھوک کے باوجود وہ باہر نہیں نکلی تھی،خود میں ان دونوں کا سامنا کرنے کی نہ تو اس میں ہمت تھی اور نہ ہی ڈھٹائی۔یہ جو لوگ کہتے ہیں نا ہماری زندگی ہم جیسے چاہیں گزاریں،ہم خود مختار ہیں جو چاہے کرتے پھریں،غلط کہتے ہیں۔کہنے والے بھول جاتے ہیں ماچس کی ایک تیلی اگر آگ پکڑلے تو اپنے ساتھ باقی سب تیلیوں کو بھی جلا کر بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔

ہمارے رشتے بھی تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ایک فرد کا کیا پورے خاندان کو متاثر کرتا ہے ،کسی ایک کے کیے جرم کی سزا اسکے متعلقہ کہیں لوگ بھگتتے ہیں۔معاشرہ خود جب منصف بنتا ہے تو کوئی رعایت نہیں کرتا۔اور بے شک جس معاشرے میں ہم سانس لیتے ہیں وہ ایک برا منصف ہے۔عدل کے تقاضوں سے یکسر لا علم۔

نور کو سحر ش جو لے کر گئی تو پھر واپس نہیں لائی تھی۔ مختلف سوچوں کے تانے بانے بنتے ،اور کچھ بھوک کے باعث اسے نیند بھی دیر سے آئی تھی۔ رات ایک بجے کے قریب اسکی آنکھ نور کے رونے پر کھلی تھی۔ وہ مسلسل رو رہی تھی، مضطرب سی وہ اٹھ بیٹھی ۔کچھ دیر اسکے چپ ہونے کا انتظار کیا، مگر اسکا رونا کم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی جارہا تھا ۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے وہ اب بیڈ سے اتر کر نیچے اتری کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی۔

آخر اس سے رہا نہ گیا تو کمرے سے باہر نکل آئی۔ اسکے کمرے سے ملحق گیسٹ روم کے طور پر استعمال ہونے والے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ وہیں چوکھٹ پر رک گئی۔ سحر ش نور کو کندھے سے لگائے تھپکتی کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی۔ واپس مڑی تو نظر دروازے میں کھڑی حیا پر پڑی۔ وہ وہیں رک گئی۔ حیا اسے اپنی طرف متوجہ ہو تا دیکھ کچھ گڑبڑاہٹ کا شکار ہوئی تھی۔

"نور مجھے دے دیں۔ میرے پاس جلدی بہل جاتی ہے۔"

کمزور سی آواز میں کہتے اسکی نظریں اسے دیکھ کر اسکی طرف آنے کو مچلتی روتی نور پر ٹکی ہوئی تھیں۔وہ چاہ کر بھی آگے بڑھتے اسے سحرش سے لے نہیں سکی تھی۔سحرش کچھ دیر اسے خاموشی سے دیکھتی رہی، پھر اپنی بازوؤں میں مچلتی نور کو دیکھا تھا۔اور پھر اسی خموشی کے ساتھ قدم اسکی طرف بڑھائے۔

حیا بھی دو قدم آگے بڑھی،نور کو سحرش سے لیتے اس کا دل سکون سے بھرتا چلا گیا۔تشکر آمیز نظروں سے سحرش کو دیکھتے وہ پلٹی تھی اور اسکے بڑھے قدم ایک لمحے کے لیے تھم سے گئے۔دروازے سے ملحق دیوار کے ساتھ رکھی کرسی پر وہ بیٹھا تھا، سرمئی رنگ کے کرتا شلوار میں وہ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔اور اسکی سیاہ آنکھیں سرخ ہوتی اسے عجیب سے خوف کا شکار کر گئی تھیں۔نور کو کچھ اور مضبوطی سے خود سے لگائے وہ وہاں سے تیزی سے نکل آئی تھی۔اپنے کمرے میں آکر دروازہ بند کرتے اس نے کب سے روکا سانس خارج کیا تھا۔اک جھرجھری سی لیتے خود کو اسکی آنکھوں میں ناچتی وحشت کے حصار سے باہر نکالنے کی تگ ودو کرتے اپنی ساری توجہ نور پر مرکوز کر دی۔کچھ ہی دیر میں وہ اسے سلانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔بیڈ پر اسکے ساتھ لیٹتے اب وہ

پہلے ساخالی اور اکیلا پن محسوس نہیں کر رہی تھی۔اسکے قریب لیٹے،اس کے گرد اپنے چھوٹے سے بازو کا حصار بنائے، سوئی ہوئی نور کا ننھا سا وجود اسے تحفظ کا احساس فراہم کر رہا تھا۔

....

اگلی صبح نور ابھی سو رہی تھی جب وہ اسکا فیڈر بنانے کچن میں آئی، سحر ش وہاں پہلے سے ہی موجود تھی۔اسے دیکھ کر اسکے قدموں کی رفتار سست پڑی۔

آہستگی سے اسے سلام کرتے وہ سنک کی طرف بڑھتی نور کا فیڈر دھونے لگی تھی۔

"رات تم کھانا کھانے باہر نہیں آئی۔"اچانک پوچھے گے سوال پر حیا کے چلتے ہاتھ تھم سے گئے۔

"تمہارا کھانا رکھ دیا تھا میں نے۔مجھے لگا جب بھوک ہو گی تو آکر کھا لو گی۔ صبح آئی تو سب ویسے کا ویسا رکھا تھا۔"

سحر ش ناشتہ بناتے مصروف سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ حیا نے فیڈر دھو کر پانی کا نل بند کیا۔

"آپ کے اس قدر خیال کرنے کا شکریہ سحر ش آپا۔ مجھے بھوک نہیں تھی۔"

فریج میں سے دودھ نکالتے وہ انکے برابر آ کھڑی ہوئی تھی۔ چولہا جلا کر پین میں گرم ہونے کے لئے دودھ انڈیلا۔

"ویسے بھی آپ کی میں پہلے ہی بہت مشکور ہوں۔ اتنا سب ہونے کے باوجود آپ لوگوں نے مجھے اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے۔ لیکن میں جلد ہی چلی جاؤں گی۔ اپنی ایک دوست سے بات کی ہے میں نے۔ وہ ہوسٹل میں رہتی ہے انشاء اللہ میرے لئے بھی جلد انتظام ہو جائے گا۔"

سحر ش نے اسکی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس سے نظریں اب بھی نہیں ملا پا رہی تھی۔

"ایک بات کہوں؟" سحر ش کی آواز میں نرمی در آئی۔ اس بار حیا گردن گھما کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔ "دوسروں کی غلطیوں کی سزا خود کو دینا حماقت ہوتی ہے۔ یہ اپنے ساتھ

کیا جانے والا ہمارا وہ پہلا ظلم ہوتا ہے جو مظالم کی نئ راہیں کھول دیتا ہے۔ جس کے بعد دوسروں کو شہ ملتی ہے کہ وہ ہمارے ناکردہ گناہوں کی ہمیں جو چاہے سزا دیتے پھریں ۔اپنے لئے یہ سزا خود منتخب نہ کرو، پہلا حصہ اگر تم خود ڈالو گی تو یہ چکر چلتا رہے گا اور تمہیں یوں ہی تکلیف ہوتی رہے گی۔"

سحر ش نے اسکا کندھا نرمی سے تھپکا۔دودھ ابل چکا تھا۔سحر ش نے اسے گھم صم دیکھ کر ہاتھ بڑھاتے چولہا بند کیا۔حیا بے یقینی بھری کیفیت سے نکلتی آنکھیں جھپک کر رہ گئ۔

پین اتار کر وہ دودھ ٹھنڈا کرنے لگی دل بھرنے کو بے قرار ہو گیا تھا۔

"نور اٹھ گئ ہے کیا؟"

چائے فلاسک میں ڈالتی سحر ش نے سوال کیا۔

"نہیں۔ابھی سو رہی ہے۔"

سحر ش کا حوصلہ افزا رویہ اس کی ڈھارس بڑھا گیا تھا۔اب اسکی آواز میں وہ پہلے سی مژدگی باقی نہیں رہی تھی۔

"تو پھر بیٹھو۔ناشتہ کر کے جانا۔اتنی دیر خالی پیٹ رہنا صحت کے لئے ٹھیک نہیں ہوتا۔"

کہہ کر وہ پلٹنے کو تھی جب ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ حیا نے اسے پکارا۔

"سحرش آپا۔"

جاتے جاتے وہ رکی،حیا کی طرف دیکھا تو وہ اسکے گلے لگتی رونے لگی تھی۔سحرش نے ایک گہرا سانس لیتے اسکی پشت سہلائی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں بیٹھی ناشتہ کر رہی تھیں۔فضا میں پھیلا بوجھل پن آہستہ آہستہ دور ہوتا جا رہا تھا۔

....

تین دن بعد وہ آفس گیا تھا اور اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے گھر کے باہر نکلتے ہی ہر شخص جو اسے دیکھ رہا ہے اسی کے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہا ہو،لوگ اسے دیکھ کر سرگوشیاں

کر رہے ہوں۔ اسکے گھر کی باتیں ہر زبان عام پر ہوں، حالانکہ ایسا کچھ نہیں تھا مگر وہ پھر بھی ہر ایک کو مشکوک نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔

شام کو وہ گھر آیا تو محلے کی دو تین عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، سحرش انکے پاس بیٹھی تھی ۔اسے آتا دیکھ کر انکے چہرے پر افسوس و ہمدردی کے ملے جلے تاثرات ابھرے ۔آہستگی سے سلام کہتا وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ دروازہ بند کرتے بیڈ پر بیٹھا وہ جوتے اتار رہا تھا اور باہر سے آتی آوازوں نے اسکی سماعت کو جکڑا ہوا تھا۔

"بس ایسی ہی بد نصیب عورتیں ہوتی ہیں جو اپنا گھر خود خراب کر دیتی ہیں۔ اتنے سال ہو گئے مجھے بیاہ کر اس محلے میں آئے۔ یہ دیوار سے دیوار جڑی ہے مگر مجال ہے جو آج تک ضوریز بھائی کی کبھی اونچی آواز سنی ہو۔ ضویا تو خود اتنی تعریفیں کیا کرتی تھی انکی۔ بس نظر لگ گئی دونوں کی آپسی محبت کو۔"

یہ حنا تھی، ساتھ والے گھر سے آئی تھی۔ یقیناً سحرش نے انہیں ساری کہانی سنائی ہو گی تبھی اب وہ تاسف کا اظہار کر رہی تھی۔

"ارے نظر کیا لگنی تھی۔ لت لگ گئی تھی ضویا کو۔ سنا نہیں سحرش نے کیا کہا وہ ماڈلنگ کرنا چاہتی تھی۔ ٹی وی پر دیکھا نہیں تم نے ماڈلز کیسے کیسے واحیات کپڑے پہن کر بن ٹھن کے ریمپ واک کرتی ہیں۔ اب بھلا کون سا غیرت مند مرد ہو گا جو اپنی بیوی کو یہ سب کرنے کی اجازت دیتا ہو گا۔ خاص طور پر ہم جیسے مڈل کلاس لوگ کہاں برداشت کرتے ہیں یہ سب۔ توبہ ہے۔ اللہ سب کی عزتوں کو اپنے امان میں رکھے ایسا بھی کیا پیسے اور شہرت کا نشہ کہ عورت میں سے حیا ہی ختم ہو جائے۔"

اب کی بار ایک اور نسوانی آواز میں تبصرہ ہوا تھا۔ ضوریز کے چہرے کا رنگ ہر گزرتے لمحے بدلتا جا رہا تھا۔ آنکھوں میں ڈھیر ساری تکلیف کے رنگ آ ٹھہرے تھے۔ وہ اسکی بیوی تھی جس کے بارے میں اسی کے گھر بیٹھ کر یوں بات کی جا رہی تھی۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر دونوں اطراف بستر پر ٹکائے وہ گردن نیچے پھینکے آنکھیں بند کر گیا۔ ذلت، اہانت، بے بسی، غصہ، سبکی، ملال ایسا کون سا احساس تھا جو اس وقت اسکے دل کو اپنی لپیٹ میں نہیں لئے ہوئے تھا۔

"سحر ش میں تو تم بہن بھائی کے ظرف کو سلام کرتی ہوں۔ اتنا سب ہو گیا مگر پھر بھی اسکی بہن کو یہاں پر رکھا ہوا ہے تم لوگوں نے۔ اور ضویا کو دیکھو کیسے ضوریز کے احسانات کو اپنے قدموں میں رولتی چلی گئی۔ صحیح کہا ہے کسی نے اوقات سے بڑھ کر مل جائے تو بے نسلے لوگ اپنا آپ بھول جاتے ہیں،۔"

مزید سننا محال ہوا تو وہ اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔ ٹھنڈے پانی سے شاور لیتا باہر آیا تو بھی جسم سے بھاپ نکلتی محسوس ہو رہی تھی یوں جیسے شریانوں میں دوڑتا خون کھول رہا ہو۔

باہر سے آتی آوازیں بند ہو گئی تھیں۔ سفید ٹی شرٹ اور گرے ٹراؤزر میں ملبوس وہ گلے میں ڈالا تولیہ وہیں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے بنا بالوں کو برش کیے ہی باہر نکل آیا۔

صوفے پر بیٹھی سحر ش سبزی کاٹ رہی تھی۔ اسے ایک نظر دیکھ کر پھر سے اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

"کیوں آئیں تھیں یہ۔"

وہ اسکے عین سامنے آکر کھڑا ہوتا پوچھ رہا تھا۔ لہجہ اکھڑا اکھڑا سا تھا۔

"ملنے آئی تھیں۔"

بنا ہاتھ روکے بھنڈی کاٹتے سحر ش نے بتایا تھا۔

"آپ نے کیوں بتایا انہیں؟"

سحر ش نے متعجب انداز میں نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا، سرخ چہرے کے ساتھ وہ اس پر بگڑ رہا تھا۔

"وہ ضویا کا پوچھ رہی تھیں کیا کہتی میں؟ اور ایسی باتیں زیادہ دیر تک ڈھکی چھپی رہتی ہی کب ہیں۔ آج نہیں تو کل سب کو پتہ چلنا ہی تھا۔"

سحر ش نے رسان بھرے لہجے میں سمجھانا چاہا تو وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گیا۔

"وہ میری بیوی کے بارے میں ایسی باتیں کر رہی تھیں آپا۔" اسکی آواز اونچی ہو گئی ، سحر ش نے چھری ٹرے میں رکھتے، گہرا سانس بھرا۔ پھر سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"وہ تمہاری بیوی تھی ضوریز اب نہیں ہے۔"

کہنے کو اک ذرا سا صیغہ ہی بدلا تھا مگر فرق زمین و آسمان جتنا آ گیا تھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے آپا۔ وہ میری عزت تھی جسے یوں زبان عام پر لایا جا رہا ہے۔ میرے ہی گھر میں بیٹھ کر اسکے بارے میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں اور آپ نے انہیں روکا تک نہیں۔ بخدا اگر آپ کا خیال نہ ہوتا تو میں نے خود باہر آ کر انہیں گھر سے نکال دینا تھا۔"

اسکے ماتھے کی رگ نمایاں ہوتی اسکے ضبط بھرے غصے کی گواہ تھی۔ سحرش اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"فرق پڑتا ہے ضوریز۔ وہ اب تمہاری بیوی نہیں ہے اور نہ ہی تمہاری عزت ہے۔ اور کس عزت کی بات کر رہے ہو تم۔ جب اسے خود عورت ہو کر اپنی اور تمہاری عزت کا کوئی خیال نہیں تھا تو تم کیوں اپنی جان ہلکان کر رہے ہو۔ غلط کو سب غلط ہی کہیں گے۔ گھر جب ٹوٹتے ہیں تو قصوروار چاہے مرد ہو یا عورت، لعنت و ملامت دونوں کے حصے میں ایک جیسی آتی ہے۔ اس لئے اسکے لئے اب اور خون جلانا بند کر دو تم۔ جس کی عزت کی اتنی فکر ہو رہی ہے نا تمہیں تو یاد رکھو ضوریز اس نے اپنی خوشی سے تم سے طلاق لی ہے

۔ذلت کا یہ سودا بڑی خوشی خوشی کیا ہے اس نے، اس لئے بس کر دو۔ تمہیں اس پر نہیں خود پر رحم کھانے کی ضرورت ہے۔"

اسکے قریب آتے اسکے بازو کو پکڑتے آخری جملا ادا کرتے، سحرش کی آواز میں بھائی کے لئے دکھ بول رہا تھا۔لب بھینچے وہ بنا کچھ آگے سے کہے جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس چلا گیا۔سحرش نے آنکھوں میں نمی لئے اسے جاتے دیکھا تھا۔

اپنے کمرے میں بیٹھی حیا نے من وعن ساری باتیں سنی تھیں، جب وہ عورتیں آئی تھیں دروازہ بھی اسی نے کھولا تھا، ریفریشمنٹ کے لوازمات لئے جب وہ لیونگ ایریا میں آئی تھی تب انہوں نے سحرش سے ہی ضویا کی بابت سوال کیا تھا، بدلے میں سحرش کے بتانے پر انہوں نے کتنی عجیب نظروں سے حیا کی جانب دیکھا تھا کہ وہ نگاہیں اس کے دل میں کھب سی گئیں۔شرمندگی کا اس قدر شدید احساس تھا کہ آنکھوں میں چمکتے پانی کے ساتھ وہ مزید وہاں ایک پل کے لئے نہ رک سکی۔

ان کی باتوں نے اسے کس قدر دکھی کیا تھا، اسکا باپ ساری زندگی دین کی خدمت کرتا رہا اور اسی باپ کو بے نسل ہونے کا سرٹیفیکیٹ ملا تھا۔ضویا کا ایک قدم، اسکے باپ کی تمام

عمر کی نیک نامی پر سیاہ دھبہ لگا گیا تھا۔ شکر تھا وہ پہلے ہی مر گئے تھے ورنہ اسکے اس کارنامے نے انہیں جیتے جی مار ہی تو دینا تھا۔

وہ تو ابھی اپنے غم کا ماتم منا رہی تھی جب ضوریز نے آکر اسکی تکلیف کو مزید بڑھاوا دیا تھا

۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ زیادہ دکھ کس کے لئے منائے، ضوریز کے لئے جو محبت میں نبھاتے نبھاتے ہار گیا یا ضویا کے لئے جس نے سب پا کر کھو دیا اور اس پر ستم ظریفی کا یہ عالَم کہ وہ اس ہار کو اپنی جیت تصور کر رہی تھی۔

اور اس سب میں ایک وہ تھی جو آندھیوں کی زد میں زرد پتے کی مانند ہلکی ہو گئی تھی، ہوا کا رخ کس جانب مڑنا تھا وہ خود نہیں جانتی تھی، اور آنے والا وقت کون سا نیا طوفان لانے والا تھا وہ یکسر لاعلم تھی۔

....

ضویا کی زندگی ایک دم سے بدل گئی تھی، اس نے خود کو دانستہ اتنا مصروف کر لیا تھا کہ کوئی یاد اسکے دل و دماغ کا در کھٹکٹاتی بھی تھی تو بے مراد لوٹ جاتی تھی، اب تو پہلے سی کوئی پابندی بھی نہ رہی تھی وہ لیٹ نائٹ شوز بھی کرتی تھی۔ملک کی ایک نامور فیشن ایجنسی نے اسے اپروچ کیا تھا، وہ اور تہذیب کراچی شفٹ ہو گئی تھیں، جانے سے پہلے بہت چاہنے کے باوجود وہ نور اور حیا سے ملنے نہیں گئی تھی۔ پیچھے کے سبھی در بند کرنے تھے تو یہ ضروری تھی، یہاں تک کہ اس نے اپنا موبائل نمبر تک

بدل لیا تھا۔

اسکی زندگی کا اب ایک ہی مقصد تھا اپنے خوابوں کو جینا اور انہیں پورا کرنا اور اس دن اسکی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی جب اسے پتہ چلا تھا وہ دبئی میں ہونے والے ایک فیشن ویک کے لئے سلیکٹ کر لی گئی ہے۔اگر یہ وہ کامیابی تھی جس کے لئے اس نے سب

چھوڑا تو ہاں وہ کامیابی کے پہلے زینے پر اپنے قدم مضبوطی سے جمائے نظریں منزل پر ٹکائے ہوئے تھی۔

اسکی زندگی کا پہیہ جہاں اتنی تیز رفتاری سے گھوم رہا تھا وہی جنہیں وہ پیچھے چھوڑ کر آئی تھی انکی زندگیوں پر اک جمود سا چھایا ہوا تھا جو نہ مٹتا تھا نہ کوئی مٹانے کی چاہ رکھتا تھا۔

پورے محلے میں، عزیز و اقارب میں ضوریز اور ضویا کی طلاق کی خبر اتنی تیزی سے پھیلی تھی کہ یوں تو شاید جنگل میں آگ بھی نا پھیلتی ہو گی۔

سحرش خود اب دوہری پریشانی میں مبتلا ہو چلی تھی۔ ایک طرف بھائی کا گھر ٹوٹنے کی تکلیف، دوسری طرف اپنے بچے اور شوہر کی فکر۔ اسکا قیام یہاں جتنا لمبا ہوتا جا رہا تھا اتنا ہی اسکا اپنا گھر بار ڈسٹرب ہو رہا تھا۔ حیا نے دو تین بار اپنے جانے کی بات بھی کی تھی مگر وہ ہر بار رسان سے ٹال دیتی۔ نور کا حیا سے لگاؤ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی، ایسے میں اس کے جانے سے نور کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔

ضوریز نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ اگر یہ بزدلی تھی تو وہ اعتراف کرتا تھا ہاں وہ بزدل ہے۔ اسے گھر سے نکلتے خوف آتا تھا سر راہ کوئی اسے روک کر کچھ استفسار نہ کر بیٹھے

۔ایسی بزدلی ہر اس مرد کے نصیب میں لکھ دی جاتی ہے جس سے منسلک عورت دلیری کا ثبوت دیتے گھر کی چوکھٹ پار کر جاتی ہے۔

. . . .

وہ کچن میں پانی پینے آیا تھا جہاں نور کو لئے حیا پہلے سے موجود تھی۔بے بی سٹنگ چیئر پر نور بیٹھی تھی اور اس کے سامنے پنجوں کے بل حیا نیچے بیٹھی ہاتھ میں پکڑے باؤل سے اسے کھیر کھلا رہی تھی۔ پچھلے ایک ماہ میں اس نے چند ایک بار ہی نور کو دیکھا تھا۔زیادہ تر وہ حیا کے پاس پائی جاتی تھی اور حیا اسکی گھر پر موجودگی کے وقت اپنے کمرے سے نکلنے سے گریز برتتی تھی۔اسے دیکھ کر اسکا پورا وجود شرمساری سے پانی پانی ہونے لگتا تھا۔

اپنے پیچھے ہوتی آہٹ پر وہ مڑی،اسے دیکھتے وہ سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی،چند ہفتوں میں ہی وہ کیا سے کیا ہو گیا تھا،بڑھی ہوئی شیو،آنکھوں کے نیچے حلقے جیسے وہ راتوں کو

جاگتا رہتا ہو اور چہرے کی کملائی ہوئی رنگت۔ وہ اسکا جائزہ لینے میں اتنی مگن تھی کہ اس کے گہری نظروں سے دیکھنے پر جزبز ہوتی نظریں ہٹاتی جھل ہوئی۔

ہاتھ میں پکڑا باؤل کاؤنٹر پر رکھتے وہ جھک کر نور کو اٹھا رہی تھی۔

ضوریز نے آگے بڑھ کر فریج میں سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی۔

"حیا؟"

وہ باہر جانے لگی تبھی اپنے نام کی پکار پر وہ بے یقینی میں گھری جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی ۔وہ اسے مخاطب کرے گا اسے توقع نہیں تھی۔جب سے ضویا گئی تھی اسکا اور ضوریز کا جب بھی سامنا ہوا تھا وہ اسے یوں نظر انداز کر دیتا تھا مانو جیسے اسکا وجود ہوا میں کہیں تحلیل ہو گیا ہو۔

نور کو مضبوطی سے اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھائے وہ پلٹ کر اسکی طرف دیکھنے لگی جو اب میز پر رکھے گلاس میں پانی انڈیل رہا تھا۔ نظریں پانی کی گرتی دھار پر جمی تھیں ،چہرے پر حد درجہ سنجیدگی تھی۔

"تم یہاں سے کب جا رہی ہو؟"

لہجہ سرسری سا تھا، مگر سوال ایسا تھا کہ حیا کا جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس سے بڑھ کر سبکی کیا ہو گی وہ اب تک اسکے گھر میں موجود تھی اور وہ اپنے منہ سے اسے جانے کا کہہ رہا تھا۔ پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگاتے ضوریز نے اسکی جانب دیکھا تو گلابی دوپٹے کے ہالے میں اسکا چہرہ بھی گلابی سا ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں چمکتا پانی ڈھیر ساری شرمندگی لئے ہوئے تھا۔

"میں نے سحرش آپا سے کہا تھا مگر وہ نہیں مانیں۔"

بمشکل آواز حلق سے نکلنے پر آمادہ ہوئی بھی تو مری مری سی تھی۔ ضوریز نے گلاس واپس میز کی سطح پر رکھتے سر کو ذرا سا خم دیا۔

"آپا پتہ نہیں کیوں سب جان کر بھی انجان بن رہی ہیں لیکن اب تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ تمہاری یہاں موجودگی پر سوال اٹھا رہے ہیں اس لئے بہتر ہو گا تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

سپاٹ سے انداز میں کہتا وہ کوئی اور ضوریز لگتا تھا۔ یہ وہ ضوریز نہیں تھا جو اسکے یونی سے واپسی پر ذرا سی دیر ہو جانے پر فکر مند ہو جایا کرتا تھا۔ حیا کا دل بھرنے لگا، اسے اس لمحے بھول گیا تھا اب وہ پہلے والا ضوریز نہیں تھا تو حالات بھی پہلے سے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیاں سے ضویا کا حوالہ نکل گیا تھا، جس کے بعد باقی کچھ رہا نہیں تھا۔

"میں چلی جاؤں گی۔"

حیا نے نظریں چرائی۔

"جتنی جلدی چلی جاؤ گی اتنا ہی بہتر ہو گا۔"

وہ شاید اسے مشورہ دے رہا تھا یا تنبیہ کر رہا تھا، وہ اندازہ نہیں کر سکی۔ ہلکا سا سر ہلاتی وہ جانے کے لئے مڑتی، باہر نکل گئی۔

. . . .

رات کو وہ اپنے کمرے میں موجود تھا جب سحرش وہاں آئی تھی۔ چہرے پر سنجیدگی اور کچھ دبا دبا غصہ لئے وہ اسے گھور رہی تھی۔ اپنے صبح آفس کے لئے شرٹ پریس کرتے اسکے ہاتھ تھمے، اور سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"حیا کو جانے کا تم نے کہا ہے۔" وہ پوچھ رہی تھی یا بتا رہی تھی، انداز میں ناگواری جانچتے ضوریز نے گہرا سانس بھرتے دوبارہ سے شرٹ پر اپنی توجہ مرکوز کی۔

"تو اس میں غلط کیا ہے۔ اسے یہاں سے چلے جانا چاہیے اب۔" وہ ہنوز پر سکون تھا۔

"لیکن وہ جائے گی کہاں ضوریز۔"

سحرش زچ سی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"یہ میرا درد سر نہیں ہے۔ اپنی بہن کے پاس چلی جائے یا کسی اور رشتے دار کے پاس۔"

کہتے ہوئے اس نے چہرہ اوپر نہیں اٹھایا تھا۔ پاس کھڑی سحرش نے اسے تاسف سے دیکھا

۔

"بہن ساتھ رکھنے والی ہوتی تو یوں چھوڑ کر ہی کیوں جاتی؟ اور تم کب سے اتنے پتھر دل ہو گئے؟ کسی کی لاچارگی کی یوں بے لحاظی کرنا کہاں سے سیکھ لیا تم نے؟"

وہ اسے لتاڑ رہی تھیں۔ ضوریز نے استری کا پلگ نکالتے زہر خند انداز میں مسکراتے اسکی جانب نگاہ اٹھائی۔

"چھوڑیں آپا۔ آپ دل کی بات کرتی ہیں مجھے تو اپنا آپ اجنبی سا لگنے لگا ہے، نرم دلی، ہمدردی، لحاظ یہ سارے جذبات میرے اندر سے مر گئے ہیں، اس لئے یہ بیکار کی کوشش مت کریں۔ کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔"

اسکے شکست خوردہ سے انداز دیکھ سحرش نرم پڑی۔ اسکے قریب آ کر رکتے اسکا بازو تھاما۔

"تم سب بھول کیوں نہیں جاتے ضوریز۔ کب تک یوں اپنا جی جلاتے رہو گے۔"

شرٹ ہینگر پر ٹانگتے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بھول جاؤں گا۔ آپ فکر مت کریں۔"

اسکے چہرے کے تاثرات اسکے کہے لفظوں کی بھرپور نفی کر رہے تھے۔

"میں فکر کیسے نہ کروں۔ میرے ایک ہی تو بھائی ہو تم۔ میرے سوا اور کون ہے جو تمہاری فکر کرے گا۔ تم مجھے میرے بچوں کی طرح عزیز ہو ضوریز۔ تمہاری فکر نہ ہوتی تو پچھلے ایک ماہ سے یہاں نہ بیٹھی ہوتی۔"

سحرش کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں، ضوریز نے بے بسی بھرے انداز میں اسے دیکھا پھر اسکے شانے کے گرد اپنا بازو پھیلا کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"آپ واپس کب جا رہی ہیں؟ عزیر بھائی، بچے پیچھے ڈسٹرب ہو رہے ہیں۔ میں اسی لئے چاہتا ہوں حیا جلد از جلد یہاں سے چلی جائے، پھر آپ بھی چلی جائیے گا۔"

اسکا سر چومتا وہ اسے خود سے الگ کرتے اپنی شرٹ الماری میں ہینگ کرنے کو آگے بڑھ گیا۔

"اور نور کا کیا ہو گا؟"

اس کی پشت دیکھتے سحرش نے نیا سوال داغا۔

"اسکے لئے کسی کیئر ٹیکر کا انتظام کرلوں گا میں۔"

"تم شادی کرلو ضوریز۔"

اچانک سے سحرش کی ملتجی آواز سنائی دی تو الماری بند کرتے اسکے چہرے کا رنگ بدلا۔

مگر جب وہ پلٹ کر اسکی جانب مڑا تو کھوکھلے سے انداز میں ہنسا۔

"مذاق اڑا رہی ہیں میرا؟" اس کی آنکھوں میں ٹھہرا حزن چھپائے نہ چھپتا تھا۔ سحرش کا دل کچھ اور گرفتہ ہوا۔ سر نفی میں ہلاتے وہ ہنوز اس کی طرف دیکھتی اسکے چہرے کے تاثرات جانچ رہی تھی۔

"نہیں۔ التجا کر رہی ہوں تم سے۔ آگے بڑھ جاؤ۔"

ضوریز نے لب کاٹتے بے بسی سے گردن کو جنبش دی، چہرہ نیچے گرا کر آنکھیں بند کرتے ایک گہرا تھکن زدہ سانس باہر دھکیلا۔

"آگے بڑھنا اتنا آسان کب ہوتا ہے۔ ٹوٹے رشتے کی کرچیاں قدموں کو آگے بڑھنے ہی نہیں دیتی۔ میرا پورا وجود زخم زخم ہے آپا، کندھے پہلے ہی شکست خوردہ محبت کا بار

اٹھائے ہوئے ہیں، کسی نئے تعلق کا بوجھ اٹھانے کی نہ تو مجھ میں سکت ہے اور نہ ہی کوئی چاہ۔"

کہتے ہوئے وہ تلخی سے مسکرایا۔

"اس لئے کہہ رہا ہوں اس سب میں وقت ضائع مت کریں۔ حیا کا کوئی بندوبست کر کے آپ بھی واپس لوٹ جائیں۔ اپنا اور نور کا خیال میں رکھ لوں گا۔"

"کیا خاک خیال رکھو گے تم ضوریز۔ پچھلے ایک ماہ میں تم نے ڈھنگ سے نور کو تو کیا خود کو بھی آئینے میں نہیں دیکھا ورنہ جان لیتے کہ تم کیا سے کیا ہو گئے ہو۔ لیکن میں نے سوچ لیا ہے اب میں تم تینوں کا کوئی پکا انتظام کر کے ہی جاؤں گی۔ عزیر سے اس بارے میں بات کر لی ہے میں نے وہ بھی آ رہے ہیں کل۔ پھر خود تم سے بات کر لیں گے۔"

اسکے لہجے کی پختگی ظاہر کرتی تھی وہ کچھ تو طے کیے بیٹھی تھی۔ ضوریز کا ماتھا ٹھٹھکا۔

"کیا بات کی ہے آپ نے عزیر بھائی سے آپا؟"

"کل آئیں گے تو پتہ چل جائے گا اب سو جاؤ۔ اور خبردار جو سگریٹ کو ہاتھ بھی لگایا تو۔"

اسکے سوال کا جواب دیے بنا، انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کرتے وہ کمرے سے چلی گئی تھی ۔ پیچھے وہ کچھ دیر اس بارے میں سوچتا رہا پھر سر جھٹک دیا۔ بیڈ کی جانب بڑھتے وہ رکا ، گردن موڑ کر آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ بڑھی ہوئی شیو، چہرے پر چھائی مژدگی ، آنکھوں کا ویران پن سب کتنا واضح تھا کہ اب تو آفس میں بھی اس کے کولیگز اسکی صحت کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کرنے لگے تھے۔

بیڈ پر بیٹھتے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے سگریٹ کا پیکٹ نکال، سگریٹ جلاتے سحرش کی تبیہ وہ دھویں کے مرغولوں میں اڑا گیا تھا۔ یوں بھی اس نے جب بیتے دنوں کی یاد میں سلگنا ہی تھا تو ساتھ سگریٹ سلگانے میں کیا حرج تھی۔

. . . .

اگلی شام وہ گھر لوٹا تو عزیر پہلے سے آیا بیٹھا تھا۔ سحرش کا آٹھ سالہ چھوٹا بیٹا احمد بھی ساتھ تھا جو ماں کے ساتھ چپکا بیٹھا تھا۔ ضوریز دوران تعلیم عزیر اور سحرش کے پاس دو سال تک رہا تھا اس لئے عزیر کی تکریم وہ اپنے بڑے بھائیوں کی سی کرتا تھا۔ رات کا کھانا میز پر

لگاتو عزیر نے احمد کو بھیج کر حیا کو بھی وہیں بلا لیا تھا۔ تھوڑی جھجک کے باوجود وہ نور کو لئے باہر آگئی تھی۔

کھانے کے بعد عزیر اپنے ساتھ ضوریز کو لئے باہر لان میں چلا آیا۔ معمول کی نسبت موسم قدرے خوش گوار تھا۔ تپتے دن کی نسبت قدرے ٹھنڈی رات میں ہوا کے جھونکے طبیعت پر اچھا تاثر چھوڑ رہے تھے۔

"سحر ش تمہارے لئے بہت فکر مند ہے۔ وہ تمہیں یوں اکیلا چھوڑ کر جانے پر آمادہ نہیں ہے اور میرا خیال ہے وہ اپنی جگہ بجا ہے۔"

عزیر نے اسکے سامنے والی کرسی پر آرام دہ حالت میں بیٹھتے تمہید باندھی۔

"آپ انہیں سمجھائیں عزیر بھائی۔ میں خود کو اور نور کو سنبھال لوں گا۔ پہلے ہی میری وجہ سے آپ کو اور بچوں کو کافی پریشانی اٹھانی پڑی ہے۔ آپا کب تک میرے لئے ایسے یہاں رہیں گی۔"

دونوں ہاتھ باھم پھنسائے گود میں رکھے وہ سنجیدہ سا بول رہا تھا۔

"سمجھنے کی اسے نہیں تمہیں ضرورت ہے۔اتنی چھوٹی بچی کی ذمہ داری کوئی آساں کام نہیں ہے اور خاص طور پر مرد کے لیے۔وہ بھی ایسی صورت میں جب گھر میں کوئی اور دیکھنے والا بھی نہ ہو۔تم کہتے ہو تم اس کے لئے کوئی ملازمہ رکھ لو گے مگر تم سارا وقت یہاں نہیں ہو گے ضوریز جو اس پر نظر رکھ سکو۔تمہارے پیچھے تمہاری بیٹی کے ساتھ کیا سلوک ہو گا تمہیں تو پتہ بھی نہیں چلے گا۔اور پھر آخر کب تک تم یوں ہی رہو گے آخر کبھی نہ کبھی تو تمہیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔عورت پھر مرد کے بغیر گھر،بچے سنبھال لیتی ہے مرد کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔تو کیا یہ بہتر نہیں ہے تم جتنی جلدی ہو سکے آگے بڑھ جاؤ تا کہ تمہاری بہن بھی سکون کی سانس لے سکے اور تمہارا گھر اور بیٹی بھی سنبھل جائیں۔"

ضوریز نے انکی پوری بات سکون اور تحمل سے سنی تھی،انہیں وہ سحرش کی طرح ٹوک نہیں سکتا تھا۔

"عزیر بھائی ابھی آپ ہی نے تو کہا نا میری غیر موجودگی میں ملازمہ نور کے ساتھ کیا سلوک کرے گی مجھے پتہ بھی نہیں چلے گا۔ایک ایسی عورت جسے میں اس کام کا اچھا

معاوضہ دوں گا جب میں اس پر اعتبار نہیں کر سکتا کہ وہ میری بیٹی کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھے گی تو کیا گارنٹی ہے جس سے میں شادی کروں گا وہ نور کا اچھے سے خیال رکھے گی بھلا اسے کیا ضرورت ہے کسی دوسری عورت کی اولاد کو اپنے سینے سے لگانے کی؟"

"اس کا بھی حل موجود ہے۔ جس لڑکی کو سحرش نے تمہارے لئے سوچا ہے اسکی نور کو لے کر گارنٹی تو تمہیں میں بھی دینے کو تیار ہوں۔"

اور یہاں ضوریز کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ کرسی کی ٹیک چھوڑ وہ آگے کو ہوتا آنکھوں میں بے یقینی لئے ہوئے تھا۔ عزیر کے مبہم انداز میں کہی بات کے باوجود اسے پتہ تھا یہاں کس کے بارے میں ذکر ہو رہا ہے۔ وہ شاکی نظروں سے عزیر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"عزیر بھائی۔۔۔۔" کچھ کہتے کہتے وہ رکا۔

"آپاتو کچھ بھی سوچ لیتی ہیں مگر آپ تو۔۔۔" اس نے شکایتی انداز میں کہتے جملاادھورا چھوڑ دیا۔

"دیکھو ضوریز اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔حیااچھی لڑکی۔۔۔۔۔"

"وہ ضویا کی بہن ہے۔"انکی بات کاٹتے وہ اپنے لفظوں پر زور دیتے بولا۔چہرے کے عضلات میں بے تحاشہ کھچاؤ امڈ آیا تھا۔

"تو کیاہوا؟اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔"

عزیر سیدھاہو کر بیٹھتا بولا تو ضوریز نے دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کرتے بے یقینی بھرے انداز میں سر کو جھٹکا۔

انداز میں برہمی عود آئی تھی۔

"مجھے آپ سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔"وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ ضوریز۔میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔"

عزیر نے اسے سخت انداز میں دیکھتے قدرے تحکم بھرے لہجے میں کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی از رائے مروت بیٹھ گیا۔

"اب میری بات ٹھنڈے دماغ سے سنو۔ اس وقت جس کیفیت سے تم گزر رہے ہو اس سے بادی النظر ہو کر دیکھو تو حیا تمہارے لئے بہترین آپشن ہے۔ جس طرح سحرش بتاتی ہے وہ ایک اچھی لڑکی ہے نرم مزاج اور معاملہ فہم۔ تم نے ابھی نہیں تو کچھ عرصے بعد شادی تو کرنی ہی ہے تو حیا سے کر لو۔" ضوریز نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولنا چاہا، عزیر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

"میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔" وہ کہتے کہتے رک گیا عزیر اب بھی بول رہا تھا۔

"حیا نور کے لئے ہر لحاظ سے بہترین ثابت ہو گی۔ دوسری بات لوگوں کے منہ بند ہو جائیں گے۔ اسے رہنے کے لئے محفوظ پناہ مل جائے گی۔ اب یہ مت کہنا اسکی شادی کہیں اور بھی ہو سکتی ہے۔" کہتے ہوئے اچانک سے عزیر نے جیسے اسکی دل کی بات پڑھ لی ہو۔

"بالکل ہو سکتی ہے اسے کوئی بھی اچھا رشتہ مل جائے گا مگر مسئلہ تمہارا اور نور کا ہے۔ تمہیں اس سے اچھی لڑکی نہیں ملے گی جو تمہاری حالت سمجھ سکے، نور کو اتنے پیار سے

رکھے اس لئے عقل مندی کا ثبوت دو یوں جذباتیت میں آکر مزید نقصان مت کرو ۔قدرت ایک موقع سنبھلنے کا دے رہی ہے تو ضائع مت کرو اس سے تمہارا ابھی گھر آباد ہو جائے گا۔اپنے لئے نہیں تو کم از کم نور کے لئے ہی سوچ لو ضوریز۔ماں تو پہلے ہی چھوڑ گئی ہے،حیا بھی چلی گئی تو اسکا کیا ہو گا۔تم کوئی بچے نہیں ہو جسے میں دباؤ میں لے کر زبردستی نکاح پڑھوادوں گا بلکہ میں امید کروں گا تم وقت اور حالات کے تناظر میں اپنے احساسات و جذبات کو ایک طرف رکھ کر وہ فیصلہ کرو گے جو نہ صرف تمہارے گھر اور بیٹی کی ضرورت ہے بلکہ تمہارے اپنے وقار کے لئے بھی ناگزیر ہے،ضویا جس طرح تم پر دو حرف بھیج کر چلی گئی ہے نا ایسے میں اسکی یادوں کو جتنی جلدی دفن کر دو گے اتنا ہی تمہارے لئے بہتر ہو گا۔لوگوں کی ترحم بھری نظروں اور طنزیہ باتوں سے نجات چاہتے ہو تو آگے بڑھ جاؤ۔"

وہ خاموش نظروں سے عزیر کی طرف دیکھتا رہا وہ اب بھی اسے قائل کرنے میں لگا تھا ۔اپنے گرد ہوتے تنگ دائرے میں اسکا سانس اور بھی گھٹن کا شکار ہونے لگا تھا۔

اور یہ وہ وقت تھا جب اسی گھر کے اندر کمرے میں موجود حیا کے سر پر سحرش نے بم گرایا تھا۔ وہ صدمے بھری بے یقین نظریں اس پر گاڑھے بیٹھی تھی۔ زبان کچھ بھی کہنے سے قاصر تھی۔ آنکھوں میں نمی کا جہاں آباد ہونے کو تھا اور سماعتیں سحرش کے الفاظوں سے الجھ الجھ جاتی تھیں۔

"تمہیں لگ رہا ہو گا میں خود غرض ہو رہی ہوں۔ میں انکار بھی نہیں کروں گی۔ تم اسے میری خود غرضی بھی کہہ سکتی ہو حیا۔ تمہارے پاس بہت سارے آپشن موجود ہیں۔ تم یہاں سے جا بھی سکتی ہو، تمہیں کہیں اور، ضوریز سے بہت بہتر رشتہ بھی مل جائے گا مگر نور کو تم سے بہتر ماں نہیں ملے گی۔ ضوریز ابھی صدمے میں ہے، تکلیف سے گزر رہا ہے، کچھ وقت بعد اس کیفیت سے باہر آئے گا تو شادی تو کہیں نا کہیں کرے گا ہی۔ مرد ذات ہے کب تک یوں اکیلا رہے گا۔ گھر اور باہر کے معاملات ایک ساتھ نہیں دیکھ پائے گا۔ وہ جس سے بھی شادی کرے گا اسے بیوی تو مل جائے گی مگر نور کو ماں ملے گی یا نہیں اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہو گی۔ تم ہاں کر دو گی تو کم از کم یہ تسلی ہو جائے گی کہ نور محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ مجھے اطمینان رہے گا۔ تم پر کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ تم ہاں

کرو گی تو بے شک مجھے بے انتہا خوشی ہو گی۔ مگر نہ کرو گی تو بھی کوئی گلہ نہیں ہو گا۔ تمہارا کہیں محفوظ انتظام کر کے میں یہاں سے چلی جاؤں گی، اپنا گھر بار چھوڑ کر آخر کب تک یہاں رہ سکتی ہوں۔ نور کے لئے ضوریز کسی کیئر ٹیکر کو ہائر کرنے کا سوچ رہا ہے۔"

ایک گہری سانس لے کر اس نے حیا کے چہرے پر چھائے تاثرات جانچنے چاہے۔ زرد رنگت اور بے یقین آنکھیں لئے وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی جیسے اپنے دیکھے سنے پر یقین کرنا اسکے لئے محال ہو رہا ہو۔

"تم تسلی سے سوچو اس بارے میں حیا۔ مگر میں ایک التجا کروں گی تم سے۔ جو بھی فیصلہ کرنا نور کو سامنے رکھ کر کرنا۔"

اسکا ہاتھ ہلکا سا دبا کر وہ سامنے سے اٹھتی باہر چلی گئی۔ اتنی دیر سے بمشکل رکے آنسو اسکے جاتے ہی پلکوں کی باڑ پھلانک آئے تھے۔

بیڈ پر اکڑو حالت میں بیٹھی وہ آندھیوں کی زد میں آگئی تھی۔ پاس سوئی نور نیند میں کسمسائی، حیا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا، ہاتھ بڑھا کر تھپکا تو وہ پھر سے سو گئی۔ اسکے سیاہ

بال ماتھے پر بکھرے تھے، لمبی پلکیں گالوں کو چھوتی، ہونٹ نیم وا کیے سوئی وہ کتنی پیاری لگتی تھی۔اسے سوتا دیکھنا حیا کا پسندیدہ مشغلہ ہوا کرتا تھا۔

جھلملاتی پلکوں کے پار نور کا عکس ڈگمگانے لگا تھا۔سحر ش نے کہا تھا وہ اپنی مرضی کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہے۔وہ پوچھنا چاہتی تھی یوں کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے آزادی کا پیام سنانا، کیا اسے آزاد ہونا کہتے ہیں؟اسکے پاؤں میں نور کے نام کی بیڑی ڈال دی گئی تھی ،یہاں سے کہیں دور بھاگ جانے کی چاہ دل کی دیواروں سے سر پٹختے نیم جان ہو رہی تھی

۔

اس وقت دل و دماغ کے لاکھ دہائیاں دینے کے باوجود اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، وہ ٹکٹکی باندھے نور کو دیکھ رہی تھی اور نور کے لئے وہ اپنا دل مار بھی سکتی تھی۔

. . . .

اس نے اگلی صبح ہاں کر دی تھی۔ سحرش نے آناًفاناً اسی شام نکاح کی چھوٹی سی تقریب بھی گھر میں رکھ دی تھی۔ محلے کے سات آٹھ مرد حضرات بلائے گئے تھے۔ اور سادگی کے ساتھ نکاح کر دیا گیا تھا۔ سحرش نے جلدی جلدی میں ہی سہی عزیر کے ساتھ جاکر حیا کے لئے آف وائٹ کلر کی خوب صورت میکسی خریدی تھی۔ اس کے لاکھ اصرار پر بھی وہ تیار ہونے کو آمادہ نہیں ہوئی تھی۔ البتہ اسکے منت کرنے پر کپڑے ضرور پہن لئے تھے۔ ہر طرح کے ہار سنگھار سے عاری نور کو بازو کے گھیرے میں لئے جس لمحے اس نے نکاح نامے پر سائن کیے تھے اسکا دل کسی نئے احساس کے تحت دھڑکا تک نہ تھا۔ بلکہ یوں لگا تھا دل کی دھڑکن رک سی گئی ہو، سانسوں کی روانی میں رکاوٹ محسوس کرتے اس نے آنکھوں کو بھرنے سے بمشکل روکا تھا۔

سحرش نے سارے محلے میں نکاح کی مٹھائی خود جاکر دی تھی۔ وہ چاہتی تھی سب کو معلوم ہو جائے تاکہ اس کے جانے کے بعد حیا کی یہاں موجودگی پر کوئی سوال نہ اٹھا سکے۔ عزیر اور احمد اسی شام واپس چلے گئے تھے۔ سحرش ابھی دو دن رکنا چاہتی تھی۔ عزیر کو بھی یہی مناسب لگا تھا وہ ایک دو دن رک کر آجاتی۔

عزیر اور احمد کو ایئرپورٹ چھوڑ کر جب وہ واپس آیا تھا تب تک شام کے سائے ڈھل کر رات میں ضم ہو گئے تھے۔

دروازہ سحرش نے کھولا تھا۔وہ اپنے کمرے کی جانب جانے لگا تو پیچھے سے سحرش نے اسے پکارا تھا۔

"حیا کو میں تمہارے کمرے میں چھوڑ آئی ہوں۔نور آج میرے پاس سو جائے گی۔"

انداز مطلع کرنے جیسا تھا مگر اسکے لہجے میں موجود منت پر وہ آنکھیں بند کرتا خود کو کچھ بھی سخت کہنے سے روک گیا۔ہلکا سا سر کو خم دیتے آنکھیں وا کیں۔

"ٹھیک ہے۔"

اسکے اتنے آرام سے مان جانے پر سحرش کو حیرت ہوئی مگر اس نے ظاہر نہیں کی۔

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تو اس کا کب ڈوبتا دل کچھ پر سکون ہوا۔دل پر امید تھا اب سب بہت ہو جائے گا۔انہیں خوش گمانیوں کے جھولے میں بیٹھی وہ گھر کی لائٹس بند کرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

. . . .

سحر ش ابھی اسے یہاں لائی ہی تھی کہ ڈور بیل کی آواز پر واپس مڑ گئی۔ وہ کمرے کے عین درمیان جہاں کی تہاں کھڑی تھی۔

اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی وہ آگے بڑھ کر بیٹھ ہی جاتی۔ اسے لگا تھا وہ نور کے لئے ہاں کر دے گی، دل کو مار لے گی مگر یہ اتنا آساں نہیں تھا۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا تھا کہ اسے زیادہ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں ملا تھا مگر اب اسے صورت حال کی سنگینی کا کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔ جس طرح اسے سحر ش نے کنوینس کیا تھا ظاہر سی بات تھی ضوریز کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہو گا۔ تو اب اسکے ساتھ کیا ہو گا؟

پرسوں شام وہ اسے اس گھر سے جانے کا کہہ رہا تھا اور ایک دن بعد وہ اس کے گھر سے اسکے کمرے تک آ پہنچی تھی۔ سبکی و اہانت کے شدید احساس سے اسکا چہرہ تمتما اٹھا، وہ اپنی انہی سوچوں میں گم تھی جب اپنی پشت پر اس نے دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز

سنی تھی۔ اتنی دیر سے دل جو دھڑکتا بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا اب وہاں اک طوفان برپا ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے سینے کی دیوار سے اپنا سر پٹختا باہر آنے کے درپے ہو۔

وہ قدم قدم چلتا اسکے پاس سے گزرتا آگے بڑھ گیا، حیا جو آنکھیں میچے کھڑی تھی اسکے قدموں کی چاپ پہلے اپنے قریب اور پھر دور ہوتی محسوس کر کے آنکھیں وا کیں، وہ اسے سرے سے نظر انداز کیے بیڈ کے کنارے بیٹھا اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ جھکے ہونے کے باعث صرف اسکا سیاہ بالوں والا سر دکھائی دیتا تھا

وہ خالی ہوتے ذہن کے ساتھ وہاں کھڑی اسے ہونقوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔ جوتے اتار کر سیدھا ہوتے جس پل ضوریز نے اسکی جانب دیکھا تو وہ گڑبڑا کر نظریں چرا گئی۔ وہ آنکھوں میں ٹھنڈا سا تاثر لئے بغور اسکا ہوائیاں اڑا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا تمہیں یہاں سے چلی جاؤ۔" اسکی سرسراتی آواز نے حیا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا دی۔ بے اختیار اس نے ہلکی سی غیر محسوس انداز میں جھرجھری لی۔

وہ اسے جواب دینا چاہتی تھی مگر زبان نجانے کیوں تالو سے چپک کر رہ گئی تھی۔اس وقت اسے ضوریز سے بے پناہ خوف و وحشت محسوس ہو رہا تھا۔وہاں سے بھاگ جانے کی چاہ اسکے دل میں پوری شدت سے جاگی تھی۔

"اور تم پوری کی پوری میری زندگی میں آن وارد ہوئی۔"

وہ طنزیہ انداز میں کہتا تلخی سے مسکرایا۔

آگے کو جھک کر بیٹھا وہ گردن تانے اسے گہری نظروں کے حصار میں رکھے ہوئے تھا ،سرد آنکھوں میں سلگتا احساس لئے۔حیا سامنے کسی مجرم کی مانند جھکی نگاہوں میں بے تحاشہ شرم ساری لئے کھڑی تھی۔وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا اس کی طرف بڑھا،حیا نے اپنی سانس روک لی تھی۔اسکے سامنے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا وہ اسے تپتی نگاہوں کے نشانے پر رکھے ہوئے تھا۔

"خیر اب جب تم نے یہ بیوقوفی کر ہی لی ہے تو میں کلئیر کر دیتا ہوں۔یہ شادی محض میری مجبوری ہے۔میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی۔تمہیں ایک محفوظ پناہ چاہیے تھی اور نور

کو تمہاری ضرورت تھی بس اسی لئے یہ فارمیلٹی نبھائی گئی ہے اس سے زیادہ تم مجھ سے یا اس رشتے سے کوئی توقع نہیں رکھو گی حیا بی بی۔ سمجھ آئی؟"

دوٹوک انداز اور کھدرا لہجہ۔وہ صاف اور سیدھے الفاظ میں اسے باور کروا رہا تھا، اسکی حدود کا تعین کر لیا گیا تھا اور اب اسے اپنی اوقات میں رہنے کا حکم نامہ بھی جاری ہو گیا تھا

۔

آنکھوں میں ابھرتی چبھتی نمی کو اندر دھکیلتے حیا نے بنا سر اٹھاتے اثبات میں سر ہلایا۔وہ ہنوز اسے ٹھوڑی سینے سے لگائے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ سر پر ننھے ننھے ستاروں سے سجا سفید دوپٹہ رکھا ہوا تھا اس کا چہرہ وہ دیکھ نہیں پایا۔اپنی سپاٹ آواز میں وہ اب بھی کہہ رہا تھا۔

"سحرش آپا ایک دو دن میں واپس چلی جائیں گی۔انکے جانے کے بعد تم اپنے کمرے میں دوبارہ شفٹ ہو جاؤ گی۔ہمارے آپسی معاملات کی بھنک بھی انہیں نہیں پڑنی چاہیے ۔صبح تم انہیں سب اچھا ہے کا سگنل دو گی۔ تاکہ وہ اطمینان سے واپس جا سکیں۔میں نہیں جانتا تم نے کیا سوچ کر اس رشتے کے لئے ہامی بھری ہے مگر اب کیوں کہ تم نے اپنی

مرضی سے خود کو اس آگ میں جھونکا ہے تو تمہیں کوئی شکایت کرنے کا حق نہیں ہو گا
۔"

آگے کالائحہ عمل بھی طے کر لیا گیا تھا۔ وہ اسکے پاس سے ہٹتا بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد کمرے کی لائٹس آف کیے زیرو بلب کی روشنی میں وہ بیڈ پر بنا اوندھے منہ پڑا لیٹا تھا۔

وہ سارے آنسو جو اسکی آنکھوں میں بمشکل ٹھہرے ہوئے تھے لائٹس بند ہوتے ہی گالوں پر بہنے لگے تھے۔ سینے سے دبا دبا سانس خارج کیا۔ بے آواز روتے اسے اپنی بے توقیری پر رہ رہ کے رونا آ رہا تھا۔ مگر وہ اسے جتا چکا تھا اسے شکایت کا حق حاصل نہیں ہے ۔اور کوئی شکایت تو اسے کرنی بھی نہیں تھی۔ اسے ضوریز کی باتوں سے تکلیف ہوئی تھی ۔وہ ایسے کیسے اسے موردالزام ٹھہرا سکتا تھا؟

وہ مانتی تھی اسکے ساتھ اچھا نہیں ہوا تھا۔ جو عورت اسکی محبت اور عزت کو اپنے قدموں کی دھول بناتے اڑاتی اسکی زندگی سے باراضی ورضا نکل گئی تھی حیا کی بدقسمتی تھی وہ اسکی بہن تھی۔ ایسی شادی کسی کی نہیں ہوئی ہو گی جیسی اسکی ہوئی تھی۔

بہت دیر تک وہ وہیں کھڑی رہی، پھر گالوں پر بہتے آنسو صاف کرتے ارد گرد نگاہ دوڑائی ۔ساری رات یوں کھڑے رہ کر تو نہیں گزاری جا سکتی تھی۔نیم تاریکی میں وہ وہاں موجود ڈرائنگ ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی کی جانب بڑھی۔

. . . .

فجر کی اذان کی آواز پر اسکی آنکھ کھلی تھی۔دو ہاتھ گود میں رکھے اسکا سر میز کی سطح پر دھرا تھا۔آدھ سوئے ذہن کے باعث اسے پہلے تو اپنی وہاں موجودگی پر اچنبھا ہوا، ایک جھٹکے سے سر اٹھانے پر بے آرامی کے شکار وجود سے درد کی اک تیز لہر جاگی تھی۔وہ کراہ کر رہ گئی۔ہاتھ بے اختیار کمر تک گیا تھا جو تختہ ہو رہی تھی، پٹھے الگ کھچاؤ کا شکار ہو رہے تھے۔

سیدھی ہو کر بیٹھتی اس نے اک غیر مانوس سی نگاہ ارد گرد ڈالی، پھر جیسے سب یاد آتا گیا ،بیڈ کی طرف اک چور نگاہ ڈالی وہ اسی جانب کروٹ لئے ابھی تک سویا ہوا تھا۔نیم تاریکی

میں اسکا چہرہ واضح نہیں نظر آتا تھا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی، آہستگی سے چلتے واش روم گئی ،واپس آکر اسی سست روی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

اپنے کمرے میں آکر پہلے اس نے لباس تبدیل کیا پھر نماز پڑھی، کچھ ہی دیر بعد نور کے رونے کی آواز پر وہ باہر نکلی تھی۔ سحر ش نور کو اٹھائے اپنے کمرے سے نکل رہی تھی ،اسے ضوریز کے بجائے اس کمرے سے نکلتا دیکھ کر اسکا ماتھا ٹھٹکا، چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھرے۔

"میں نماز پڑھنے آئی تھی، وہاں جائے نماز نہیں ہے۔"

حیا نے نظریں چراتے آگے بڑھ کر نور کو لیتے ساتھ وضاحت دی، سحر ش نے سر کو ہلاتے سکون آمیز سانس لی، ورنہ دل ایک ہی پل میں کہیں اندیشوں کی آماجگاہ بن بیٹھا تھا۔

حیا نور کو اٹھائے اس میں مگن ہو گئی، یہ ایک شعوری کوشش تھی۔ وہ مزید کسی بھی سوال سے بچنا چاہتی تھی۔ مگر یہ کوشش زیادہ دیر تک کامیاب نہ ہو سکی۔

نور کا فیڈر بنا کر سحر ش جب واپس آئی تو حیا اسے لئے اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔وہ اسے فیڈر دینے آئی تو حیا اسے لئے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"تم یہاں کیوں آ گئی۔"سحر ش نے اسے فیڈر دیتے سوال کیا۔حیا نے ذرا بھر پہلو بدلا پھر زبردستی مسکرائی۔

"وہ سو رہے ہیں،نور اٹھ جائے تو دوبارہ دیر سے سوتی ہے۔اب یہ کھیلے گی تو وہ ڈسٹرب نہ ہوں اس لئے میں یہاں لے آئی ہوں اسے۔"

ضوریز کا نام وہ بہت کوشش کے باوجود نہیں لے سکی تھی۔یہ اس صبح کی اسکی دوسری وضاحت تھی،زندگی شاید یوں ہی وضاحتوں کے سہارے گزرنے والی تھی۔

"ضوریز نے کچھ کہا تو نہیں تم سے۔" سحر ش اسکے سامنے بیٹھ کر اسے دیکھتے استفار کر رہی تھی۔نور کے منہ میں دیے فیڈر کو تھامے اسکا ہاتھ ہلکا سا لرزا۔

منہ سے کچھ کہنے کے بجائے حیا نے نور کے چہرے پر نظریں جمائے فقط گردن میں ہلائی۔

"حیا اگر وہ کچھ کہہ بھی دے تو پلیز در گزر کر جانا، وہ ابھی مشکل دور سے گزر رہا ہے ۔ضویا کے لئے اسکی محبت کی تم خود بھی گواہ ہو۔ ایسے میں اسے جذباتی دھچکا تو شدید لگا ہے۔ کسی بھی شخص کو لگ سکتا ہے۔ تم اسے کچھ وقت دو انشاء اللہ ایک بار وہ اس فیز سے نکل آئے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ تمہارے حق میں بہت اچھا شوہر ثابت ہو گا مجھے یقین ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ تم اسکی کوئی غلط بات برداشت کرو ۔عورت مرد سے اپنی عزت خود کرواتی ہے۔ شوہر کی سنو، مانو مگر

جہاں لگے اب داؤپر تمہاری عزت نفس لگی ہے وہاں سنانی پڑے تو اس سے بھی گریز مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ کھڑی ہوں گی۔"

اپنے خدشات کے پیش نظر وہ متانت بھرے انداز میں اسے سمجھا رہی تھی۔ حیا نے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ کم بولتی تھی اور زیادہ سمجھتی تھی۔ حیا کی یہ خوبی ہمیشہ سے سحرش کو بھاتی تھی۔ اب بھی وہ اسکا گال نرمی سے تھپتھپاتے مسکرائی۔

"تم آرام کرو میں ناشتے کا بندوبست کرتی ہوں۔"

سحر ش اسکے پاس سے اٹھ کر چلی گئی۔وہ خالی الذہنی کے ساتھ وہیں بیٹھی رہی، فیڈر ختم کرتے ہی نور نے اسے خود میں یوں گم کیا کہ وہ ہر فکر، ہر سوچ سے آزاد ہوتی مسکرا کر اسکی طرف متوجہ ہو گئی۔

اسے نہلا کر کپڑے تبدیل کیے۔ سحر ش اسے بلانے آئی تو وہ اسکے ساتھ ہی باہر آ گئی۔

وہاں پہلے سے موجود تھا۔e میز پر ناشتے کے لوازمات سجے ہوئے تھے اور وہ بھی

اسے خود کو دیکھ کر چہرے پر آنے والے سائے کو گہری نظروں سے دیکھتے آنکھ کے اشارے سے اسے ساتھ والی کرسی کی جانب متوجہ کیا۔اپنے چہرے پر بدقت مسکراہٹ لاتے وہ اسکے ساتھ والی کرسی سنبھال گئی۔

ضوریز نے جھک کر اسکی گود میں موجود نور کا گال چوما تھا۔وہ منجمد سی سانس روک گئی ۔اسکے وجود سے اٹھتی باڈی سپرے کی خوشبو حیا نے اپنے قریب ترین محسوس کی تھی ۔ضوریز کے پیچھے ہونے پر اس کی رکی سانس بحال ہوئی۔

دوسرے دن سحرش حیا کے دامن سے ڈھیر ساری دعائیں باندھتی واپس چلی گئی تھی ۔ضوریز اسے ایئرپورٹ تک چھوڑنے گیا تھا پورے راستے وہ اسے نرمی بھری نصیحتیں کرتی رہی اور وہ بنا کچھ کہے سنتا رہا، بوقت ضرورت سر کو ذرا جنبش دے دیتا سحرش کے لئے اتنا بھی فی الحال بہت تھا۔

. . . .

صبح اٹھ کر اس نے اپنے لئے ناشتہ بنایا تھا۔ ساتھ ضوریز کے لئے بھی بنا دیا تھا، کل شام سحرش کے جانے کے بعد اس نے دوبارہ اس کے کمرے میں جھانکنے تک کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب وہ کہہ چکا تھا تو مزید سننے سے بہتر تھا وہ خود ہی کنارہ کشی اختیار کر لیتی۔

جس وقت وہ اپنے کمرے سے آفس کے لئے تیار نکلا تھا حیا کچن کے باہر ٹہل رہی تھی، نور کو اس نے واکر میں ڈال رکھا تھا اور وہ اسکے قریب ہی یہاں سے وہاں دوڑتی بھاگتی تھی۔

وہ اسے دیکھ کر بھی ان دیکھا کرتا جھک کر نور سے ملتا، باہر جانے لگا تو بحالت مجبوری اسے خود ہی ضوریز کو پیچھے سے مخاطب کرنا پڑا تھا۔

"ناشتہ تیار ہے۔"

وہ تیزی سے بولی تھی جیسے اسکے باہر نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ ضوریز رکا۔

"ضرورت نہیں ہے۔"

بنا پلٹے بے تاثر آواز میں کہتا وہ باہر نکل گیا۔

حیا کا جی چاہا وہ بھی اس پر دو حرف بھیج دے۔ اسکے اس قدر متنفر انداز حیا کے دل میں اسکے لئے موجود ہمدردی کے سبھی جذبات کو ہوا کرنے لگتے تھے۔

جب اسے کسی ہمدردی کی ضرورت نہیں تھی تو وہ کیوں اپنا وقار، اپنی انا و خودداری کو بار بار اسکے قدموں میں روندتی پھرتی۔

سحرش نے ٹھیک کہا تھا جو ہوا اس میں اسکا کوئی قصور نہیں تھا اس لئے وہ اب خود کو مجرم تصور نہیں کرے گی اور نہ ہی کسی اور کو کرنے دے گی۔

ضوریز کو اگر اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا تھا تو ایسے کسی تعلق کی طلب گار وہ بھی نہیں تھی۔ وہ خود صرف نور کے لئے یہاں موجود تھی اور اب اسے نور کے لئے ہی جینا تھا تو کیوں نہ خوشی خوشی جیا جاتا۔

اس نے ڈٹ کر ناشتہ کیا تھا۔ گھر کی تھوڑی بہت صفائی کی۔ سحرش کو کال کی، انہیں سب ٹھیک ہے کی تسلی دی۔

ظہر کی نماز پڑھ کر نور کو سلایا تو خود بھی لمبی تان کر سو گئی۔ آنکھ تب کھلی جب ڈور بیل بجی تھی۔ ٹائم دیکھا تو شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ وہ اتنی دیر تک سوتی رہی تھی۔ نور تو اب بھی مزے سے سو رہی تھی۔ چہرے پر آئے بال پیچھے کرتے اس نے اپنی چادر اٹھائی تھی۔ اچھے سے اوڑھتے جا کر دروازہ کھولا۔ حسب توقع ضوریز ہی تھا۔ اسکے سلام کا جواب بھی اس نے فقط سر ہلا کر دیا تھا

"پانی لاؤں آپ کے لئے ؟"

اسکے پیچھے اندر آتے وہ بولی تو ضوریز رک گیا۔ آنکھیں لحظہ بھر کو موند کر کھولی۔ پھر جب وہ اسکی جانب پلٹا تو آنکھوں میں قدرے سرد سا تاثر ٹھہرا ہوا تھا۔

"یہ میرا گھر ہے۔مجھے جو چاہیے ہو گا میں خود لے لوں گا۔ تمہیں میرے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی میرے سر پر مسلط ہونے کی۔بہتر ہو گا تم صرف نور تک خود کو محدود رکھو۔"

طنز میں ڈوبے نشتر،اور زہر خند سا لہجہ۔حیا اسے صدمے بھری بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔اس نے ایسا کیا کہہ دیا تھا جو وہ یوں ری ایکٹ کر رہا تھا۔

اہانت کا شدید احساس اسکے گالوں کو تپانے لگا تو وہ جل کر خاکستر ہوتی چلی گئی۔

ضوریز اپنی سنا کر پلٹنے کو تھا مگر اسکی دھیمی سلگتی آواز پر قدم روک گیا۔

"آپ ایسا کیوں بول رہے ہیں ضوریز بھا۔۔"کہتے کہتے وہ ایک دم سے رکی۔جہاں وہ کچھ شرمساری سے نظریں جھکا گئی وہیں ایک پل کے لئے ضوریز کے چہرے کی رنگت بھی متغیر ہوئی تھی۔اپنی جگہ کھڑا وہ بھی ذرا سا پہلو بدل کر رہ گیا۔

"آپ کے ساتھ غلط ہوا ہے میں مانتی ہوں۔میں بھی زبردستی آپ کے سر مسلط کر دی گئی ہوں یہ بھی جانتی ہوں۔لیکن میں نے اپنی خوشی سے ہاں نہیں کی تھی،آپ کے پاس

بہت سارے جواز ہیں اس شادی کے لئے، میرے پاس صرف ایک ہی ہے اور وہ نور ہے۔ آپ کو بار بار مجھے جتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جتنا آپ کے لئے یہ رشتہ تکلیف دہ ہے اتنا ہی آکورڈ میرے لئے بھی ہے۔ یہ میری بہن کا گھر تھا، آپ اسکے شوہر تھے، نور اسکی بیٹی تھی۔ بہت سی لڑکیاں مر جاتی ہیں تو انکی جگہ انکی بہنیں بیاہ کر آتی ہیں مگر وہ مری ہوئی بہنوں کی جگہ آتی ہیں میری طرح طلاق یافتہ بہن کی جگہ نہیں۔"

اسکی آواز بھیگنے لگی تھی۔ ضوریز اسے خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا جو خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی تگ و دو میں آنکھوں میں نمی آنے نہیں دے رہی تھی۔ مگر اسکی آواز شدت جذبات سے گلوگیر ہوتی اسکی ساری کمزوری عیاں کر رہی تھی۔ وہ نظریں اٹھائے بے خوفی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اس لئے آپ بار بار مجھے باور کرانا بند کر دیں۔ مجھے میری حدود کا پتہ ہے لہٰذا آپ اپنی توانائیاں صرف نہ کریں۔ آپ کو میرا خود کو مخاطب کرنا اتنا ہی ناگوار گزرتا ہے تو آئندہ سے آپ کو نہیں بلاؤں گی۔"

اپنی کہہ کر وہ اسے وہی کھڑا چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ضوریز جواب تک متعجب سا کھڑا تھا اس کے ماتھے پر تیوری حیا کے جانے کے بعد چڑھی۔ آنکھوں میں سرد مہری لئے وہ کچن میں گیا، پانی کے دو گلاس پینے کے باوجود اندر جلتی آگ کم نہ ہوئی تھی۔ حیا اسے یوں سنا جائے گی اسے اسکی توقع نہیں تھی شاید۔ پہلے سے خراب ہوا موڈ کچھ اور بھی بگڑ گیا تھا۔

....

اور پھر اس نے اپنا کہا سچ بھی کر دکھایا تھا۔ حیا نے اسے مخاطب کرنا تو چھوڑا ہی تھا ساتھ اسکے سارے کاموں سے بھی ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ اور وہ تین دن میں ہی باہر کا کھانا کھا کر بیزار ہو گیا تھا۔ اسکی ساری اکڑ اب اسی کا منہ چڑا رہی تھی۔

کل شام اس نے کھانا دیر سے کھایا تھا تو رات کا کھانا مس ہو گیا۔ اب صبح بھوک شدید لگ رہی تھی۔ اوپر سے آج آنکھ بھی دیر سے کھلی تھی، الماری کھول کر دیکھی تو وہاں ایک بھی استری شدہ شرٹ نہیں ملی، صبح صبح اسکی دوڑیں لگ گئی تھیں۔ کمرے کی حالت الگ ابتر ہو رہی تھی۔ اسکی کہی بات کو حیا نے کچھ زیادہ ھی سنجیدگی سے لے لیا تھا کہ اسکی غیر موجودگی میں بھی وہ اسکے کمرے کی صفائی کے لئے بھی ادھر کا رخ نہیں کرتی تھی۔ ہاں البتہ باقی کا گھر خوب چمک رہا تھا، صاف ستھرا، اجلا اجلا سا۔

تیز تیز استری کے چکر میں وہ ایک شرٹ جلا چکا تھا۔ دوسری پر الٹے سیدھے ہاتھ مار کر پہنتے وہ بعجلت تیار ہوا باہر آیا تھا۔ کچن میں جا کر ارادہ چائے کے ساتھ ڈبل روٹی کھانے کا تھا۔ اتنی جلدی میں اب یہی ہو سکتا تھا۔ جب وہ کچن میں پہنچا تو وہ پہلے سے وہاں موجود تھی۔

میز پر ناشتہ رکھا تھا اور خود وہ بڑے آرام سے بیٹھی کھانے میں مشغول تھی۔ خستہ پراٹھا اور ساتھ بنا آملیٹ، ہاتھ میں چائے کا مگ پکڑے اس کے آنے پر حیا نے بس ایک نظر اسے دیکھا پھر دوبارہ سے ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ضوریز کا پہلے سے ہائی ہوا پارہ کچھ اور چڑھا۔ماتھے پر تیوری لئے وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا چولہے کی جانب بڑھا۔چائے کے لئے پانی رکھا۔وہاں سنک یا کاؤنٹر پر کوئی گندہ برتن نہیں تھا۔حیانے یقیناً اپنے لئے ناشتہ بنا کر کھانے سے پہلے صفائی کر دی تھی۔اور وہ جو تین دن میں غیر ارادی طور پر کہیں بار سوچ چکا تھا کیا پتہ وہ خود بھی کچھ پکا کے کھاتی تھی کہ نہیں۔اس ساری کارستانی کو دیکھنے کے بعد اسکی سوچ اب اسکا اپنا منہ چڑا رہی تھی

۔

"میرے ہی گھر میں رہتی ہے،میری ہی کمائی کھاتی ہے اور محترمہ میں اکڑ اتنی ہے کہ ایک ذرا سی بات برداشت نہیں ہوئی۔"

وہ غصے کی حالت میں بے تکی سوچیں پال رہا تھا۔

آنکھیں چولہے پر رکھے پانی پر گڑھی تھیں۔

"چاہے مجبوری سے ہی سہی مگر میں اب آپ کے نکاح میں ہوں۔اس لئے میرے نان و نفقے کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے۔"

آخری نوالہ منہ میں رکھتے حیا کی پر سکون آواز گونجی۔ ضوریز متحیر سا چونکتا اسکی جانب گھوما۔ تو کیا وہ اتنا با آواز بلند سوچ رہا تھا کہ وہ اسکی سوچیں سننے لگی تھی۔ ایک پل کے لئے اسے اپنی سوچ پر خفت نے آن گھیرا لیکن اگلے ہی پل شانے اچکا کر وہ بے نیازی اوڑھ گیا۔ اسکے گہرے نیلے رنگ کی چادر والے سر کو چبھتی نظروں سے دیکھتا ماتھے پر شکنیں نمودار ہونے لگیں۔ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں اڑسے وہ اسکی طرف بڑھا، حیا کے عین برابر کھڑا ہوتا وہ اسے گردن موڑے دیکھ رہا تھا۔ حیا نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے نگاہ ترچھی کیے اسے دیکھا۔

"میری ذمہ داریاں تو بڑے اچھے سے ازبر ہیں تمہیں، اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔ یا ساری ذمہ داریاں صرف میرے لئے ہی ہیں۔ تم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔"

اسکا انداز جلا بھنا تھا۔ آواز میں ناگواری تھی۔ حیا کا دل ایک لمحے کے لئے بری طرح دھڑکا۔ لیکن اب اگر اسے یہاں عزت کے ساتھ رہنا تھا تو پہلا اصول بے وجہ ڈرنا ترک کرنے کا تھا۔

حیا نے مگ میز پر رکھتے سر کو ہلایا۔

"بالکل ہیں۔مجھے انکار نہیں ہے اس بات سے۔لیکن آپ نے خود مجھے منع کیا ہے اپنے کسی بھی کام کو کرنے سے، آپکو مخاطب کرنے سے اور آپ کی میرے لئے قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنے سے۔اس لئے میں آپ کی بات مان کر بھی اپنی ذمہ داری ہی پوری کر رہی ہوں۔"

پر سکون سی حیا اسے گنوا رہی تھی۔وہ اگر اسکے بگڑے تیوروں سے ڈری بھی تھی تو ظاہر نہیں کیا تھا۔

اپنی کہہ کر اسکی شعلہ بار خود کو بھسم کرنے کے درپے نظروں کو نظر انداز کیے، وہ اپنے برتن اٹھائے سنک تک گئی، انہیں دھو کر رکھا۔جانے کے لئے پلٹی تو بھی وہ اسی پوزیشن میں کھڑا سرخ ہوتے کانوں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔

"کھول رہا ہے۔۔۔آپ کی چائے کا پانی۔دیکھ لیجئے اسے۔"

چولھے پر رکھے کھولتے پانی کی طرف تو اشارہ کرتی وہ باہر نکل گئی۔

اور ضوریز کے کانوں سے اب بھاپ نکلنے لگی تھی۔ برہمی سے چائے کے پانی کو دیکھا ، آگے جا کر برنر بند کیا، یوں ہی بنا کچھ کھائے پیے وہ باہر جانے کو نکلا۔ اندرونی دروازے کی کنڈی کھولتے پیچھے مڑ کر زوردار آواز میں کہا۔

"میں جا رہا ہوں۔ دروازہ کون بند کرے گا۔"

جب تک وہ باہر آیا، مین گیٹ کھول کر اپنی بائیک سٹارٹ کی۔ وہ باہر آگئی تھی۔

"اللّٰہ حافظ۔"

حیا کے آہستگی سے کہنے پر وہ اسے سلگتی نظروں سے گھورنا تو بالکل نہیں بھولا تھا۔

اسکے جانے کے بعد دروازہ بند کر کے واپس آتے اسکے تپے ہوئے چہرے کو تصور کرتے حیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

. . . .

یہ دو دن بعد کا واقعہ تھا۔ معمول کی طرح سحر ش کی ویڈیو کال آئی تھی۔ اور وہ حیا پر بگڑ رہی تھی۔

"یہ کیا حلیہ بنائے رکھتی ہو تم۔ تھوڑا تیار ہوا کرو، سجا سنورا کرو۔"

حیا اسکے سرزنش بھرے انداز پر ہلکا سا ہنسی۔

"آپا اب کیا میں گھر میں تیار ہو کر جھاڑو پوچا لگایا کروں اور برتن دھویا کروں۔"

اس نے بات ہوا میں اڑانی چاہی۔

"تو اس میں قباحت کیا ہے۔ دیکھتی نہیں تھی ضویا کیسے ہر وقت۔۔۔"

روانی میں وہ بول گئی اندازہ تب ہوا جب حیا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سمٹی۔

کچھ تذکرے یوں ہی فضا بوجھل کرنے لگتے ہیں جیسے اس وقت ایک دم سے ماحول میں تناؤ گھلنے لگا تھا۔

"خیر تم ابھی اٹھو اور میرے سامنے تیار ہو۔" اس نے کچھ دیر بعد سنبھلتے ہوئے کہا۔ حیا بھی بے دلی سے مسکراتی تناؤ زائل کرنے کی سعی کرنے لگی۔

"مجھے دیکھنا ہے میری پیاری سی بھابھی تیار ہو کر کیسے لگتی ہے؟ نکاح پر بھی میرے اتنے اصرار کے باوجود تم نے ایک لپ اسٹک تک نہیں لگائی تھی۔"

اسکے خفا سے لہجے سے ہار مانتے حیا اٹھی تھی، اپنے پاس موجود سب سے لائٹ براؤن کلر کی لپ اسٹک اٹھا کر لگانی چاہی مگر اس کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے موبائل کی سکرین پر نظر آتی سحرش نے برا سا منہ بنایا۔

"اونہوں۔ یہ کیا پھیکا سا شیڈ نکالا ہے۔ ریڈ یا اورینج میں دیکھو کوئی۔"

اسکے ٹوکنے پر وہ دل ہی دل کراہی۔ کوئی بھی بحث کرنے کے بجائے اپنے پاس گنے ہوئے تین چار شیڈز کو دوبارہ دیکھا۔ وہ پنک کلر تھا جو نکال کر موبائل کے سامنے کیا۔

"یہ والا ہی ہے اب۔"

"ہاں یہ اچھا ہے۔"

صد شکر سحرش کو بھا گیا تھا۔

تھوڑا آگے کو جھک کر ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائی، پھر سحرش کے کہنے پر آنکھوں میں کاجل ڈالا۔

"ماشاءاللہ اب تو اور بھی پیاری لگ رہی ہو۔ ایسے ہی رہا کرو۔ اللہ پاک تمہارا گھر آباد رکھے۔"

اسکے صدق دل سے کہنے پر حیا دل سے مسکرائی۔

تھوڑی دیر بعد کال کاٹ کر اسکا ارادہ سب سے پہلے لپ اسٹک اتارنے کا تھا۔ ایک تو آج کل کی یہ میٹ لپ اسٹکس۔ اسے اتارنے کا سوچ کر ہی کوفت ہونے لگی۔

لیکن گھنٹہ بھر سے سوئی نور نے جاگ کر اسے یہ مہلت نہیں دی۔ اسکے ساتھ لگتے حیا کچھ دیر تک بھول بھال بھی گئی تھی۔

کافی دیر کے بعد وہ دوبارہ سوئی تو حیا بھی اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔ زیادہ تر کام وہ اس کے سوتے ہی نمٹا لیا کرتی تھی۔ کچن کا کام ہوتا بھی کیا تھا۔ ایک اپنے لئے کھانا بنانے میں دیر ہی کتنی لگتی تھی۔ زور اپنے لئے کھانا بناتے اسے ضوریز کا خیال آتا۔ دل سفارش

کرتا اس کے لئے بھی بنا دے۔ مگر دماغ فوری سرزنش کر دیتا، کیا ضرورت تھی پھر سے اسکی باتیں سننے کی۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ تھی۔ ایسی ہمدردی جو ذلت کا سبب بنے، نہ ہی کی جائے تو اچھا تھا۔

کھانا بنا کر ابھی وہ فارغ ہی ہوئی تھی کہ ڈور بیل بجی۔ ضوریز کے آنے کا وقت تھا۔ اسکی بائیک صبح سٹارٹ نہیں ہو رہی تھی تو وہ گھر سے بنا بائیک کے نکلا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا توقع کے مطابق سامنے وہی کھڑا تھا، کچھ بے زار سا، اکتایا ہوا۔

وَہ اندر داخل ہوا، بے ارادہ نگاہ اسکی جانب اٹھی تھی اور پھر تھم گئی، حیا اسکے یوں ٹھٹک جانے پر کچھ بے آرامی کی کیفیت کا شکار ہوتی پیچھے ہٹی تھی۔ گھنیری پلکیں عارضوں پر جھلملا سی گئیں۔ دل عجب سے انداز میں دھڑکا تھا۔

"تو تم بھی بہن کے نقش قدم پر چل ہی پڑی۔"

ضوریز کی سرد سی آواز میں ادا کیا جملا حیا کے لئے غیر متوقع تھا۔ چہرہ اٹھا کر نا سمجھی بھری نظروں سے اسکی جانب دیکھا جو آنکھوں میں تپش اور چہرے پر تمسخر لئے اسے سلگا دینے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"خود نمائی کی چاہت تمہارے اندر بھی جاگ گئی ہے۔ کل کو ستائش کی چاہ بھی مچلنے لگے گی ،اپنی خوب صورتی کو کیش کروانے کا خیال بھی آنے لگے گا، آخر ہو تو اسی کی بہن نا۔"

الفاظ نہیں تھے کوڑے تھے جو وہ اسکی روح پر برسا گیا تھا، وہ اسے آگ کے شعلوں میں جلتا چھوڑ وہاں سے چلا سے بھی گیا اور وہ وہیں کہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ صدمہ اس قدر شدید تھا کہ وہ اپنے وجود کو ایک ذرا سی جنبش نہ دے سکی تھی کچھ کہنا تو دور کی بات تھی۔

تو کیا اب یہ جرم بھی اسکے کھاتے میں لکھا جانا تھا؟ وہ اسکی بہن تھی تو کیا یہ اسکی غلطی تھی ؟ کیا کبھی ان دونوں کے درمیان سے یہ تیسرا حوالہ نکل پائے گا؟ وہ اسکے بارے میں ایسی بات کر بھی کیسے سکتا تھا، وہ سر تا پا سلگ کر رہ گئی، آنکھوں میں اترتی سرخ نمی نے سامنے کا منظر دھندلا دیا۔

ایک جھٹکے سے وہ مڑی، کمرے میں داخل ہوئی تو وہ بیڈ کے کنارے بیٹھا جھک کر جوتے اتار رہا تھا، اس کے آنے پر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔ اس پہلی رات کے بعد حیا نے آج

ddاسکے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ جس قدر صدم

ے بھرے غصے کا وہ شکار تھی کمرے کی ابتر ہوئی حالت بھی اس وقت اسکی توجہ نہیں سمیٹ پائی تھی

"کیا کہا ابھی آپ نے باہر؟"

وہ بھینچی ہوئی آواز میں بولی تو گردن کی رگیں تن سی گئیں۔ ضوریز نے بنا کچھ کہے نگاہ پھیر لی، انداز اکتایا ہوا سا تھا۔ اور اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

"میری طرف دیکھیں۔"

آنکھ سے آنسو بہتا گال پر لڑھک گیا۔

"جاؤ یہاں سے۔"

وہ پھر سے جھکتا بنا اسکی طرف دیکھے کہتا دوسرا جوتا اتار رہا تھا۔ حیا کے کانوں سے مارے غصے کے گرم بھاپ نکلنے لگی۔

"نہیں جاؤں گی بلکہ آج سنا کر جاؤں گی تا کہ آئندہ آپ مجھے یوں بے پر کی سنانے سے باز رہیں۔" اسکی آواز تیز ہوتی چلی گئی، سر پر سے دوپٹے کا کونہ پھسل چکا تھا، آواز میں گہرا کرب پنہاں تھا۔ ضوریز ہاتھ روک سپاٹ چہرہ لئے بنا سیدھا ہوئے نگاہ اٹھائے اسے دیکھنے لگا تھا۔ ہاتھ میں دوپٹے کا کونہ لئے اس نے ہونٹوں کو رگڑتے لپ اسٹک صاف کر دی تھی۔ کاجل سے سجی خوب صورت سیاہ آنکھوں میں زخمی پن لئے سفید دوپٹے پر لپ اسٹک کا نمایاں نشان دیکھا۔

" بس اب خوش ہیں آپ؟ لیں اتار دی لپ اسٹک میں نے۔ اب اور کیا کروں؟" کاجل کی سیاہ دھاری آنسوؤں کے ساتھ بہتی گالوں پر لکیر کھینچ گئی۔ ضوریز بے تاثر نظروں سے ٹکٹکی باندھے اسے تک رہا تھا، بالکل ساکت، کسی مجسمے کی صورت۔ سوال کرتے اس نے اپنے لباس پر جھکتے نگاہ کی۔

"ہاں کپڑے بھی اچھے پہنے ہوئے ہیں کہیں تو پھٹے پرانے پہن لوں کہ اچھے کپڑے پہن کر بھی میں خود نمائی جیسے گناہ کی مرتکب نہ ہو رہی ہوں۔ ابھی یہی کہا تھا نا آپ نے؟ اور مجھے "اسکی بہن" ہونے کا طعنہ بھی دے دیا۔ اب کیا میرا عکس اسکے آئینے میں دیکھیں گے آپ؟"

اسکی آواز رونے کے باعث کپکپا گئی تھی، آنکھوں میں شکوہ لئے وہ سوال کر رہی تھی۔ اور وہ بت بن گیا تھا ایسا بت جو بولنے کی اہلیت سے عاری ہو۔

" میں اسکی بہن ہوں یہ اگر میرا قصور ہے تو آپ اسکے شوہر تھے یہ آپکا قصور ہے، وہ آپ کی بیوی تھی مگر آپ اسے روک نہیں سکے یہ بھی آپ کی غلطی ہے پھر۔ آئندہ مجھے اسکا طعنہ مت دیجئے گا آپ ورنہ کوئی لحاظ میں بھی نہیں کروں گی۔"

غم و غصے کے زیر اثر وہ بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئی۔ ضوریز دھواں دھواں ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہ گیا، لحاظ تو کوئی اس نے اب بھی نہیں رکھا تھا۔

وہ کب کی جاچکی تھی مگر وہ اپنی پلکوں کو جنبش تک نہیں دے سکا تھا۔ کچھ سانحے ایسے ہوتے ہیں جنہیں یاد کرنے پر ہر بار تکلیف پہلے سے زیادہ ہوتی ہے۔ وقت کی دھول نہ تو

ان تکلیف دہ یادوں پر گرد جما کر انہیں دھندلا کرتی ہے نہ کوئی مرہم ان یادوں کے دیے زخموں پر اپنی تاثیر چھوڑتا ہے، اور نہ ہی کوئی دعا قبولیت کا در کھٹکھٹا کر سکون قلب کا باعث بنتی ہے۔

....

اس گھر میں پھیلے سناٹے اپنا دورانیہ طویل کرتے جارہے تھے۔ وہاں بستے مکین ایک دوسرے سے اب پہلے سے بھی زیادہ بے نیاز اور بے خبر ہو گئے تھے۔

دن یوں ہی بے کل سے گزر رہے تھے جمود کا شکار، یکسانیت لئے ہوئے کہ ایک ہلچل نے تنگ آکر اس جمود کو توڑنے کا ارادہ کر لیا۔

اس دن اچھی بھلی نور کو اچانک ہی دوپہر کو تیز بخار نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ حیا اسے گھر پر موجود بخار کا سیرپ پلا چکی تھی کچھ دیر کے لئے بخار کم ہوا، شام کو دوبارہ وہ تپ

رہی تھی۔ خرابی طبیعت کے باعث وہ چڑچڑی ہوئی روئے جارہی تھی۔ اپنی ضد وانا کو سائیڈ پر رکھتے مجبوراً حیانے دوبار ضوریز کا نمبر ملایا تھا مگر اس نے کال نہیں اٹھائی تھی ۔اسے رہ رہ کر ضوریز کے ساتھ ساتھ خود پر بھی غصہ آنے لگا۔ بھلا کیا ضرورت تھی اس بے مہر کو کال کرنے کی؟ دل پہلے ہی اچاٹ تھا کچھ اور بھی بد ظن ہونے لگا۔

وہ آفس میں مصروف ہونے کے باعث اسکی کال پک نہیں کر پایا تھا۔ موبائل جب دیکھا تو اسکی مسڈ کالز لگی ہوئی تھیں، انکے درمیان چھڑی جنگ کے باوجود اسے تشویش ہوئی تھی، چھٹی ہو گئی تھی اب کال کرنے کا فائدہ نہیں تھا اسے اب ویسے بھی گھر ہی جانا تھا ۔گھر سے تھوڑے فاصلے پر اسکی بائیک خراب ہو گئی تو بائیک سروس والے کے پاس چھوڑ تا وہ پیدل ہی گھر جانے کے لئے گیراج سے نکلا۔

وہ گھر کی طرف مڑتی گلی میں داخل ہوا تھا جب نکڑ پر کھڑے ان دو آوارہ لڑکوں کی آواز پر اسکے قدم سست پڑے تھے۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔

پہلے تو اس نے دھیان نہیں دیا مگر پھر انکے کچھ الفاظ بے دھیانی میں ہی اسکے کانوں میں پڑے، قدموں کی رفتار سست ہوئی اور وہ دم سادھے پوری توجہ سے انہیں سننے کی کوشش کرنے لگا۔

"ہوں دیکھو بھائی صاحب مجنوں بنے پھرتے ہیں۔"

پہلے لڑکے کی سرگوشی نما تمسخر اڑاتی آواز اسکے کانوں میں سیسہ انڈیل رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہنسے تھے۔

"چھوڑ کر جانے والی کے تو مزے ہو گئے ہیں۔ ماڈلنگ کرتی ہے، مشہور ہو گئی ہے اور تو اور میں نے اسے مختلف سوشل میڈیا ایپس پر بھی فولو کر لیا ہے۔ انسٹاگرام پر تو اسکی تین ماہ میں ہی ایک ملین فولونگ ہو گئی ہے کیا ویڈیوز بناتی ہے ظالم۔ آگ لگا دیتی ہے پورے تن بدن میں۔ تھی بھی تو پوری توپ۔ اس بے چارے کی تو دنیا اجڑ گئی ہے۔ بے چارے کا غم بھی تو بڑا ہے۔ اتنی حسین و جمیل بیوی چھوڑ کر چلی گئی صدمہ تو لگے گا ہی"۔ اسی لڑکے نے اب کی بار متاسفانہ انداز اپناتے اسکے زخموں کو پھر سے ادھیڑا تھا۔ ہر گزرتے لمحے اسکے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔

"ارے کہاں کا غم۔صاحب تو حسینائیں جیب میں رکھے پھرتے ہیں جیسے ایک گئی نہیں کہ دوسری آئی۔ تمہیں پتہ نہیں کیا اسکی تو شادی بھی ہو گئی ہے پہلی بیوی کی چھوٹی بہن سے ۔بہن بھی وہ جو بڑی

بہن جیسی ہی خوبصورت بلا اوپر سے کم عمری نے چار چاند لگا دیے ہیں۔لاٹری نکل آئی ہے۔یہ حالت غم تو بس دنیا دکھاوا ہے"۔ معنی خیزی سے کہتے وہ فلک شفاف قہقہہ لگائے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے اسکی عزت کا سر راہ جنازہ نکال رہے تھے۔اس عورت کی ایک سرکشی گلی کے آوارہ کتوں کو بھی اس پر بھونکنے کی جرات دلا گئی تھی۔

مٹھی بھینچ کر وہ سرخ چہرے اور لال انگارہ ہوئی آنکھوں سے مڑا اور پیچھے کی جانب لپکتا ان دونوں پر چڑھ دوڑا۔پے در پے انکولاتوں اور گھونسوں سے مارتا وہ کوئی وحشی، جنونی معلوم ہوتا تھا۔وہ دو تھے جوابی حملہ بھی کر رہے تھے۔ایک دو ضربیں اسکے چہرے پر بھی لگی تھیں۔نچلے ہونٹ کے کنارے سے خون رسنے لگا تھا۔مگر پرواہ کسے تھی۔وہ تو

بے حس ہو چکا تھا۔ سبھی احساسات سے عاری۔ کچھ ہی دیر میں وہ دونوں سڑک پر پڑے دوہرے ہوئے کراہ رہے تھے۔

انکی مڈ بھیڑ ہوتی دیکھ محلے کے لوگ جمع ہونا

شروع ہو گئے تھے۔ بڑوں نے بیچ میں آ کر بچ بچاؤ کیا تھا۔

"آئندہ میرے گھر کے معاملات تم لوگوں کی زبانوں پر آئے تو بولنے لائق نہیں چھوڑوں گا۔"

دو لوگ اسے پکڑے پیچھے کر رہے تھے جب وہ طیش بھرے انداز لئے دھیمی آواز میں غرایا۔

"جانے دو بیٹا۔ تم کہاں انکے منہ لگتے ہو۔ سارا محلہ جانتا ہے، انکا سارا دن گلیوں میں ٹھٹھے کرنے کے سوا کام ہی کیا ہے۔"

ماجد صاحب محلے کے بڑے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اب بھی متنفر نگاہیں ان دونوں منچلوں پر ڈالتے ضوریز کا کندھا پکڑے کہہ رہے تھے۔

وہ دونوں ابھی تک زمین پر پڑے تھے۔ دو تین مردوں نے آگے بڑھ کر انہیں اٹھنے میں مدد کی اور پھر ان دونوں کو منظر سے ہٹا دیا تھا، ٹھکائی تو دونوں کی ٹھیک ٹھاک ہو گئی تھی ،اتنی جلدی وہ بھولنے والے نہیں تھے۔ سب کے سامنے سبکی الگ اٹھانے کو ملی تھی ۔ضوریز سلجھی ہوئی طبیعت کا مالک تھا، نرم خو، دھیمے مزاج کا حامل، کبھی کسی کو تو تک نہیں کہی تھی۔ وہ یوں آپے سے باہر ہو جائے گا انہیں اندازہ نہیں تھا۔

اپنے گھر کے دروازے پر پہنچتے اس نے اپنے گریبان کے کھلے بٹن بند کیے، بیل دی ،دماغ ابھی بھی غصے سے کھول رہا تھا۔

حیا نے آکر گیٹ کھولا تو وہ سرعت سے اندر بڑھ گیا۔ وہ جو اتنی دیر سے اسکے آنے کی منتظر تھی، اسکی ابتر حالت دیکھ کر پریشانی سے اسکے پیچھے لپکی۔ صاف لگ رہا تھا وہ کسی سے الجھ کر آیا تھا۔ اس وقت وہ بھول گئی تھی نور کی خرابی طبیعت، اپنی اور اسکی اس دن کی جھڑپ، انکے درمیان جاری سرد جنگ۔ سب پس منظر میں چلے گئے۔

اسکے چہرے پر آئی چوٹیں وہ نظر انداز نہیں کر سکی، ضوریز کے پیچھے وہ اسکے کمرے تک آئی۔

"آپ کو چوٹ لگی ہے۔"

وہ اپنے کمرے کے عین درمیان کھڑا دونوں ہاتھ پہلو پر جمائے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ اسکی آواز پر آنکھوں کا رنگ بدلا۔ اپنی سبکی، بے عزتی نئے سرے سے یاد آنے لگی۔

"کسی سے لڑ کے آئے ہیں آپ؟"

پریشانی سے دوبارہ پوچھا گیا تھا اور ضوریز کے ضبط کی سبھی طنابیں یہاں ٹوٹ گئی تھیں۔ ایک جھٹکے سے پیچھے مڑتا وہ تیر کی سی تیزی سے اس تک گیا تھا۔ یہاں تک کہ اسکے اور حیا کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔

ضوریز نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے بازوؤں پر سختی سے جمائے تو وہ خوف و دہشت سے خود میں سمٹتی، ہراساں نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں آئی ہے چوٹ اور بہت گہری آئی ہے۔ کیا کرو گی تم؟ کوئی مداوا ہے کیا اس کا جو تم دونوں بہنوں کی وجہ سے میرا نقصان ہوا ہے۔ تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے تم دونوں نے میرا

۔گھر سے باہر نکلنا مشکل کر دیا ہے میرے لئے۔باہر جاتا ہوں تو لوگ فقرے کستے ہیں مجھ پر۔ایک چھوڑ کر چلی گئی،دوسری آکر زبردستی میرے سر مسلط ہو گئی۔دونوں صورتوں میں مجھے کیا ملا جگ ہنسائی،لوگوں کی طنزیہ باتیں اور ٹھٹھے مذاق۔"

وہ اسے پہلی بار اتنے مشتعل انداز میں دیکھ رہی تھی۔حیا کی جان خشک ہونے لگی۔چادر ڈھلک کر کچھ پیچھے ہوئی،اسکے سیاہ بال آگے سے دکھائی دینے لگے،ماتھے پر خوف کے باعث ننھی ننھی پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگیں تو آنکھیں پتھرا سی گئیں،وہ یک ٹک سہمی ہوئی آنکھوں میں گیلا پن لئے ضوریز کو دیکھ رہی تھی،اسکی پر نم سی سرخ آنکھیں ،شدت جذبات سے تمتماتا چہرہ اور ہونٹ کے قریب خشک جما ہوا خون۔اسکی گرم سانسوں نے حیا کے لئے سانس لینا دوبھر کر دیا تھا۔ا

"چلی جاؤ یہاں سے۔ورنہ بخدا میں کچھ کر گزروں گا۔"

ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کی جانب دھکیلتے وہ اسکی طرف پشت کر گیا۔حیا لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوئی اور پیچھے دیوار کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے بچایا۔گرم گرم آنسو آنکھوں سے ابل ابل کر باہر آنے لگے،ہونٹوں سے اک ٹوٹی ہوئی سانس خارج ہوئی

۔اسکے بازوؤں میں ضوریز کی کھبتی انگلیوں کا درد اب بھی موجود تھا۔کپکپاتے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے اپنی بلند ہوتی رونے کی آواز دباتے وہ الٹے قدموں وہاں سے بھاگی تھی۔

ضوریز ماتھا مسلتا گہرے گہرے سانس لیتا پسینے میں تر وجود لئے وہاں کھڑا تھا۔اس لمحے اسے ضویا سے بے انتہا نفرت محسوس ہوئی تھی۔کاش وہ اسکے سامنے ہوتی تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مار دیتا۔وہ بھول گیا تھا،وہ اسکی محبت تھی،اولین چاہت،وہ اسکے لئے کتنی بار جھکا تھا،اپنی بات سے پیچھے ہٹا تھا،اسکی خوشی کے لئے کہاں کہاں اپنی میں کو،اپنے دل کو مارا تھا۔اس وقت جس ذلت بھرے احساس سے وہ دوچار تھا وہاں وہ سب بھول گیا تھا ۔ساری محبت بھاپ بن کر اڑ گئی تھی۔

. . . .

اپنے کمرے میں آ کر دروازہ بند کرتے وہ وہیں دروازے سے ٹیک لگائے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔پانیوں سے لدی آنکھوں نے بیڈ کی جانب سفر کیا،نور دوائی پی کر کچھ دیر پہلے ہی

سوئی تھی، منہ پر ہاتھ رکھے روتے، حیا نے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹنا چاہا تھا۔ ٹانگیں اب بھی مارے خوف کے کپکپا رہی تھیں۔ ساری بہادری ایک ہی پل میں اڑنچھو ہو گئی تھی۔

کچھ دیر پہلے وہ جس ضوریز سے متعارف ہوئی تھی وہ اسے نہیں جانتی تھی۔ وہ پہلے ایسے ملا ہی کب تھا جو وہ جان پاتی۔ یا یہ کہنا زیادہ درست ہوتا کہ پہلے ایسا تھا ہی کب۔ حیا پچھلے تین سال سے اسے جانتی تھی۔ نرم سی مسکراہٹ، آنکھوں میں متانت بھرا تاثر اور چہرے پر چھائی سنجیدگی مگر وہ اسے باوقار بناتی تھی اس سے ڈراتی نہیں تھی۔

مگر اب اس سنجیدگی میں ملال کے ساتھ ساتھ برہمی بھی شامل ہو گئی تھی، اب وہ مسکراتا بھی تو نہ تھا اور آنکھوں میں ہمہ وقت رہنے والا دبا دبا اشتعال۔

وہ پورے کا پورا بدل گیا تھا۔ اس نے آج تک کبھی کسی سے کوئی گلہ نہیں کیا تھا، کبھی کوئی حرف شکایت لبوں پر نہیں آیا۔ لیکن اس وقت اس کے دل میں شدت سے یہ خواہش جاگی تھی کہ وہ ایک بار صرف ایک بار ضویا کے سامنے جا کھڑی ہو، اس سے لڑے، جھگڑا کرے، اسے الزام دے۔

اپنے لئے جینے والوں کو کوئی یہ کیوں نہیں بتاتا جب وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے اندھادھند بھاگتے آگے بڑھتے ہیں تو پیچھے رہ جانے والوں کو جیتے جی مار دیتے ہیں۔

اس میں اتنی ہمت نہیں تھی مگر پھر بھی وہ ایک بار ضوریز کے سامنے بھی کھڑی ہونا چاہتی تھی۔اتنی بہادر اور بے خوف ہو کے صرف ایک بار اس سے کہہ سکے کہ جب بیچ راہ میں چھوڑ جانے والے پیچھے رہ جانے والوں کا نہیں سوچتے تو پیچھے رہ جانے والوں کو بھی انکی سبھی یادیں دفن کر دینی چاہیے۔پیچھے رہ جانے والوں کو کوئی یہ کیوں نہیں سکھاتا ،نہ زندگی ختم ہوئی ہے،نہ اسکے اسباب ختم ہوئے ہیں پھر کیوں وہ خود کو زندہ لاشیں سمجھ لیتے ہیں۔

وہ وہاں بیٹھی کتنی دیر روتی رہی۔اسے برا لگ رہا تھا اپنے لئے نہیں ضوریز کے لئے۔اسے یاد آیا کچھ دن پہلے ضوریز نے جب اسے باتیں سنائی تھیں تو اسے کتنا برا لگا تھا۔اور خود باہر نجانے وہ کیا کیا سن کر آیا تھا جو یوں آپے سے باہر ہو رہا تھا۔کبھی کبھی ہمیں خود سے جڑے لوگوں کی کڑوی کسیلی بھی فراغ دلی سے سن لینی چاہیے،بنا ماتھے پر شکن لائے ،دل میں کدورت پالے،کیا پتہ سامنے والا اپنے اندر کتنا زہر جمع کیے بیٹھا ہو جو لمحہ لمحہ

انہیں اندر ہی اندر مارتا ہو گا اور ہم اپنے دکھوں میں دیکھ بھی نہیں پاتے۔ اور سب سے خوب صورت دل وہ ہوتا ہے جو خود تکلیف میں ہو کر بھی دوسرے کا درد محسوس کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

بہت دیر بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتی وہ واش روم کی طرف گئی، کچھ دیر بعد وہ گیلے دھلے ہوئے چہرے کے ساتھ باہر نکلی۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے کے گرد آئے بال ٹھیک کیے۔ آنکھیں سوجی ہوئی سرخ ہو رہی تھیں، پپوٹوں پر انگلیوں کا دباؤ ڈال کر رہ جانے والی نمی صاف کی۔ چادر ٹھیک سے اوڑھتے الماری کی جانب بڑھی ۔اپنا شولڈر بیگ نکال کر چادر کے نیچے سے کندھے پر لیا۔ آگے بڑھ کر بیڈ پر سوئی نور کو اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

. . . .

مغرب کے بعد کا وقت تھا، باہر اندھیرا چھانے لگا تو اسے وقت کا اندازہ ہوا۔ کمرے میں پھیلتے اندھیرے سے دل کچھ اور بھی بے کل ہونے لگا تو سرخ آنکھوں کے ساتھ بیڈ سے اٹھ کر اس نے لائٹس آن کی تھیں۔ وہ مضطرب چہرے کے ساتھ واپس مڑا، کمرہ یک دم روشنی سے بھر گیا تھا، اسکی اندھیر ہوئی زندگی کے برعکس کہیں تو روشنی رہنی چاہیے تھی۔ نیم وا کھلے دروازے سے باہر، راہداری میں پھیلے اندھیرے نے اسکی توجہ اپنی طرف کھینچی تھی۔ دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے باہر ایک نگاہ ڈالی، ہر طرف اندھیرے کا راج تھا۔ حتی کہ کچن میں بھی لائٹ نہیں جل رہی تھی۔ کچھ اچنبھے کا شکار ہوتا وہ باہر نکلا۔ لائٹس جلاتے غیر ارادی نگاہ حیا کے کمرے کے دروازے تک گئی۔ اندر اندھیرا تھا، کچھ دیر پہلے اس کی سہمی آنکھیں ذہن کے پردے پر جھلملا سی گئیں۔ آنکھیں موند کر وہ کراہا، وہ جانتا تھا جو ہوا تھا اس میں حیا کی غلطی نہیں تھی مگر وہ پھر بھی اس کے زیر عتاب آ رہی تھی۔ اپنے احساسات سے ہٹ کر اس وقت اس نے اسکی تکلیف محسوس کی۔

وہ کون سا خوشی سے یہاں تھی، وہ بھی تو مجبور تھی اور اسکا اظہار وہ اس سے کر بھی چکی تھی پھر اپنی فرسٹریشن وہ اس پر کیوں نکال رہا تھا؟۔ ندامت کا احساس کچھ اور حاوی ہوا تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اسکے کمرے کی طرف بڑھا، آدھ کھلے دروازے کو پورا وا کیے دیوار پر ہاتھ مارتے لائٹس آن کی۔ کمرے میں بھرتی روشنی نے آنکھوں کو دیکھنے کے قابل کیا تو خالی کمرہ دیکھ کر اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔ سامنے واش روم کا دروازہ بھی کھلا پڑا تھا۔

وہ کوئی اندیشہ تھا جس کے زیر اثر دل یکبار جیسے کسی کھائی میں گرتا چلا گیا۔

وہ تیزی سے پلٹا حیا کا نام پکارتے اب پورے گھر میں اسے تلاش کر رہا تھا۔ اسکا نام پکارتا تو آواز سراسراسی جاتی۔ ذہن جو بتا رہا تھا دل وہ سننے کا متحمل نہیں تھا۔ گھر کا اندرونی دروازہ کھلا تھا جہاں وہ کھڑا آنکھیں سکیڑ کر نیم اندھیرے میں مین گیٹ کی جانب گھور کر دیکھ رہا تھا۔ مین گیٹ کی کنڈی لگی تھی مگر چھوٹے دروازے کی کھلی ہوئی تھی۔ ضوریز کے کندھے جھکتے چلے گئے۔ سانسیں جسم سے کیسے کھچتی ہیں ان لمحوں میں وہ اس مرحلے سے گزر رہا تھا۔

"چلی جاؤ یہاں سے۔ورنہ بخدا میں کچھ کر گزروں گا۔"

اسکے ارد گرد فقط اپنے لفظوں کی بازگشت تھی۔اسکی رنگت دیکھ کر لگتا تھا جیسے سرخ چہرے پر کسی نے زردی کھول دی ہو۔اندرونی دروازے کے باہر کھڑا،وہ شکست خوردہ سا ایک قدم آگے لیتا باہر بنے زینے پر بیٹھا۔اسے لگتا تھا کھونے کو اب کچھ بچا نہیں ہے ،لیکن وہ بھول گیا تھا انسان کے پاس ہمیشہ کچھ نہ کچھ کھونے کو باقی رہتا ہی ہے یہاں تک کہ اسکی آخری سانس۔اپنے ہی گھر کی دہلیز پر بیٹھے اس لٹے پٹے حلیے کے شخص کا یہ گمان بھی غلط تھا اسکی عزت جتنی مٹی میں ملنی تھی مل چکی،اس سے بڑھ کر کوئی سانحہ نہیں ہو گا ۔عزت کی اجلی چادر جتنی بھی مٹیالی ہو جائے ہر لگنے والا نیا داغ مرکز نگاہ بن ہی جاتا ہے۔

مغرب کے بعد کا وہ اندھیرا جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اور گہرا ہوتا جاتا تھا ایسے ہی اسے ،لگ رہا تھا اسکے چہرے پر ایک بار پھر سے کالک ملتی جا رہی ہو

ایسا ہی ایک وقت تھا جب وہ ضویا اسکی لاکھ منت سماجت کے باوجود اسکی زندگی سے نکل کر اس گھر کی دہلیز پار کر گئی تھی،جگ ہنسائی تب بھی اسکا مقدر ٹھہری تھی۔وہ وقت

کٹھن تھا۔ ویسا ہی وقت پھر سے اسکی زندگی پر نازل ہوا تھا، اس بار چہرے بدلے تھے ، حالات بھی مختلف تھے، مگر عزت پھر سے ضوریز آصف کی اچھالنے ہوئی تھی۔

تو کیا وہ سچ میں اسکی بات پر عمل کرتے یہ دہلیز پار کر گئی تھی۔ اگر ایسا تھا تو اس بار کی ذلت اس شخص کے لئے دوہرے عذاب کی صورت ہوتی۔ مرد غصے میں، فرسٹریشن میں جب اپنی عورت کو چلے جانے کا کہتا ہے تو اسے ایک لمحہ ضرور لینا چاہیے یہ سوچنے کے لئے کہ اگر وہ سچ میں اسکے گھر کی دہلیز پار کر گئی تو وہ کس بل بوتے پر اتنا اکڑے گا۔ مرد بھلے حاکم ہے مگر عزت کے معاملے میں عورت کا محکوم ہے۔ عورت اسکی عزت اپنی مٹھی میں قید کیے ہوتی ہے جہاں اس نے اپنی مٹھی کھولی ایک لمحہ نہیں لگتا مرد کی عزت کا کشکول خالی ہونے میں۔ وہ لمحوں میں بادشاہ سے فقیر بن جایا کرتا ہے۔

وہاں شکستہ حالت میں بیٹھے اسے ایک پل کے لئے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا وہ اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرے، اسکے پیچھے جائے۔ وہ نور کو بھی ساتھ لے گئی تھی۔ بلکہ وہ تو ہونے والے نقصان کا تخمینہ لگانے بیٹھ گیا تھا۔ ابھی وہ اسی حساب کتاب میں تھا جب دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اسکی نگاہ بے صبری سے نیچے فرش سے اٹھتی دروازے

تک گئی۔ اور پھر اسکے جھکتے شانے بدنامی کے خدشات لئے ہر بوجھ سے آزاد ہو گئے ہوں ۔ چہرے کی طرف بڑھتے کالک زدہ ہاتھ ہوا میں تحلیل ہوتے گئے۔

نور کو کندھے سے لگائے وہ اب گردن موڑے دروازہ بند کرتے کنڈی لگا رہی تھی۔

اور پھر جیسے جیسے اسکے قدم ضوریز آصف کی جانب بڑھ رہے تھے اسکی سانسوں کا بوجھل پن مٹتا جا رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا نہیں تھا۔ یوں ہی بیٹھا رہا، نہ ہی نظر ایک بھی سیکنڈ کے لئے حیا کے چہرے پر سے ہٹی تھی۔ یہاں تک کہ وہ آکر اسکے بالکل سامنے رکی، تین زینوں پر مشتمل لکڑی کے دروازے کے باہر بنی انٹرنس کے سامنے کھڑی وہ اس پھیلے اندھیرے میں بھی اسکے چہرے پر ہر گزرتے لمحے بڑھنے والے اطمینان سے بے خبر نہیں رہ پائی تھی۔

اس پل اگر کوئی ایک احساس جو ضوریز کے پورے وجود کو آکٹوپس کی طرح جکڑے ہوئے تھا تو وہ احساس تشکر تھا۔ سامنے کھڑی عورت کے لئے۔

"نور کو دوپہر سے بخار ہو رہا تھا۔ اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی تھی۔"

اور سامنے بیٹھے اس مرد کو اب اسکے وہاں موجود ہونے کے بعد ایسی کسی وضاحت کی ضرورت باقی کہاں رہی تھی۔

وہ ایک سائیڈ پر ہوتے زینے چڑھتی اندر کی جانب بڑھی، چند قدموں کے فاصلے پر رکی۔

"بے فکر رہیں، میں وہ غلطی نہیں دوہراؤں گی۔ کبھی بھی اس گھر کی دہلیز پار نہیں کروں گی۔ کیوں کہ میں حیا ہوں ضویا نہیں۔"

ضوریز آصف کی پشت پر تھوڑے فاصلے سے آتی آواز مدھم مگر مستحکم تھی۔ وہ اگر کوئی عہد وفا تھا تو اسکے زخموں پر پہلے مرھم کی حیثیت رکھتا تھا۔

وہ اس بار چونکا نہیں تھا۔ وہ اسکی سوچیں پڑھ لیا کرتی تھی۔ اب اس نے چونکنا چھوڑ دیا تھا

۔

کچھ دیر بعد وہ وہیں اسکے ساتھ، اس سے نیچے والے زینے پر تھوڑے فاصلے پر بیٹھی تھی ۔ اب کی بار اس گھر کے چھوٹے سے پورچ کے چھت کی سیلنگ میں لگے بلب روشن

تھے جس کی دودھیا روشنی ان دونوں پر ایک سی پڑتی تھی۔البتہ باہر آسمان سے اترتے اندھیرے نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا تھا۔

حیا بالکل سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔دونوں ہاتھوں کی پشت گھٹوں پر رکھے،اپنی انگلیوں کو چھیڑتی لب کاٹتی رہی۔وہ ہنوز گردن جھکائے بیٹھا تھا،پہلے زینے پر بیٹھے اسکے لیدر کے سلیپرز میں مقید پاؤں تیسرے زینے پر تھے اور حیا کی نظریں غیر ارادی طور پر انہیں پر جمی تھیں۔۔اب جب یہاں تک آنے کی ہمت کرلی تھی تو بات کرنے کی جرات بھی کرنی ہوگی۔ایک گہرا سانس اندر اتارتے وہ جب بولی تو آواز آہستہ اور متانت لئے ہوئے تھی۔

"میں نے آپ کو کال کی تھی نور کو بخار تھا لیکن آپ نے پک نہیں کی۔آپ کو نہیں لگتا اس سب میں نور کا کوئی قصور نہیں ہے۔وہ آپ کی بیٹی ہے لیکن اب آپ اسے پہلے کی طرح وقت نہیں دیتے،اٹھاتے بھی نہیں ہیں۔اور تو اور اب تو نور بھی آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف پہلے کے جیسے لپکتی نہیں ہے۔یوں مت کریں اسکے ساتھ۔اسے اسکی ماں کے کیے کی سزا مت دیں۔کیا میں اور آپ یہ سزا کاٹنے کو کافی نہیں ہیں؟"

بات کرتے کرتے حیا نے گردن ترچھی کرتے، ٹھوڑی اٹھا کر اسکی جانب دیکھا وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا لیکن وہ اب صرف اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ جو اپنے اندر اتنا کچھ دبائے بیٹھے ہیں آپ کو بول دینا چاہیئے۔اس سے آپ کو تکلیف ہو گی لیکن وقتی ہو گی پھر سب ٹھیک تو نہیں ہو گا لیکن درد کی شدت کم ضرور ہو جائے گی۔مجھے لگتا ہے آپ مجھ سے سب کہہ سکتے ہیں۔میں ایک اچھی سامع ثابت ہوں گی۔آپ اپنے دل کی ساری باتیں کہہ دیجیئے گا۔میں سن کر بھول جاؤں گی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔مجھے اپنی سنائیں گے تو آپ کو کوئی ڈر بھی نہیں ہو گا اپنا بھرم ٹوٹ جانے کا ،کیوں کہ میں اور آپ دونوں اس سے محبت کرتے تھے،اسکے چلے جانے نے ہمیں ایک سا توڑا ہے،ٹھیک ہے میں مانتی ہوں آپ کو مجھ سے زیادہ تکلیف ہوئی ہو گی میں تو سارا دن گھر میں رہتی ہوں باہر کوئی کیا کہتا ہے کیا بولتا ہے مجھے نہیں پتہ لیکن آپ کو پتہ ہو گا ۔آپ کے لئے زیادہ مشکل ہوتا ہو گا۔لیکن اس کے باوجود ہمیں اس سے محبت تو ہے ناں۔اس لئے ہم ایک دوسرے کو اسکی محبت کے لئے جج نہیں کریں گے۔تو پہلے میں شروع کرتی ہوں۔"

ناک سکیڑ کر گیلا سانس اندر کھینچتے اس نے کچھ ساعتوں کے لئے وقفہ لیا۔

"آپی کو شروع سے شوق تھا اچھا پہنے اوڑھنے کا، لیکن اس میں کوئی برائی نہیں ہے ہر انسان کو ہوتا ہے۔ مسئلہ تب بنتا ہے جب انسان کو خود کے لئے دوسروں کی ستائش کا نشہ ہو جائے۔ یہ بھی ایک طرح کی بھوک ہوتی ہے، یہ خواہش کہ سب صرف مجھے دیکھیں ،مجھے سراہیں، بس میری ہی واہ واہ ہو، میں سب سے منفرد نظر آؤں، یہ خواہش آہستہ آہستہ نفسیاتی عارضے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ والدین کو اپنی اولاد پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔ بچوں کی بہت ساری ضدیں جو انکا بھولپن جان کر مسکراتے ہوئے نظر انداز کر دی جاتی ہیں نہیں کرنی چاہیے۔ پہلے ہی قدم پر روک دینا چاہیے، کیا ہو گا وہ روئے دھوئے گا لیکن سنبھل جائے گا۔ شروع میں نظر انداز کر کے، آنکھیں بند کر کے جب پانی سر سے گزر جائے تو اسے روکنا، اور یہ امید کرنا کہ وہ رک جائے گا، باز آجائے گا سراسر بیوقوفی ہے۔ میں آپی کو روکنا چاہتی تھی مگر وہ نہیں رکی، وہ غلط تھی یہ جانتے ہوئے بھی میں نے اسے کہا وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائے، اس نے ایسا بھی نہیں کیا لیکن اس سب کے باوجود مجھے وہ اب بھی یاد آتی ہے۔ میں اب بھی اس سے محبت کرتی

ہوں، میں اب بھی دعا کرتی ہوں اسکے ساتھ کچھ برا نہ ہو۔ کاش امی ابو اسے پہلے قدم پر ہی روک لیتے، یہی غلطی پہلے میرے امی ابو سے ہوئی، پھر آپ نے بھی وہی غلطی دوہرائی۔ کبھی روکا نہیں، کسی بات سے منع نہیں کیا، اپنی منوائی نہیں تو آپ کیسے امید کر سکتے تھے آپی اتنا آگے نکل کر آپ کے کہنے پر رک جائے گی۔"

حیا کے لہجے میں تکلیف تھی، آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے، دل درد سے بھرا ہوا تھا ،اور کچھ ایسا ہی کرب ضوریز کی آنکھوں میں بھی آن ٹھہرا تھا۔ کھوئے رشتے اذیت تو دیتے ہیں بھلے بچھڑنے والا کتنا ہی قصوروار کیوں نہ ہو۔ بیتے دنوں کی اچھی یادیں کانٹوں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور پھر لمحہ لمحہ دل میں درد بھری چبھن کا باعث بنتی ہیں۔

"تو کیا کرتا اسکی مان لیتا؟ بے غیرت بن جاتا؟ محبت بغیر سانس پھر بھی آتی جاتی ہے ،عزت چلی جائے تو سانس لینا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔"

اور بلا آخر وہ بولنے پر آمادہ ہوا تھا۔ بھاری آواز اور درد میں ڈوبا لہجہ۔ حیا ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی جواب بھی نیچے نجانے کیا دیکھ رہا تھا۔

"محبت کا تو پتہ نہیں مگر وہ اب میری عزت نہیں ہے لیکن پھر بھی جب کوئی اسکا نام لے کر مجھے کچھ کہتا ہے تو اسکی بات مجھے گالی کی طرح لگتی ہے۔ کوئی اسے دیکھ کر، اسکے حسن کے قصیدے پڑتا ہے تو خون کھولنے لگتا ہے میرا۔ اسے میری عزت چوکوں چوراہوں پر لاتے ذرا احساس نہ ہوا اور میں اب بھی اسکی عزت کے روگ پالے ہوئے ہوں۔ وہ کوئی بازار میں رکھی چیز نہیں تھی جسے کھلے عام دیدہ دلیری سے دیکھا جاتا۔ جس کے بارے میں رائے دی جاتی۔ اس نے خود کو اتنا بے توقیر کیسے کر لیا؟"

حیا کو لگا اسکی آنکھوں میں نمی چمکی ہو جسے آنکھیں موند کر اس نے اندر ہی اندر پی لیا ہو۔

"محبت باندھنے کا نام تو نہیں ہے جو میں اسے باندھ کر رکھتا، پابندیاں عائد کرتا۔ یہ تو مان دینے کا نام ہوتی ہے۔ جن سے محبت ہو انہیں صرف احساس کی ڈوری سے باندھا جا سکتا ہے اور وہ ڈوری اگر توڑ دی جائے تو پھر دنیا کی کوئی زنجیر جانے والے کو روک نہیں سکتی ۔احساس ختم تو سمجھو لو جلد یا بدیر محبت کا جنازہ بھی نکل کر رہے گا۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں حیا محبتوں کے جنازے اٹھانا اتنا تکلیف دہ نہیں ہوتا جتنا عزتوں کے اٹھانا ہوتا ہے ۔وہ صرف محبت ہوتی تو کوئی غم نہیں تھا چلی جاتی چھوڑ کر مگر وہ کیوں بھول گئی وہ کوئی

گرل فرینڈ نہیں تھی، میری بیوی تھی میری بیٹی کی ماں تھی۔ بیوی بن کر نہ سوچتی ماں ہی بن جاتی۔ لیکن اس نے اتنا تردد کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔"

وہ زخمی سے انداز میں مسکرایا۔ اور حیا کا جی چاہا وہ اسے مسکرانے سے روک دے، اسے ایسے مسکراتا دیکھنا زیادہ تکلیف دہ تھا۔ اس کے دل میں اس وقت ضوریز آصف کے لئے کہیں جذبات تھے جو آپس میں گڈ مڈ ہو رہے تھے۔ ہمدردی، ترس، ترحم۔ دل کی زمین گیلی ہوتی اسکے لئے نرم تر ہوتی جاتی تھی۔

"آپ بھول نہیں سکتے؟"

یہ سوال نجانے کیسے اسکے لبوں سے نکلا تھا۔ ضوریز نے پہلی بار گردن اٹھاتے اسکی طرف دیکھا، سیاہ آنکھوں میں چمکتا پانی اور سرخ ہوتے گوشے، نگاہوں کا میل فقط چند پلوں کا تھا اور اتنے میں ہی اسکے دل کی دنیا بدل گئی تھی۔ حیا نے نظریں چرا لیں مگر پھر بھی لمحوں کے کھیل میں جیسے وہ آنکھیں دل پر نقش ہو گئی تھیں۔ دل کی دنیا پلٹنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔

"بھولنا اتنا آسان ہے کیا؟ میں چاہوں بھی تو لوگ نہیں بھولنے دیں گے۔"

ایک تھکن زدہ سانس خارج کرتے وہ اپنی لاچاری کا اظہار کر رہا تھا۔ حیا نے گالوں پر ہاتھ پھیرتے نمی صاف کی، پھر تھوک نگل کر گلہ تر کرتے التجائیہ گویا ہوئی۔

"آپ اسے الٹ کیوں نہیں کر دیتے۔ ایسا کیوں نہیں سوچتے آپ بھول جائیں گے ، آگے بڑھ جائیں گے تو لوگ بھی بھول جائیں گے۔ آپ نے خود کو دیکھا ہے، کیسے ہو گئے ہیں آپ؟" وہ ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن اندر سے نور کے رونے کی آواز سنتی وہ تیزی سے اٹھ کر اسکے پاس سے گزرتی چلی گئی۔

اسکے جانے کے بعد بہت دیر تک وہ وہاں بیٹھا رہا، آج کے دن نے اسے بے انتہا ذہنی تھکاوٹ عطا کی تھی، وہ ابھی بھی کچھ دیر پہلے کی باتوں کے بابت سوچ رہا تھا لیکن اس وقت وہ خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ کیوں کہ بہت سارا ان دیکھا بوجھ کہنے سننے کے بعد یوں ہی زائل ہو جایا کرتا ہے۔

. . . .

صبح کے تھال میں سورج کی سنہری کرنیں گری، آج کی صبح بہت عرصے بعد اجلی اجلی سی تھی، جیسے بہت عرصے تک سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چھپا آفتاب بلا آخر اپنی شعاعیں زمین والوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو ہی گیا ہو۔

ایسے میں اس گھر میں پھیلی وحشت کا اثر بھی حد درجہ زائل ہوا تھا۔

چھٹی کا دن تھا اس کے باوجود وہ صبح صبح گھر سے نکل گیا تھا، اور وہ کہاں جا رہا تھا یہ پوچھنے کی جسارت حیا نہیں کر سکی تھی۔

کل رات باہر زینوں پر بیٹھ کر کی جانے والی ساری باتیں اس رات کا حصہ بنتی صبح کے سورج کے ساتھ کہیں تحلیل ہو گئی تھیں۔

وہ صبح کا گیا ظہر کے بعد واپس آیا تھا۔ اور اسے دیکھ کر حیا کو خوش گوار حیرت ہوئی تھی۔

فریش ہیئر کٹ، کلین شیوڈ چہرہ، آنکھوں میں رہنے والی ہمہ وقت سرخی بھی آج نہیں تھی۔ وہ ایک عرصے بعد اپنے اصلی حلیے میں واپس آیا تھا اور بہت بہتر لگ رہا تھا۔

وہ آتے ساتھ ہی اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد شاور لے کر تبدیل شدہ لباس کے ساتھ باہر آیا، اس وقت وہ براؤن شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔

حیا بے دھیانی میں، چہرے پر بے زاری لئے، ٹی وی کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی، ریموٹ ہاتھ میں تھا اور وہ چینل بدل رہی تھی، نور جب سو رہی ہوتی تو وہ ایسی ہی بوریت کا شکار ہوتی تھی۔

اسے کمرے سے باہر نکلتا دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ عموماً وہ ایک بار کمرے میں جانے کے بعد دوبارہ باہر نہیں آیا کرتا تھا۔ اس وقت بھی اسے باہر نکلتا دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

"کھانا لگا دوں آپ کے لئے۔"

اسکے پوچھنے پر اس نے بنا اسکی طرف دیکھے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ کل رات اس سے اپنے دل کا بوجھ بانٹ لینے کے بعد اب بلا وجہ کی اکڑ دکھانا بنتا نہیں تھا۔

ضوریز بھلے زبان سے اس بات کا اظہار نہ کرتا لیکن وہ دل ہی دل اسکا ممنون تھا۔ اسے واقع ہی کوئی اچھا سامع چاہیے تھا جس سے وہ سب کہہ سکتا۔ اور حیا کے سوا وہ کوئی اور ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ سحرش سے کچھ کہہ کر وہ اسے مزید فکریں نہیں سونپنا چاہتا تھا۔

"آجائیں کھانا لگ گیا ہے۔" وہ وہیں کھڑا تھا۔ نظریں بے توجہی سے ٹی وی سکرین پر جمی تھیں، اور ذہن سوچوں کی پرواز بھرتا کہیں کا کہیں پہنچا ہوا تھا۔

حیا کی قدرے اونچی پکار پر وہ لیونگ ایریا کے آخر میں کچن کے سامنے لگے ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

وہ آکر بیٹھتے بنا کچھ کہے کھانے میں مگن ہو گیا تو حیا کو مزید اپنی وہاں موجودگی بے وجہ معلوم ہوئی۔ بے دلی سے وہ جانے کے لئے پلٹی۔

"حیا۔" اور اسکے اچانک پکارنے پر سرعت سے دوبارہ مڑی۔

وہ کھانے سے ہاتھ روکے اسکی طرف چہرہ اٹھائے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں رہنے والی سختی غائب تھی اور چہرے پر ہلکی سی نرمی کی رمق تھی۔

"آئی ایم سوری۔ پچھلے کچھ ماہ سے میرا رویہ تم سے نامناسب رہا اسکے لئے میں شرمندہ ہوں۔" وہ اسے دیکھتا بول رہا تھا اور حیا سر نفی میں ہلا رہی تھی۔

"اسکی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں آپ کے لئے مشکل ہوتا ہو گا مجھے اپنے ارد گرد دیکھنا، کسی کے لئے بھی ہو سکتا تھا۔ مجھے سمجھنا چاہیے تھا، بنا آپ کی سچویشن سمجھے ، میں نے بھی کہیں مرتبہ آپ سے بدتمیزی کی ہے۔ اس کے لئے میں بھی نادم ہوں ۔ اس لئے ہم رہنے دیتے ہیں یہ معافی تلافی، شکایتیں، الزامات۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہمیں اگر موو آن کرنا ہے تو پیچھے کے سبھی کواڑ بند. shut the door behind ہے کرنے ہوں گے۔ بہت ساری باتیں بھولنی ہوں گی۔"

اسکی مدہم آواز اور نرمی بھرا لہجہ کتنا بھلا لگ رہا تھا، اندھیرے میں روشنی کی پہلی کرن جیسا۔ نرم لہجے پتھر دلوں پر کاری ضربیں لگا جاتے ہیں، پھر جو جھرنے پھوٹتے ہیں، وہ ٹھنڈے اور میٹھے ہوتے ہیں۔

ضوریز نے سر کو تائیدی انداز میں جنبش دی۔

"بیٹھو۔"

آنکھ کے اشارے سے پیشکش کی گئی، وہ متذبذب سی اسکے پہلو میں رکھی چیئر پر ٹک گئی تو ضوریز گردن موڑے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ دونوں ہاتھ باہم پھنسائے میز پر رکھے تھے ،اور خود وہ اسکا چہرہ نظروں میں رکھے بول رہا تھا۔

"میں نے بھی تو تمہاری پوزیشن سمجھنے کی کوشش نہیں کی، مجھے سوچنا چاہیے تھا یہ سب تمہارے لئے کتنا تکلیف دہ ہو گا۔ تم نے اس دن صحیح کہا تھا، تمہارے لئے بھی یہ سب بہت آکورڈ ہوتا ہو گا۔

تم نے کون سا اپنی خوشی سے ہاں کی تھی۔ تمہارے پاس بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لئے میں معذرت خواہ ہوں اپنے ان تمام الفاظ کے لئے جن سے تمہیں تکلیف پہنچی۔ تم خواہ مخواہ اس سب میں پھنس گئی ہو۔"

یوں اتنی دیر تک وہ پہلی بار اسے نظریں جمائے دیکھ رہا تھا اور فی الحال وہ خود اس سے انجان تھا، آج اس نے پیچ رنگ کی چادر لے رکھی تھی۔ جس کے پوری طرح اسکے وجود کو کور کرنے کے باعث کپڑوں کے رنگ کا بیٹھے ہونے کی وجہ سے اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا

۔جبکہ دوسری طرف وہ اسکے مسلسل دیکھنے پر کچھ بے آرامی کا شکار چہرہ جھکائے، ضوریز کی طرف دیکھنے سے گریز برت رہی تھی۔

"میں نے پہلے بھی کہا تھا، میں نے یہ سب نور کے لئے کیا ہے اور کسی کے دباؤ میں آئے بغیر یہ میرا اپنا فیصلہ تھا۔ آپ کو گلٹی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ضوریز نے سر کو ذرا سا خم دیا۔ اس بار نظریں اسکے رنگ بدلتے چہرے پر سے ہٹا لیں۔

ایک گہرا سانس لیا اور پھر سے گویا ہوا۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا میں تم سے اپنے دل کی بات شئیر کر سکتا ہوں۔ بنا کسی خوف و جھجک کے۔"

یہ اعتراف جیسا تھا۔

حیا نے پہلی بار چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنے کی کوشش کی، نظریں اپنے ہاتھ پر ٹکائے وہ سنجیدہ اور کچھ مغموم سا لگتا تھا۔

"اور میں نے یہ بھی کہا تھا میں سب سن کر بھول جاؤں گی۔" اس نے تیزی سے کہا ،ضوریز کے چہرے پر پل بھر کیلئے ہلکی سی مسکراہٹ آکر معدوم ہوئی۔

"میں اندر سے اتنا خالی ہو گیا ہوں کہ اب میرے پاس اس رشتے کو دینے کے لیے کچھ باقی نہیں بچا۔ ضویا جاتے ہوئے میرے سارے احساسات کو برف کی سل میں تبدیل کر گئی ہے۔ سرد اور بالکل منجمد۔"

"میں کبھی شکایت نہیں کروں گی۔" اسکے پاس جیسے ضوریز کی ہر بات کا جواب تھا۔ یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر کوئی سایا سا لہرایا۔ سامنے بیٹھے شخص کا اعتبار توڑنے والی اسکی اپنی بہن تھی، وہ کس منہ سے کوئی شکایت کرتی؟ کبھی کبھی ہمارے رشتوں کا بار ندامت کی صورت ہمارے کندھوں تک آکر ہی رہتا ہے۔ جو ہمارے ہونٹوں کو سی دیتا ہے۔

"یہ رشتہ ہم دونوں کے لئے ایک سا ان چاہا ہے، مجبوریوں کی تہہ میں لپٹا ہوا۔ اس لئے ہم ایک دوسرے سے کوئی توقع وابستہ نہیں کریں گے، کوئی شکایت بھی نہیں ہو گی، لیکن جب ساتھ رہنا ہے تو کیا ضروری ہے پہلے سے ٹوٹے دل اور توڑے جائیں، اپنی تلخ باتوں

سے ،رویوں سے ایک دوسرے کے لئے اور پریشانی کا باعث بنیں۔ ہم اچھے سے بھی تو رہ سکتے ہیں نا۔"

آنکھوں میں آس لئے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ ضوریز نے اسکی طرف دیکھا، چند لمحوں کا بالکل سکوت اور پھر وہ ہلکا سا سر ہلا گیا، حیا کے چہرے پر مسکراہٹ آ سمٹی۔

"نور کیسی ہے اب؟"

اسے جیسے یاد آیا تھا۔ کل حیا نے بتایا تو تھا اسکی طبیعت خراب ہے۔ کھانا ٹھنڈا ہو چکا تھا مگر وہ پھر بھی کھانے لگا۔

"ٹھیک ہے اب۔ بخار اتر گیا ہے۔ سو رہی ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

"جب جاگ جائے تو میرے پاس چھوڑ جانا۔"

اور اس بار حیا پورے دل سے مسکرائی تھی۔ بلا آخر اسے نور کا خیال آ ہی گیا تھا، وہ خیال جو وہ پچھلے کچھ ماہ میں کرنا چھوڑ چکا تھا۔

کھانا کھا کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

نور جاگی تو حیا اسے اٹھائے اسکے کمرے میں گئی تھی۔ حسب عادت دروازہ ذرا سا ناک کیا، پھر ناب گھما کر اندر قدم رکھا، وہ بیڈ پر بیٹھا تھا، سامنے لیپ ٹاپ کھلا تھا۔ سو کر اٹھی، اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے آنکھیں ملتی نور کو دیکھ کر ضوریز کے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ بے ساختگی کے رنگ لئے ہوئے تھی۔

حیا بیڈ کے بالکل قریب جا کر رکی، ضوریز نے لیپ ٹاپ بند کرتے، دونوں ہاتھ نور کے سامنے پھیلائے، وہ اسکے پاس آنے کے بجائے کچھ اور بھی حیا سے چپکی، اور اپنا چھوٹا سا بازو اسکے گلے کے گرد لپیٹ لیا۔ ضوریز دھیما سا ہنسا۔

"میرا بچہ بابا سے ناراض ہے؟" ذرا سا اوپر کی جانب اٹھ کر نور کو حیا سے لینا چاہا، منہ بسورتی نور کو یہ زبردستی کچھ پسند نہیں آئی تھی، وہ ایک دم سے پورا زور لگا کر رونے لگی تھی۔ اسکے ہاتھ میں حیا کی چادر آ گئی تھی جسے وہ چھوڑ نہیں رہی تھی۔ اب منظر کچھ یوں

تھا کہ نور ضوریز کے بازوؤں میں تھی، اور وہ حیا کی طرف باہیں پھیلائے رو رہی تھی، بنا آنکھ سے ایک بھی آنسو نکالے زور زور سے رونے کا فار مولا نور کو خوب آتا تھا، ہاتھ میں زور سے حیا کی چادر کی کناری پکڑ رکھی تھی اور حیا جھک کر اپنے سر سے اتری چادر سے بے نیاز اسے بہلانے میں لگی تھی۔ ضوریز اسے پچکار رہا تھا مگر وہ چپ نہیں ہو رہی تھی ،اس نے چانک سے سیٹی بجائی تو وہ ایک دم سے رونا بند کیے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ جیسے ہی ضوریز نے سیٹی بجانا بند کی نور نے پھر سے وہیں سے اپنے رونے کا پروگرام شروع کیا جہاں سے ملتوی ہوا تھا۔ ایسا تین سے چار ہوا تھا، ضوریز ہر بار سیٹی بجاتا وہ رونا ترک کر کے اپنی گول مٹول آنکھوں سے اسے دیکھنے لگتی اور جوں ہی وہ رکتا وہ پھر سے رونا شروع کر دیتی۔ اس سب کے دوران اس نے حیا کی چادر بھی نہیں چھوڑی، وہ ہنوز جھک کر اسکے پاس کھڑی تھی۔ اپنے اپنے دھیان میں وہ دونوں پوری طرح سے نور میں گم تھے ورنہ جان پاتے کہ اتنی دیر انکے چہرے، ایک دوسرے کے بے حد قریب چند انچ کے فاصلے پر تھے۔

اور بلا آخر کوئی دس منٹ تک باپ کو اچھا خاصا خوار کرنے کے بعد نور کو ضوریز پر رحم آیا تھا اور وہ اسے دیکھ کر ہنسی تھی۔ ضوریز نے مسکرا کر اسکے بال چومے، حیا نے آہستگی سے اسکے ہاتھ سے اپنی چادر نکالی، اور ہاتھ سر تک گیا تو پتہ چلا وہ کھلے سر کھڑی ہے۔ سٹپٹا کر سیدھی ہوئی تو ضوریز کی نگاہ اسکی طرف بے ارادہ اٹھی۔ وہ تیزی سے رخ موڑ گئی اور ایسا کرنے کے باعث اسکے بالوں کی لمبی چوٹی لہرا کر اسکی کمر کے گرد ہلکورے کھانے لگی ، چمکدار سیاہ لمبے اور گھنے بالوں کی موٹی سی چوٹی اسکی کمر سے نیچے تک آتی تھی، چند سیکنڈز لگے ہوں گے حیا کو چادر ٹھیک کر کے دوبارہ سر پر اوڑھنے میں اور ان چند لمحوں میں ضوریز کی نگاہیں اسکے بالوں سے ہٹ نہیں پائی تھیں۔ وہ بچپن سے ہی لمبے بالوں کا دیوانہ تھا، اسکی امی کے بالوں کی چوٹی بھی لمبی تھی کمر سے نیچے تک آتی۔ ضویا کے بال بھی بہت خوبصورت تھے لیکن وہ انہیں بمشکل کمر تک آنے دیتی پھر کٹنگ کروا دیتی۔ ذہن کے پردے پر بیتے دنوں کا ایک منظر پوری طرح سے روشن ہوا۔

"تم نے پھر سے بال کٹوا دیے۔"

اسے آئینے کے سامنے پیٹھ کیے کھڑی تھی اور پیچھے مڑ کر اپنے بالوں کو شیشے میں دیکھ رہی تھی۔ ضوریز کمرے میں آتے ہی اسکے شانوں اور کمر کے درمیان سٹیپ میں کٹے بالوں کو دیکھ کر متاسف سا بولا۔

"ہاں دیکھو اچھے لگ رہے ہیں نا۔"

گھوم کر آئینے کی جانب رخ کرتی، وہ اپنے نئے ہیئر کٹ سے بالکل مطمئین لگ رہی تھی ۔ستائشی نظروں سے خود کا عکس دیکھتی وہ اپنے پیچھے آکر کھڑے ہوتے ضوریز کے چہرے کی مایوسی جانچ نہیں پائی تھی۔

"مجھے لمبے بال اچھے لگتے ہیں ضوئی۔" اسکے سلکی بھورے بالوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے وہ نظریں جھکائے دیکھ رہا تھا۔

"تو تم رکھ لو، تم پر اچھے لگے گے۔"

وہ اسکی بات میں پنہاں مفہوم کو سمجھ کر بھی نا سمجھی کا مظاہرہ کرتے شرارت سے ساتھ مشورہ بھی دے رہی تھی۔

"میں اپنی نہیں تمہاری بات کر رہا ھوں۔"حفیف سے انداز میں اسے گھورتے تصیح کی۔

"مجھ سے زیادہ لمبے بال سنبھالے نہیں جاتے ضوریز۔ تم جانتے تو ہو نا کتنی کوفت ہوتی ہے مجھے۔"

ناک چڑھا کر کہتی وہ اسکی جانب مڑی، ضوریز نے آہستگی سے اسکے بال اپنے ہاتھ سے آزاد کر دیے۔

"کیا ایسے اچھے نہیں لگ رہے؟"وہ کچھ الجھن زدہ سی اپنے پیچھے مڑ کر دیکھتی استفار کرنے لگی۔ ضوریز ہلکا سا مسکرایا، دونوں ہاتھ اسکے شانوں پر رکھے وہ چہرہ موڑ کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔ ضوریز نے

"یہ کس نے کہا؟ تم تو ہر حال میں اچھی لگتی ہو۔ بلکہ جب تم بوڑھی ہو جاؤ گی اور تمہارے بال جھڑ جائیں گے تو گنجی ہو کر تم مجھے اور بھی خوب صورت لگو گی۔"

ضویاجو بے خودسی اسکے مخمور لہجے اور گھمبیر آواز کے سحر میں جکڑی سرشارسی آنکھوں میں نرم ساتاثر لئے اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔اسکی آخری بات پر بری طرح چونکی ،آنکھوں میں خفگی امڈی،چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنے لمبے ناخنوں کا استعمال بلی کے پنجوں کی صورت میں کرتی اسکے بازوؤں پر جھپٹتی،وہ تیر کی تیزی سے پیچھے ہٹتا اسکی پہنچ سے دور ہوا۔

"تم نہیں بچو گے آج میرے ہاتھوں۔" دانت پیس کر کہتی وہ اسکے پیچھے لپکی تھی اور وہ ہنستا ہوا کمرے سے باہر کی جانب الٹے پاؤں بھاگا تھا۔

کھٹکے کی آواز پر وہ چونکا،کمرہ وہی تھا،وہ بھی وہی تھا لیکن منظر بدل گیا تھا،انسان چلا بھی جائے تو اس سے جڑی یادیں اچھی ہوں یا بری،وہ نہیں جاتیں ہمیشہ ساتھ رہتی ہیں ۔آنکھوں میں زخمی پن اترا،چہرے پر کھلتی مسکراہٹ مفقود ہوئی اور اک سایا سا آن ٹھہرا،وہ خالی خالی بجھی نظروں سے دیکھنے لگا،نور اسکی گود میں بیٹھی جھک کر اسکے ہاتھ پر بندھی گھڑی کو منہ میں ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی اور ایسا کرنے کے باعث اسکی کلائی پر گیلاہٹ وہ اب محسوس کر سکتا تھا،حیا یہاں سے وہاں چلتی ہوئی کمرہ سمیٹ رہی تھی

۔کچھ ہی دنوں میں کمرے کی حالت عدم توجہی سے ابتر ہو چکی تھی۔ سحرش کے رہتے وہ صاف کر دیا کرتی تھی۔اسکے جانے کے بعد حیا کو ضوریز نے منع کیا تو اس نے بھی دوبارہ ادھر کا رخ نہ کیا،وہ خود جیسے تیسے کبھی کبھار صفائی کر دیا کرتا تھا لیکن پھر بھی وہ صفائی ،صفائی کے زمرے میں کسی صورت نہیں آتی تھی۔

اسکے سارے استعمال شدہ کپڑے ایک ڈھیر کی صورت بیڈ کے پیرہانے والی سائیڈ پڑے تھے۔

حیا کے مڑنے پر وہ نظریں جھکا تا نور کی طرف دیکھنے لگا،وہ ایک مسکراتی نظر دونوں پر ڈال کر سارے کپڑے اٹھاتی کمرے باہر نکل گئی تھی۔

. . . .

اس دن کے بعد سے یہ ہوا تھا کہ انکے درمیان تناؤ کی کیفیت باقی نہیں رہی تھی، بوقت ضرورت وہ ایک دوسرے کو مخاطب کر لیا کرتے تھے۔ نور ایک دفع پھر سے اس سے مانوس ہو گئی تھی۔

حیا کچن میں بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھی لیکن دھیان سار الیونگ ایریا میں موبائل کان سے لگائے بات کرتے ضوریز پر تھا جو نور کے ہاتھ میں اپنی انگشت شہادت کی انگلی پکڑا ئے اسے چھوٹے چھوٹے قدم چلنے میں مدد دے رہا تھا۔ اپنی باتوں کے برعکس اسکے چہرے پر نرمی کا تاثر تھا اور آنکھیں مسکراتی ہوئیں نور کو ننھے ننھے لڑکھڑاتے قدم لیتے دیکھ رہی تھیں۔

اور خود وہ دوسری طرف موجود سحرش سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے سوچ لیا ہے آپا میں یہ گھر، یہ گلی محلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گا۔ میں موو آن کرنا چاہتا ہوں جو یہاں رہتے ہوئے کبھی ممکن نہیں ہو پائے گا۔ یہاں بار بار اسکا ذکر ہو گا، اور میں کبھی آگے بڑھ نہیں پاؤں گا نہ سب بھلا پاؤں گا۔ نور کل کو بڑی ہو گی اور میں نہیں چاہتا وہ اپنی ماں کا ذکر اس انداز میں کسی کے منہ سے سنے۔"

اسکی آواز بالکل سپاٹ تھی۔نور نے چلتے چلتے رک کر چہرہ اوپر کی جانب اٹھاتے اسے دیکھا،جواب میں ضوریز نے جھک کر اسکا سر چوما،نور ایک بار پھر سے قدم آگے بڑھانے لگی تو وہ بھی ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم لینے لگا۔

"لیکن پھر بھی سوچ لو ضوریز۔یہ بہت بڑا فیصلہ ہے۔"

سحر ش کچھ متذبذب تھی۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کیا ہے۔اور آپ فکر مت کریں یہ گھر سیل کرنے کے لئے پراپرٹی ڈیلر سے بات کر لی ہے میں نے،ساتھ ہی ایک دو نئے گھر بھی دیکھے ہیں انشاءاللہ اس ہفتے میں سارے انتظام ہو جائیں گے پھر ہم لوگ شفٹ کر جائیں گے۔"

وہ آج کل انہیں چکروں میں لگا تھا۔نارمل زندگی کی طرف آنا تھا تو یہ ضروری تھا۔وہ کسی ایسی جگہ چلا جانا چاہتا تھا جہاں کوئی ضویا کے بارے میں جانتا تک نہ ہو،جہاں اپنے گھر سے باہر نکلتے اسے دھڑکا نہ لگا رہے کہ اب کوئی گلی میں چلتے اسکے بارے میں کوئی سرگوشی کر رہا ہو گا۔اور وہ آواز صور اسرافیل کے جیسے اسکے کانوں تک آ پہنچتے اسکے بچے کچھے سکون کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دے گی۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہیں مناسب لگے، میں تو بس تمہیں خوش باش دیکھنا چاہتی ہوں۔"

مزید کچھ دیر بات کر کے ضوریز نے کال بند کر دی۔

نور کے قدموں کا رخ اب کی بار کچن کی جانب تھا۔

نور ایک ہاتھ میں ضوریز کی انگلی تھامے، دوسرا ہاتھ دیوار پر رکھے، دیوار کی اوٹ سے چہرہ سامنے کرتے حیا کو دیکھ رہی تھی۔ جو نیم رخ لئے اپنی ہی دھن میں تیز تیز بھنڈیاں کاٹ رہی تھی۔

"مما۔" باریک سی آواز پر بری طرح چونکتے حیا پلٹی تھی۔ چھری کی تیز دھار اسکی انگلی کے پور سے لگی تھی اور اس کے سٹپٹانے پر چھری اسکے ہاتھ سے گر گئی، انگلی دوسرے ہاتھ سے دبائے حیا ایک بار پھر سے نور کو دیکھ رہی تھی، آنکھوں میں بھیگا پن لئے، دل گداز ہوتا گیا۔ اسکی آنکھیں نور پر ٹکی تھیں اور نور کے ساتھ کھڑے ضوریز کی اسکے ہاتھ پر۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ نور تک آئی تھی، اسکے سامنے دوزانو بیٹھتے، وہ پر نم آنکھوں کے ساتھ مسکرائی۔ نور جب پیدا ہوئی تھی حیا کو تب سے اسکے بولنے کا بے صبری سے انتظار تھا۔ اسے نور کے منہ سے اپنے لئے لفظ "خالہ" سننا تھا اور قسمت اسے کچھ اور ہی سنانے کا فیصلہ کیے بیٹھی تھی۔ آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں اور بھینچے لبوں کے ساتھ حیا نے نور کو اپنے گلے سے لگایا تھا۔ ضوریز اب بھی اسکی انگلی پر نظر رکھے ہوئے تھا جہاں سے خون کی ننھی سی دھار بہتی اسکی ہتھیلی تک آ رہی تھی۔

ذرا سا جھکتے، بے خودی میں ہاتھ بڑھا کر اس نے حیا کی زخمی انگلی والا ہاتھ نور کی پشت سے ہٹایا، سیدھا کر کے انگلی کا جائزہ لیا اور پھر اپنے انگوٹھے سے اسکی انگلی زور سے دبائی۔ حیا پتھرائی آنکھوں کے ساتھ بالکل ساکت رہ گئی۔ دم سادھے اس نے دھندلائی آنکھوں سے چہرہ اٹھائے ضوریز کو دیکھنا چاہا، مگر اسکے چہرے کے خدوخال آپس میں گڈ مڈ ہو گئے۔ پلکیں جھپک کر آنکھوں میں ٹھہری دھند صاف کی۔ اب اسکا چہرہ واضح دکھائی دے رہا تھا۔ چہرے پر سنجیدگی کے سوا اور کوئی تاثر نہیں تھا۔ نور اسکے ساتھ سے الگ ہوتی دیوار

پکڑ کر چلتی تھوڑا دور نکل گئی تھی۔ حیا کا ہاتھ اب بھی اسکے ہاتھ میں تھا۔ دل کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں۔ چہرے پر کسی انجانے سے احساس کے تحت گلال پھیلتا چلا گیا۔

ضوریز اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اسکا سارا دھیان اسکی انگلی پر تھا۔ انگوٹھا ہٹایا، خون نکلنا بند ہو گیا تھا۔

اسکا ہاتھ چھوڑ کر وہ سیدھا ہوا۔ بس ایک نگاہ بت بنی حیا پر ڈالی اور اگلے پل نور کو اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔ لیکن وہ جاتے ہوئے بھی اس پر پھونکا طلسم توڑنا بھول گیا، وہ ہنوز بیٹھی رہی، اپنے ہاتھ کو دیکھتی، شاک اور بے یقینی کا شکار۔ اسکے ہاتھ کا پر حدت لمس حیا کے یخ ٹھنڈے ہاتھ پر جیسے ٹھہر گیا ہو۔ اور دل جب اپنی کرنے پر آ جائے تو کسی کے لاکھ منع کرنے کے باوجود، اس کو پگھلنے میں لمحہ ہی کتنا لگتا ہے۔

. . . .

یہ وہ دن تھے جب وہ اپنی کیفیت خود سمجھنے سے قاصر تھی۔ دل کی بدلتی حالت تشویش ناک تھی۔ لیکن وہ چاہ کر بھی اس فیز سے باہر نہیں نکل پا رہی تھی۔ اور یہ اعتراف تو خود سے کرتے بھی اسے شرمندگی ہو رہی تھی کہ اسکا دل اب ضوریز کی طرف ہمکنے لگا تھا ۔ وہ اسے سوچنے لگی تھی۔ انجانے میں وہ اسکے اعصاب پر سوار رہنے لگا تھا۔ وہ اسکے ساتھ کوئی تعلق بنانے کا روادار نہیں تھا اور وہ تھی کہ اپنے دل کو سمجھانے تک سے قاصر تھی ۔ اور پھر تھک کر اس نے دل کو اسکے حال پر چھوڑ دیا۔

اور ایسا کر کے وہ خوش تھی، اسکی خوشی کا تعلق صرف اپنے احساسات سے تھا، ضوریز کی اپنی طرف سے بے اعتنائی اسے تکلیف نہیں دیتی تھی۔ اور نہ ہی حیا نے اس سے کوئی لمبی چوڑی توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ وہ فی الحال چاہنے کے لطف سے سرشار تھی، چاہے جانے کا روگ نہیں پالا تھا۔

گھر کا بندوبست ہو گیا تھا۔ آج کل وہ دونوں گھر کا سامان پیک کر رہے تھے۔ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے اور وہ تینوں ایک ہی کمرے میں موجود تھے، نور بیڈ پر لیٹی

فیڈر پی رہی تھی، اسکے سونے کا وقت ہونے والا تھا اور حیا جلدی جلدی ضوریز کی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔ کل صبح انہیں یہاں سے شفٹ ہونا تھا، گھر سیل ہو چکا تھا۔

وہ سوٹ کیس میں اپنے کپڑے ڈال رہا تھا، حیا الماریاں خالی کرنے میں لگی تھی۔

جب اسکی نظر ضوریز اور ضویا کی شادی کے البم پر پڑی، کن اکھیوں سے مڑ کر ضوریز کو دیکھا، اسکی طرف پشت کیے وہ اپنے کپڑے تہہ کر کے سوٹ کیس میں رکھ رہا تھا۔

"کچھ رہ تو نہیں گیا؟ وہ لب کاٹتی وہ البم ہاتھ میں پکڑے یوں ہی کھڑی تھی، دل ایک دم سے بھاری ہونے لگا، اف یہ ماضی سے جڑی یادوں کا بوجھ۔

ضوریز کی آواز پر وہ البم اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گری تھی، دھڑام کی آواز پر وہ پلٹا اور حیا کے پیروں کے قریب گری البم کو دیکھ کر اسکی آنکھوں کا رنگ بدلا، چہرے پر کوئی سایا سالہرایا، اور اندر کہیں بہت دور کچھ چھناکے سے ٹوٹا۔ حیا نے دیکھا کوئی تکلیف بھرا تاثر آنکھوں میں آیا تھا لیکن صرف چند پلوں کے لئے پھر وہ آنکھیں بے زبان ہو گئی تھی ،حال دل عیاں نہ کرنے والی۔ کوری کوری سی، خالی خالی سی۔

وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔ جھک کر البم اٹھائی، حیا ٹکٹکی باندھے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ البم اٹھا کر سیدھا ہوا۔

"تم کپڑے سوٹ کیس میں رکھو میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"

آہستہ سی آواز اور بے تاثر لہجہ اپنائے کہتا وہ مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

حیا نے جاتے ہوئے اسکی پشت کو ملے جلے تاثرات سے دیکھا پھر سر جھٹک کر آگے بڑھتی ،بیڈ تک آتے کپڑے تہہ کرنے لگی۔ لیکن ذہن ابھی بھی اسی میں اٹکا ہوا تھا۔

باہر کھلے سیاہ آسمان تلے، فضا میں قدرے خنکی سی رچی بسی تھی۔ ایسے میں وہ ہاتھ میں پکڑی البم کو زخمی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، وہ ضویا تھی مسکراتی ہوئی ڈیپ ریڈ لہنگے میں پور پور سجی اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیے کھڑی۔ اور اسکے پہلو میں کھڑا وہ شاندار سا مرد، بلیک سوٹ میں ملبوس، جسکی آنکھیں ستاروں کے جیسے چمکتی تھیں، دل یادوں کے جلتے دھوئیں سے بھرنے لگا، اسے دیکھ کر دل کی حالت آج بھی بدلنے لگتی تھی، محبتیں گہری ہوں تو اپنے نشان بھی گہرے نقش کر کے جاتی ہیں جو نہ تو مٹنے میں آتے ہیں نہ کسی کی

کوتاہیوں سے دھلنے پاتے ہیں، وہ وہیں رہتے ہیں، داغ دل کی صورت، رفتہ رفتہ دل کو سلگاتے ہیں، جلاتے ہیں اور پھر مریض عشق کے تڑپنے پر سفاکی سے مسکراتے ہیں۔

نیچے پنجوں کے بل بیٹھتے اس نے البم زمین پر رکھی، جیب سے ماچس بر آمد کی۔

جلتا آگ کا شعلہ روشن ہوا، اور کچھ ہی دیر بعد کبھی اسکے لئے رہنے والی خوب صورت یادیں بھڑکتی آگ کی نذر ہونے لگی۔ سنہری شعلوں کا عکس اسکی آنکھوں میں دکھتا تھا اور اس آگ کے ساتھ وہ خود بھی جلتا تھا، بجھتا تھا اور بجھ کر پھر سے جلتا تھا۔

انٹرنس پر کھڑی حیا نے نم ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر بے دلی سے مڑتی واپس چلی گئی۔

. . . .

اگلے دن گھر کا سامان شفٹ کرنے میں ہی شام ہو گئی تھی۔ ضوریز صبح صادق کا اٹھا تھا، دو مزدوروں کی مدد سے سارا سامان منتقل کیا، اور شام کو جب وہ اس گھر کی چابیاں پراپرٹی ڈیلر کے حوالے کرتا حیا اور نور کو لے کر نکلا تو شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے، وہ لوگ ٹیکسی ہائر کر کے آئے تھے، نیا گھر خوب صورت تھا، تین بیڈ رومز پر مشتمل ۔فرنیچر وغیرہ کی سیٹنگ وقتی طور پر کر دی گئی تھی، البتہ انکا ذاتی سامان اور کچن کا ساز و ساماں ابھی بکھرا پڑا تھا۔ نور اس سب میں ڈسٹربنس کے باعث سو نہیں پائی تھی اور اب چڑچڑی ہوئی جا رہی تھی۔ ضوریز اسے اٹھائے بہلانے کی کوشش کر رہا تھا، چہرے پر تھکان تھی۔

حیا کچن کا سامان سیٹ کر رہی تھی، کچھ دیر تک ان دونوں کی باہر سے آوازیں آتی رہیں ، پھر خاموشی چھا گئی۔ گھنٹہ بھر لگا کر اس نے پہلوؤں پر ہاتھ رکھتے تھکاوٹ بھری نظروں سے ادر گرد دیکھا، موٹا موٹا کام ہو گیا تھا، باقی کی باریکی والا کام کل پر رکھتی وہ گردن سہلاتی باہر نکلی۔ گھر اتنی جلدی کہاں سنور پاتے ہیں۔ عورت کی تو ساری زندگی نکل جاتی ہے اس کو سجانے سنوارنے میں۔ لیکن صرف ایک احساس اسے تمام عمر یہ مشقت بھری

ذمہ داری خوشی خوشی اٹھانے پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ ہے " اپنا گھر "۔ یہ سوچ ہی کس قدر طمانیت اپنے اندر لئے ہوتی ہے۔ "وہ گھر" حیا کو کبھی اپنا نہیں لگا تھا، کیوں کہ اس گھر پر شروع سے ضویا کے نام کا ٹھپہ لگا تھا۔ اسکے جانے کے بعد بھی اسے وہ کبھی اپنا نہیں لگا ۔ اور یہ گھر آتے ساتھ ہی اسے اپنا ہونے کا تحفظ فراہم کر گیا تھا۔ کیوں کہ اس پر پہلے سے کسی کی چھاپ نہیں تھی۔

باہر نکل کر پہلے ارادہ نور کو دیکھنے کا تھا۔ پھر کچھ رات کے کھانے کے لئے انتظام کرنے کا ۔ ٹی وی لاؤنج سنسان پڑا تھا۔ یہاں نچلے فلور پر دونوں کمرے ساتھ ساتھ جڑے تھے ۔ ایک میں ضوریز نے اسکا سامان اور دوسرے میں اپنا رکھا تھا۔ حیا کے قدموں کا رخ ضوریز کے کمرے کی جانب ہوا، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دہلیز پر رک گئی، سامنے کا منظر دیکھ کر ساری تھکان کہیں اڑنچھو ہو گئی تھی، ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ اور آنکھوں میں متانت در آئی۔ ضوریز بیڈ پر چت حالت میں لیٹا ہوا تھا اور اسکے بازو کے حصار میں نور اسکے سینے پر سو رہی تھی۔ ذرا گردن اچک کر حیا نے اسکے سوئے جاگے ہونے کا اندازہ کرنا چاہا۔ وہ دونوں ہی نیند میں تھے۔ وہ آہستگی سے بنا آواز کیے اندر آئی۔ بیڈ کے

قریب کھڑے ہو کے ان دونوں کو یوں دیکھا، دل سکون سے بھرتا چلا گیا۔ جیسے اسکی متاع حیات اس ایک منظر میں سمٹ آئی ہو۔

ضوریز کے چہرے پر سوتے ہوئے بھی تکان بڑی واضح تھی ماتھے پر آئے سیاہ بال، لمبی مڑی ہوئی پلکیں سایہ فگن تھیں، اٹھی ہوئی ستواں ناک اور باہم پیوست ہونٹ، حیا کے دل کی ایک بیٹ مس ہوئی۔ وہ ایک شاندار مرد تھا اور سوتے ہوئے چہرے پر پھیلا بے ضرر و معصومیت بھرا تاثر اسے اور بھی پر کشش بنا رہا تھا۔ حیا کا دل کسی مقناطیسی قوت کے زیر اثر اسکی طرف کھینچتا چلا گیا۔ اسے دیکھتے ہوئے اسکے اپنے ہونٹوں پر اک دلکش مسکان رقص کرتی تھی، چہرے کے خدوخال میں حد درجہ نرمی رچی بسی تھی۔ نور بے آرامی سے ذرا بھر کسمسائی، حیا نے دیکھا وہ پیٹ کے بل سوئے ہوئے شاید تھک گئی تھی تبھی چہرے پر بے آرامی تھی۔ جھک کر اسے تھپکا، وہ ایک بار پھر سے گہری نیند میں چلی گئی اسکے بال ماتھے سے پیچھے کرتے حیا نے ایک نگاہ ضوریز کا چہرہ ڈالی، پھر نظر اسکے نور کے اوپر رکھے ہاتھ تک گئی۔ صاف شفاف ہاتھ کی ابھری سبز نسیں بہت نمایاں دکھائی دیتی تھیں۔

دھڑکتے دل کے ساتھ، نچلا ہونٹ دانتوں میں دابے، احتیاط سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر، نظر اسکے چہرے پر دوبارہ کرتے ابھی نور کے اوپر سے اٹھایا ہی تھا کہ اس نے پٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔ حیا اپنی جگہ بری طرح اچھلی، اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے یوں چھوڑا جیسے سانپ بچھو پکڑا ہو۔ ضوریز نے بروقت اسکے ہاتھ سے چھوٹا اپنا ہاتھ پیچھے کیا تھا ورنہ وہ زور سے نور کے اوپر گر کر اسے لگ بھی سکتا تھا، ایک نظر نیچے کئے اسکے ٹھیک ہونے کی تسلی کی۔

اور اب وہ کچی نیند سے بیداری کے باعث سرخی مائل ہو رہی آنکھوں کے ساتھ اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا، حیا کی رنگت یوں سپید پڑی تھی گویا اسے چوری کرتے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا ہو۔

سٹپٹا کر نظریں چرائیں۔

"میں نور کو اٹھانے لگی تھی۔" سرعت سے تھوک نگلتے وضاحت دی۔ ضوریز چند پل اسے دیکھ کر بنا کچھ کہے دوبارہ آنکھیں موند گیا۔ حیا کا مارے حیرت کے منہ کھلا۔ وہ بلاوجہ ہی شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔ موصوف کو تو رتی برابر فرق نہ پڑا تھا۔

آنکھوں میں خفگی آئی، ایک تند و تیز نظر اس پر ڈالتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔

. . . .

گھر تبدیلی کے بعد ضوریز کو کسی حد تک اطمینان ضرور ہوا تھا۔ گھر سے باہر نکلتے جو دھڑکا اسے لگا رہتا تھا اب وہ نہیں تھا، وہ قدرے سکون سے باہر نکلتا تھا۔

یہاں کوئی ضویا کے بارے میں جانتا نہیں تھا۔

گھر کی سیٹنگ اگلے کہیں دن لگا کر حیا نے از سر نو کی تھی۔

وہ آفس سے آکر خلاف معمول سو گیا تھا۔ مغرب سے کچھ پہلے پیاس کے احساس کے تحت اسکی آنکھ کھلی ،

بستر سے اٹھ کر اپنی ٹی شرٹ ٹھیک کرتا بنا سلیپرز پہنے ہی وہ باہر نکلا، دونوں ہاتھوں سے آنکھیں مسلتا وہ آگے بڑھا تھا جب ٹی وی لاؤنج میں کسی چیز سے اسکا پیر ٹکرایا تھا۔ وہ کراہ کر دوہرا ہوا۔ ہاتھ میز کی سطح پر ٹیک کر خود کو گرنے سے بچایا۔

"یااللہ۔ دیکھ کر ضوریز۔" اسکی آواز پر وہ پلٹی تو تیزی سے منہ سے نکلا۔ تیزی سے اسکی طرف آئی جواب لڑکھڑا کر صوفے تک آیا تھا۔ وہاں بیٹھ کر نیچے جھکا ہاتھ سے اپنے دائیں پاؤں کا انگوٹھا دبائے ہوئے تھا۔

وہ اسکے پاس ہی نیچے بیٹھی اب فکرمندی سے اسکا ہاتھ میں دبایا انگوٹھا دیکھ رہی تھی۔

"زیادہ لگی ہے کیا؟ آپ دیکھ کر نہیں چل سکتے تھے۔" تشویش سے کہتے اس نے ضوریز کا درد کے باعث بھینچے جبڑے والا منہ نہیں دیکھا تھا۔

"یہ میز یہاں کیا کر رہا ہے؟" وہ چڑ کر بولا تھا۔ اسکے آفس سے آنے پر آخری بار جب اس نے دیکھا تھا تو اسکی یہ پوزیشن نہیں تھی۔ وہ تو اپنے اندازے سے چل رہا تھا۔ جیسا کہ عموماً سبھی اپنے گھر میں چیزوں کی جگہ سے واقف ہوتے ہیں۔

"کچھ نہیں کر رہا بس ایسے ہی پڑا ہے۔ میں سیٹنگ چینج کر رہی ہوں۔"

بنا اسکے غصے سے تنے چہرے کو دیکھے وہ آرام سے اسکی معلومات میں اضافہ کر رہی تھی۔

"پچھلے دس دن میں کوئی بیس بار تو سیٹنگ چینج کر چکی ہو تم۔"

وہ اکتاہٹ کا شکار تھا۔

"تو کیا کروں جب میں سیٹسفائی ہی نہیں ہوں تو چینج تو کرنی پڑے گی نا۔"

کندھے اچکا کر اس بار حیا نے چہرہ اوپر کی جانب اٹھاتے اسے دیکھا تھا۔

"اور تمہاری سیٹسفیکیشن کے چکر میں، میں بھلے لولا لنگڑا ہو جاؤں۔" سر جھٹکتے وہ جل کر بولا۔ اسکے لڑاکا عورتوں والے انداز، حیا سے ہنسی ضبط کرنا محال ہوا، ہونٹ باھم بھینچ کر اس نے خود کو ہنسنے سے روکا۔

"اب اتنی بھی نہیں لگی دکھائیں مجھے۔" کہتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکا ہاتھ ہٹایا ۔اسکی بات پر ضوریز نے کینہ توز نظروں سے اسے گھورا۔

"نہیں، لگی ہے لگی ہے۔زور سے لگی ہے۔" اسکے سرخ سپید انگوٹھے کا ناخن ٹوٹنے سے خون نکل رہا تھا اور کچھ خون ناخن کے اوپر سے جمع ہوا نظر بھی آتا تھا

اور اسکے ایک دم سے آواز پست کر کے معصومیت سے اپنا بیان بدلنے پر ضوریز کے اندر کچھ بدلا۔ آنکھوں سے غصہ غائب ہوا اور چہرے پر سے بے زاری۔ غیر محسوس انداز میں اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ہلکی سی جھلک آ کر معدوم ہوئی تھی۔

حیا اب کچھ شرمساری و فکرمندی کے ملے جلے تاثرات لئے اسکے زخمی انگوٹھے کو دیکھ رہی تھی۔

"اچھا جاؤ نیل کٹر لے کر آؤ، اسے کاٹنا پڑے گا۔"

آواز کو ہموار کرتے اس بار وہ بولا تو لہجے میں نرمی تھی۔

وہ سر ہلا کر اٹھ گئی۔

"لیکن اس سے پہلے ایک گلاس پانی دے جانا پلیز۔"

اچانک سے اسے یاد آیا تھا وہ پانی پینے نکلا تھا۔ حیا نے ایک بار پھر سے سر ہلایا تھا اور رخ کچن کی طرف کیا۔

کچھ دیر بعد مرہم پٹی کے بعد وہ اس نے خود مل کر حیا کو سیٹنگ کروائی تھی۔ روز روز چوٹیں کھانے سے بہتر تھا وہ ایک ہی بار اس کی مدد کر دیتا۔ اور آدھے گھنٹے کی محنت کے بعد وہ ایک طائرانہ نگاہ ڈالتی مسکرائی تھی۔ آنکھوں میں ستائش اور چہرے پر اطمینان جھلک رہا تھا۔ اور اس سے کہیں زیادہ تسلی ضوریز کو ہوئی تھی کہ صد شکر آئندہ کے لئے اسکی بچت ہو گئی تھی۔

. . . .

وہ اپنے کمرے کی گلاس ونڈو کے سامنے کھڑی تھی، سکس سٹار ہوٹل کے ففتھ فلور پر بنے اس پر تعش روم میں زندگی کی ہر سہولت میسر تھی۔ اور ہوتی بھی کیوں نہ فقط پانچ ماہ کے

کم ترین عرصے میں اس نے اپنا ایک الگ نام بنایا تھا، وہ نام و مقام جسے بنانے میں صدیاں لگ جاتی ہیں۔ اتنے کم عرصے

وہ کامیابیوں کے کہیں ادوار دیکھ چکی تھی، وہ ملک کے ٹاپ فیشن ڈیزائنرز کے لئے ماڈلنگ کر رہی تھی، پاکستان سے باہر دوسرے ملکوں میں ہونے والے فیشن ویک کا حصہ بن رہی تھی، ان ڈور ایڈورٹائزمنٹ کے کہیں پروجیکٹس اسکی جھولی میں پڑے تھے ، سوشل میڈیا پر وہ ایک سٹار بن چکی تھی اور آج کل وہ ایک کمرشل کی شوٹنگ کے لئے کراچی سے اسلام آباد آئی ہوئی تھی۔

ہاتھ میں فریش اورنج جوس کا گلاس تھا اور خود وہ موبائل کان سے لگائے کھڑی تھی۔

"ہاں ہاں شوٹ مکمل ہو گیا ہے۔ کل واپس آرہی ہوں۔"

دوسری طرف تہذیب تھی۔

"جلدی آجاؤ ہمدان پروڈکشن ہاؤس سے تمہارے لئے کال آئی ہے وہ تمہیں اپنے نیو ڈرامہ میں کاسٹ کرنا چاہ رہے ہیں۔ تم واپس آؤ تو میٹنگ رکھ لیتے ہیں۔"

تہذیب خوشی خوشی کہہ رہی تھی۔وہ اتنی کامیاب چار سالوں می نہیں ہوئی تھی جتنا ضویا ان چار پانچ ماہ میں ہو گئی تھی۔ضویا اسکی مشکور تھی وہی تو اسے انڈسٹری میں لائی تھی ۔تہذیب کو اسکے ساتھ رہنے میں فائدہ تھا۔اسکا اپنا کیریئر قریب قریب ختم ہو چکا تھا اب ضویا کی وجہ سے اسے کچھ نہ کچھ کام مل جاتا،ورنہ وہ ضویا کی اسسٹنٹ بننے کو بھی تیار تھی ،اس میں اسکا فائدہ تھا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

آنکھوں میں خوشگوار سی حیرت لیے وہ خوشی سے نہال ہوتی چینخی۔

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔تمہاری واپسی کی فلائٹ کب ہے؟"

کل صبح کی۔" کہہ کر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہوئی۔پھر نگاہوں میں الجھن لئے اسے پکارا۔

"تہذیب۔"

"ہاں کہو۔"

"میر انور سے ملنے کا بہت من کر رہا ہے اتنے ماہ ہوئے اسے دیکھے ہوئے؟ میں جا کر ایک بار اس سے مل آؤں؟" پتہ نہیں کیوں وہ اس سے پوچھ رہی تھی، خود سے جانے کی ہمت نہیں تھی شاید اسی لئے اس سے مشورہ چاہ رہی تھی۔

"ضویا۔۔۔ویسے تو یہ تمہاری اپنی مرضی ہے لیکن اگر مجھ سے پوچھو گی تو میں تو دوست ہونے کے ناتے یہی مخلص رائے دوں گی تم مت جاؤ۔ وہاں پیچھے اب تمہارے لئے کچھ بچا نہیں ہے۔ ابھی تو تمہارے کیریئر میں ایک ٹرننگ پوائنٹ آنے والا ہے ریمپ سے ٹی وی سکرین تک کا سفر ہر کسی کا مقدر نہیں بنتا۔ ایک بار تم نے یہ سنگ میل پار کر لیا تو آئی ایم ڈیم شیور تم نے ڈرامہ انڈسٹری میں تہلکہ مچا دینا ہے۔ اس لئے پیچھے مڑ کر مت دیکھو۔ آگے بڑھو اور اپنے حصے کی کامیابیاں سمیٹو۔"

ضویا نے پر سوچ انداز میں سر ہلایا۔

"ہوں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ بس دل بہت چاہ رہا تھا۔ لیکن میں دل کو سمجھا لوں گی۔" پھیکی سی مسکراہٹ لئے وہ بولی تھی۔ دل اداس ہونے لگا۔

تہذیب چھک کر اب اس سے آگے کے پلانز شئیر کر رہی تھی اور اس وہ پوری کوشش کر رہی تھی سارا دھیان اسی کی باتوں پر مرکوز رکھتے نور کو ذہن سے نکالنے کی۔جوس کا آدھ پیا گلاس اس نے ہاتھ میں یوں ہی پکڑ رکھا تھا۔اسکی مٹھاس کڑواہٹ میں بدل گئی تھی۔

. . . .

رات کھانے کے بعد وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا تھا۔ارادہ نیوز سن کر اٹھنے کا تھا۔چینل سرچنگ کے دوران ٹی وی پر بے توجہی سے ٹکی نگاہیں ٹھہر سی گئی۔ریموٹ کے فارورڈ بٹن پر انگلی کا دباؤ کم ہوا،کچن سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف جاتی حیا کی نگاہ بھی غیر ارادی طور پر سکرین کی جانب اٹھی تھی اور پھر پلٹنے کے بجائے پتھرا گئی تھی۔وہ ضویا ہی تھی،بیوٹی سوپ کے کمرشل میں،برہنہ شانے اور اسکی ابھری ہوئی نمایاں ہوتی بیوٹی بون،اسکے ناز و ادا اور پھر سلیو لیس پرپل گاؤن میں وہ ساتھی ایکٹر کی باہوں میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔

حیا نے ڈوبتے دل کے ساتھ ضوریز کی طرف نظریں کیں۔ جہاں وہ کھڑی تھی وہاں سے اسکے چہرے کا صرف دایاں رخ نظر آتا تھا۔ ہونٹ بھینچے اسکی کنپٹی کے قریب سبز رگ نمایاں ہو گئی تھی۔ ضبط کی شدت سے چہرہ اور کان کی لوئیں سرخی چھلکانے لگی تھیں ۔کمرشل ختم ہو گیا تھا مگر وہ برف کا مجسمہ پگھلا نہیں تھا، یوں ہی سرد آنکھوں سے سکرین دیکھتا رہا، حیا کی ہمت نہیں ہوئی تھی وہ اسکے قریب جاتی۔ اسے وہ شام یاد آئی جب وہ زخمی حالت میں گھر آیا تھا۔ اک جھرجھری سی لے کر وہ دم سادھے بنا آہٹ کے مریل سی چال چلتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

اگلی صبح ناشتے کی میز پر ایک بار پھر سے وہ اپنے پہلے سے خول میں سمٹ گیا تھا۔ چپ چپ سا، حد درجہ سنجیدہ، سرخ آنکھیں اسکے رت جگے کی گواہی دے رہی تھیں۔ حیا نے بھی سوئے ہوئے شیر کو سونے دیا تھا، جگا کر اپنی شامت کیوں بلواتی۔

مگر اپنی اس گریز اور مفاہمت پسند پالیسی پر وہ رات تک ہی قائم رہ سکی، رات کو اسکے کمرے سے ہلکے ہلکے میوزک کی آواز آرہی تھی، نصرت فتح علی خان کی آواز میں گونجتی غزل "لکھ دیا اپنے در پر کسی نے اس جگہ پیار کرنا منع ہے۔" کی آواز اسکے کمرے تک آ

رہی تھی۔ موسم بدل رہا تھا۔ اب پنکھا لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایسے میں رات کے سناٹے میں آواز ہلکی ہونے کے باوجود اسے ڈسٹرب کر رہی تھی۔ ویسے تو وہ کوئی اور میوزک سن رہا ہوتا تو شاید وہ نظر انداز کر دیتی لیکن اس وقت میں خاص کر کے اسکا یہ غزل سننا اسے گراں گزر رہا تھا۔

نور تو سکون سے سو رہی تھی مگر وہ باوجود کوشش کے اپنا دھیان ہٹا نہیں پا رہی تھی۔

اور جب تیسری بار یہی غزل لگائی گئی تو اسکی بس ہو گئی تھی۔ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے کمبل خود پر سے ہٹایا۔ پاس پڑا دوپٹہ اٹھا کر اچھے سے اوڑھا اور پھر اپنے رائٹنگ ٹیبل کی جانب بڑھی جلدی سے ایک رجسٹر میں سے پیج نکالا، مار کر سے اس پر چند لفظ گھسیٹے اور دراز کھول کر کچھ نکالتی، کاغذ چھوٹی سی چٹ کی شکل میں کاٹ کر مٹھی میں بھینچے باہر نکل گئی

۔

پیار اگر ہو بھی جائے کسی سے اسکا۔۔۔

اچانک سے آواز بند ہو جانے پر اس نے اپنی بند آنکھیں کھول کر دیکھا۔ حیا سائیڈ ٹیبل پر رکھے اسکے موبائل پر لگی غزل بند کرتی پلٹی، بیڈ پر نیم دراز، پیچھے ٹیک لگائے اسے اپنی طرف بے تاثر نظروں میں سوالیہ پن لئے دیکھتا پا کر ضبط کیا۔ چہرے کے تاثرات ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے خود کو نارمل ظاہر کرنا چاہا۔

"آواز تیز ہے۔ نور بار بار ڈسٹرب ہو رہی ہے۔"

جھوٹ بولتے دل نے ملامت کی، مگر وہ نظر انداز کر گئی، دل کا کیا تھا پہلے خود جلتا تھا ساتھ اسے راکھ کرتا تھا اور پھر سرزنش بھی کرتا تھا۔

حیا نے دل کی ملامت ان سنی کرتے میوزک سسٹم کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے کیا۔ اپنی ڈسٹربنس کا ذکر وہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

ضوریز نے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔ دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ اس کے ہونے سے، کچھ بھی کرنے سے۔ اس کا پہلے سے چڑھا پارہ اور ہائی ہوا۔ اس وقت وہ بھول گئی تھی ضوریز نے اسے اس رشتے سے کوئی بھی توقعات وابستہ کرنے

سے سختی سے منع کیا تھا، اور اس نے اتفاق کیا تھا۔ اور میں شکایت نہیں کروں گی یہ الفاظ اب اسکا منہ چڑھا رہے تھے۔ اپنی کہی بات سے وہ مکرنے لگی تھی۔

کمرے سے جاتے جاتے وہ رکی۔

"ویسے یوں ناکام عاشقوں کی طرح دکھی غزلیں سننے کا اتنا ہی شوق ہو رہا ہوتا ہے تو پلیز ہیڈ فونز یوز کر لیا کریں۔ آپ کی تو راتوں کی نیندیں اڑی ہوئی ہیں لیکن دوسروں کو تو کم از کم چین سے سونے دیں۔ اور بے فکر رہیں آپ کی ایک خواہش تو میں جاتے جاتے پوری کر کے ہی جاؤں گی۔"

گردن موڑ کر اسے دیکھتے اسکے طنز بھرے انداز دیکھنے لائق تھے۔ ضوریز کی آنکھیں حیرت بھری ناسمجھی سے اس پر جمی تھیں جس کا چہرہ اسکے ضبط کے چھلکتے پیمانے کے سبھی رنگ لئے ہوئے تھا۔

وہ آگے بڑھ کر دروازے پر رکی پھر بند مٹھی کھول کر اپنے سامنے کی۔ ضوریز کی نگاہوں میں حیرت کی جگہ تجسس نے لی، وہ کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا تھا جسے وہ ہاتھ میں دبائی گلو سے دروازے پر چپساں کر رہی تھی۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر تسلی بھرے انداز میں

دروازے کو دیکھا، اگلے پل بنا اسکی طرف دیکھے، دروازہ یوں ہی آدھ کھلا چھوڑ وہ کمرے سے چلی گئی۔

ضوریز اسکے جانے کے بعد اپنی جگہ سے اٹھتا متجسس سا دروازے تک آیا۔ قریب رک کر ذرا جھکتے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا، اور پھر اسکے ماتھے پر شکنوں کا جال بن گیا۔ جبڑے بھینچے وہ کینہ توز نظروں سے اس کاغذ کے چھوٹے سے ٹکڑے پر لکھی تحریر پڑھ رہا تھا ۔حیا نے اپنے ہاتھ سے اس کاغذ پر "اس جگہ پیار کرنا منع ہے" لکھ کر اسکے دروازے پر چپساں کیا تھا۔

وہ گنگ سا کھڑا تھا، وہ اسکے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی تھی؟

بلند ہوتے فشار خون کے ساتھ جھپٹنے کے سے انداز میں وہ کاغذ دروازے سے نوچ کر مٹھی میں بھینچا۔ چہرے پر اک سرد سا تاثر ٹھہر گیا تھا۔

حیا واپس اپنے کمرے میں آئی، کان لگا کر سننا چاہا، آواز اب نہیں آ رہی تھی۔ گویا اس نے دوبارہ غزل لگانے کی فاش غلطی نہیں کی، اپنی کارکردگی پر خود کو شاباش دیتے چادر اتار

کر سائیڈ پر رکھی اور خود سونے کے لئے لیٹ گئی۔ دل کو عجیب سکون سا ملا تھا ضوریز کو کھری کھری سنا کر۔

چہرے پر بھلی سی مسکراہٹ لئے ابھی اس نے آنکھیں موندی ہی تھیں کہ کھٹ سے دروازہ کھلا تھا، اس نے چہرہ اٹھا کر گردن گھماتے دیکھا، وہ آندھی طوفان کی طرح اسکے سر پر آن کھڑا ہوا تھا، چہرے بالکل سپاٹ، اور آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ حیا کی سانس رک گئی۔ آ بیل مجھے مار کی مصداق پر وہ خود ہی تو عمل کر کے آئی تھی۔ ارد گرد خطرے کی بجتی گھنٹیوں نے اسکی رنگت فق کر دی تھی۔ ضوریز نے پہلے سوئی ہوئی نور کو دیکھا تھا۔ پھر حیا کو۔

"اٹھ کر بیٹھو۔" اسکی آواز میں اتنی سرد مہری تھی کہ حیا کا خون خشک ہونے لگا، اسکی طرف ہراساں نظروں سے دیکھتے، میکانکی انداز میں وہ اٹھ بیٹھی۔

"کیا ہے یہ۔" کاغذ کا چرمرہوا ٹکڑا اسکی گود میں پھینکا۔ حیا بد کی تھی، آنکھیں زور سے میچ لیں۔

"چلو معافی مانگو۔" اسکے اگلے مطالبے پر اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ ہونق چہرہ لئے ٹھوڑی اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ دونوں بازو سینے پر باندھے نظریں اسی پر ٹکائے کھڑا تھا۔ وہ ناسمجھی بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ضوریز نے آنکھوں کو جنبش دے کر ایک ابرو اچکایا۔

"ٹھیک سنا تم نے۔ میں نے کہا معافی مانگو۔"

وہ غصہ نہیں کر رہا تھا، اور نہ اسکے انداز میں نرمی تھی۔

"سوری۔" وہ منمنائی تھی۔ کتنا امیر سنگ تھا۔ بھلا کیا ضرورت تھی زیادہ شوخا ہونے کی ۔

"ہونہہ ایسے نہیں۔" ضوریز نے سر نفی میں ہلایا۔ حیا کی آنکھوں میں استعجاب ابھرا۔

"دونوں کان پکڑ کر کہو۔ ضوریز آئی ایم سوری۔ آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گی۔"

وہ اسے ہدایات دے رہا تھا۔ انداز میں سکون تھا اور حیا کا سارا اطمینان اس کے سکون کی نذر ہو گیا تھا۔

"جلدی کروحیا، کیاتم چاہتی ہو میں تمہارے لئے رات کے اس پہر کوئی اور سزا تجویز کروں۔"

وہ تنبیہ نظریں اس پر گاڑھے ہوئے تھا۔ جھٹ سے حیا کے دونوں ہاتھ اسکے کانوں تک گئے تھے۔

"ضوریز آئی ایم سوری آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گی۔" من وعن اسکے بتائے طریقے پر عمل کیا، آواز گلوگیر ہوتی چلی گئی۔

ضوریز نے سر اثبات میں ہلایا جیسے وہ اسکی کارکردگی سے مطمئین ہو۔

"گڈ یہ بہتر تھا۔۔" پھر نظر اسکے کمرے میں دوڑائی۔

رائٹنگ ٹیبل تک گیا، رجسٹر اٹھایا، پینسل لئے وہ واپس اس تک آیا۔ حیا کان چھوڑتے اب ڈوبتے دل کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکے پاس آکر رکتے جھکا اور رجسٹر اسکی گود اور پینسل اسکے ہاتھ میں تھمائی۔

اب اس رجسٹر پر یہی جملے تم پانچ سو بار لکھو گی۔ اور پورا دل لگا کر لکھنا، تمہاری ہینڈ رائٹنگ بہت اچھی ہے میں جانتا ہوں، جلدی جلدی میں کیڑے مکوڑے ڈالے تو یہی پانچ "سو ہزار بھی ہو سکتے ہیں۔

اب وہ اپنے ٹراؤزر کی جیب سے موبائل نکال رہا تھا۔ حیا اسکی بات پر صدمے سے منہ کھولے، آنکھیں بے یقینی سے پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

"لیکن میں نے سوری بول تو دیا ہے۔۔۔۔"

اس نے ذرا اونچی آواز میں احتجاج کرنا چاہا، ضوریز نے موبائل سے نظر ہٹا کر بس ایک نگاہ اس پر ڈالی اور اسکی بولتی بند ہو گئی۔

"تم نے کچھ کہا حیا؟"

وہ کس قدر سکون سے استفار کر رہا تھا۔ حیا کا جی چاہا وہ دھاڑیں مار مار کر روئے۔ روہانسی شکل بنا کر نظریں جھکاتے سر نفی میں ہلایا۔

ضوریز کی نظریں واپس موبائل تک گئیں، تیز تیز انگلیاں چلائیں۔

حیا کے موبائل کی میسج ٹون بجی، وہ چونک کر بیڈ سائیڈ پر رکھا موبائل دیکھنے لگی۔

"واٹس ایپ کھولو۔"

ضوریز نے اپنا موبائل واپس جیب میں ڈالے ہاتھ بھی جیبوں میں گھسیڑے۔

حیا نے مرے مرے انداز میں اپنا موبائل اٹھایا، ضوریز کا ہی واٹس ایپ میسج آیا ہوا تھا ۔ آڈیو میسج۔

حیا نے چیٹ کھول کر شکایتی نظریں اس کی جانب اٹھائیں۔

"پلے کرو۔" وہ کسی رعایت کے موڈ میں نہیں تھا۔

جوں ہی حیا نے پلے کے آئیکون پر کلک کیا، تو بجنے والے ساز نے اس پر گھڑوں پانی ڈالا۔

لکھ دیا اپنے در پر کسی نے اس جگہ پیار کرنا منع ہے۔

نصرت فتح علی خان کی آواز کی وہ مداح تھی مگر اس وقت اسے وہی آواز زہر سے زیادہ بری لگ رہی تھی۔

"پوری رات تم یہ غزل سنو گی۔ایک منٹ کے لئے بھی آواز بند نہیں ہونی چاہیے۔میں اپنے کمرے سے دھیان رکھوں گا اور صبح ناشتے کی ٹیبل پر تم مجھے اپنا پانچ سو بار لکھا معافی نامہ بھی جمع کرواؤ گی۔"

"میں کیسے سن سکتی ہوں نور جاگ جائے گی۔"

بھک سے اڑتے دماغ کے ساتھ اس نے عذر تراشا۔

"اس کا بھی حل ہے میرے پاس۔"

سر کو ذرا سا خم دیتے ضوریز اسکے اوپر جھکا،وہ سٹپٹا کر پیچھے ہوتی بیڈ کی ٹیک سے جا لگی،دل کی دھڑکن رک سی گئی،آنکھیں سختی سے میچ ڈالی،ضوریز نے ایک گہری نظر اسکا ڈرا سہما ہوائیاں اڑاتا چہرہ دیکھا،اسکی میچی ہوئی آنکھیں،اسکے سختی سے باہم پیوست ہونٹ ،ماتھے پر چمکتی پسینے کی بوندیں اور صراحی دار گردن کی ڈوبتی گلٹی۔ضوریز کے ہونٹوں پر تبسم بکھرا،اسکے چہرے پر سے نظر ہٹا کر اس نے حیا کے دوسرے طرف سوئی نور کو اٹھا کر اپنے کندھے سے لگاتے سیدھا ہوا۔

حیا نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"نور کی تم فکر مت کرو، یہ میرے پاس سو جائے گی۔ تم اپنی سزا پر دھیان دو۔"

کہتے ہوئے وہ پلٹا۔

"ضویا آپی کو تو بنا معافی مانگے ہی معاف کر دیا کرتے تھے، میری بار کیوں اتنے سفاک بن رہے ہیں۔"

اسکی احتجاجی آواز نے ضوریز کے بڑھتے قدم روکے۔ چہرے پر آتا تبسم پوری طرح کھلے بغیر ہی معدوم ہو گیا۔

"کیوں کہ تم ضویا نہیں حیا ہو۔"

بنا پلٹے، سر سراتی آواز میں کہتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا تھا۔ پیچھے وہ سن سی بیٹھی رہ گئی۔

آنکھوں میں امڈتا پانی مرچیں سی بھرنے لگا۔ اسے یاد کیوں نہ رہا وہ حیا تھی ضویا نہیں۔

....

صبح ناشتے کی ٹیبل پر اس نے اپنا معافی نامہ تو جمع کروادیا تھا مگر اسکی روئی روئی گلابی گوشوں والی آنکھیں ایک بار دیکھ کر ضوریز کو ندامت ہوئی تھی، لیکن وہ آنکھیں چرا گیا

۔

"دیکھ لیں ٹھیک سے لکھا ہے نا؟ کوئی لفظ ادھر ادھر تو نہیں ہوا؟ ہینڈ رائٹنگ تو ٹھیک ہے ناں۔"

ضوریز کے بنا دیکھے ہی ایک طرف رکھ دینے پر اسے بہت برا لگا تھا، اس نے تین گھنٹے لگا دیے تھے، بیس صفحے، اس دو جملوں کی تحریر لکھنے میں اور اس بے مروت، کٹھور انسان نے دو لمحے نہیں لئے تھے ایک نگاہ تک ڈالنے کے لئے۔ پہلے سے ٹوٹا دل کچھ اور ٹوٹا۔

ضوریز نے گردن اٹھا کر خود سے کچھ فاصلے پر کھڑی حیا کو دیکھا، اسکی طرف بے خوفی سے دیکھتے اسکی آنکھوں میں جو گلہ تھا وہ ضوریز کو دم بخود کرنے لگا، لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے احساس ہوا تھا وہ اسکے ساتھ زیادتی کر گیا تھا۔ یہ سچ تھا وہ بہت غصے میں اسکے کمرے کی طرف گیا تھا۔ مگر سارا غصہ ضوریز کو اپنے کمرے میں پا کر حیا کے چہرے پر

چھانے والے بے یقینی کے تاثرات اور پھر اسکے بلا چوں چرا اس سوری بول دینے پر بھاپ بن کر اڑا تھا۔

آگے جو بھی ہوا وہ کوئی سوچا سمجھا منصوبہ نہیں تھا، صرف اسے زچ کرنے کے لئے تھا ۔ضوریز کو اچھا لگ رہا تھا اسکا ہونق پن، اسکی بے یقینی بھری صدماتی کیفیت۔ وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی یوں فرمانبرداری سے ساری باتیں مانتی ہوئی، باوجود اس کے کہ اسے ضوریز پر غصہ تھا مگر وہ جتلا نہیں پائی تھی۔

یہ انداز ضوریز کے لئے نئے تھے، دل کو عجیب سا سرور ملا تھا۔ کتنا انوکھا احساس تھا کوئی ہے جو آپ کی کہی ہر بات صحیح غلط کے ترازو میں تولے بغیر مان جائے۔

اس کا نہیں خیال تھا حیا سچ میں یہ سزا پوری کرے گی، دل میں مچلتی مسکراہٹ ہونٹوں تک لاتے وہ جانے کے پلٹا ہی تھا جب حیا نے ضویا کا حوالہ دے کر اسکے اچھے بھلے موڈ کا بیڑہ غرق کر گئی تھی۔

کمرے میں آکر اس نے غزل کی آواز سنی ضرور تھی، اسے حیرت بھی ہوئی تھی، مگر اس نے جاکر اسکی سزا ختم نہیں کی تھی، آخری کہی بات پر سزا دینی تو بنتی تھی۔ پگھلتے دل کو سرزنش کرتے وہ نور کے گرد بازو پھیلائے سونے کے لئے لیٹا، اور کچھ ہی دیر بعد سو گیا۔

صبح اٹھتے اور ناشتے کی میز تک آتے رات کی ساری کہانی اسکے ذہن سے محو ہو گئی تھی۔ جو اب حیا اسے اچھے سے یاد دلا رہی تھی۔

"بیٹھو اور ناشتہ کرو۔"

گردن گھما کر، نگاہیں اوپر کیے، اسکی طرف دیکھتا وہ کتنا پر سکون سا تھا۔ اور یہی سکون حیا کو بے سکون کرنے لگا، اندر کچھ چھنا کے سے ٹوٹا، اتنی بے وقعتی، ایسی بے اعتنائی۔ اسکا رات بھر جاگنا، رونا، شکوہ کرنا یا خفا ہونا سب بے اثر تھا، کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

"بیٹھ بھی جاؤ۔" ضوریز نے بیٹھے بیٹھے ہی ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر اسے اشارہ کیا۔ وہ ٹھس سے انداز میں بیٹھ گئی۔

"ناشتہ شروع کرو۔" اپنی پلیٹ سامنے کرتے وہ بنا اسکی طرف دیکھے مصروف سا بولا۔

حیانے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بند کرتے گود میں رکھے، سر کو پرزور انداز میں نفی میں ہلایا۔ ضوریز نے گہرا سانس خارج کرتے آملیٹ اپنے سامنے کیا۔

"تمہیں میرے ہاتھ سے کھانا ہے۔" وہ پوچھ رہا تھا یا بتا رہا تھا اندازہ نہیں ہو پایا۔ حیانے پر شکایت نظروں سے اسے دیکھا۔

اور پر اٹھے کا نوالہ اسکے منہ کی طرف لے جاتے ہوئے اسکے چہرے پر مکمل سنجیدگی تھی

۔

آنکھوں میں سختی نہیں لیکن تنبیہ ضرور تھی۔

حیانے بند ہونٹوں کو کچھ اور زور سے بھینچتے سر کو نہ میں جنبش دی۔ وہ جو بغور اتنے قریب سے، بنا کسی جھجک کے، پورے استحقاق سے اسکا دلکش ورعنا، خفا خفا سا چہرہ دیکھ رہا تھا، اک مدھم سی مسکراہٹ نے ضوریز کے ہونٹوں تک بھی سفر طے کیا تھا۔

"تو کیا صبح صبح تمہیں اپنے لئے ایک اور سزا تجویز کروانی ہے؟"

اس کے گھمبیر لہجے اور ذو معنی انداز پر غور کرنے کے بجائے حیا کا خون تو بس لفظوں پر ہی جل کر راکھ ہو بیٹھا تھا۔

دل پھر سے بھرنے لگا، لیکن اس کے سامنے آنسو بہا کر وہ اپنے آنسوؤں کی بے توقیری نہیں کروا سکتی تھی۔ دل مارتے، سرخ ہوتے پل پل رنگ بدلتے چہرے کے ساتھ، منہ کھول کر نوالہ لیا، اور جان بوجھ کر اسکی انگلی دانتوں میں دبائے زور سے کاٹی۔ ویسے نہیں تو ایسے سہی۔ ضوریز کے چہرے پر سے مسکراہٹ رخصت ہوئی، بنا کوئی آواز منہ سے نکالے، تیزی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچے وہ انگلی کا جائزہ لے رہا تھا، جہاں اسکے دانتوں کے نشان کی جگہ سرخی مائل ہوتے بڑی واضح تھی۔

"اوہ۔ زور سے لگی کیا؟" معصومیت سے افسوس کیا، ضوریز نے دوسرے ہاتھ میں اسکی تخریب کاری کی نذر ہوئی انگلی پکڑے، حیا کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ وہاں ذرا بھر ملال نہیں تھا۔ مگر اسے برا پھر بھی نہیں لگا تھا۔ اسکے بچگانے سے انتقام پر زیر لب ہنسی روکتے وہ اسکی طرف دیکھ رہا تھا، متانت سے، چمکتی سیاہ آنکھوں میں نرم پن لئے، کسی غیر

محسوس جذبے سے مغلوب ہو کر۔ چند ثانیے بیتے۔ حیا اپنے غم و غصے کے تابع اسکے بدلتے انداز جانچ نہیں پائی تھی۔

"بہت زور سے لگی ہے شاید۔" اسکی آواز بھاری ہوتی چلی گئی۔

اس کا چہرہ آنکھوں میں بسائے وہ بے خود سا اسکی جانب جھکا تھا، حیا نے پیچھے ہونا چاہا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکی گردن پر رکھتے، اسکی یہ کوشش ناکام بنائی۔ اور اسکی ٹھوڑی کو نرمی سے چھوا۔ اپنی کل رات کی زیادتی زائل کرنے کی ایک لاشعوری کوشش جو بلا ارادہ ضوریز سے ان لمحوں نے کروائی تھی۔

یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ سمجھ تک نہیں پائی تھی، اور جب تک سمجھ آئی تب تک دیر ہو چکی تھی۔ قربت کی ان نئی شناسائیوں میں وہ سانس تک روکے ہوئے تھی۔ اپنا دہکتا لمس چھوڑتا وہ نرمی سے پیچھے ہوا، حیا کی گردن کے گرد ٹھہرا ہاتھ پیچھے کیا، اور اپنی جگہ سے اٹھا، نظریں ہنوز حیا کے سرخ ہوتے عارضوں پر تھیں۔ وہ شرم و غصے کی شدید کیفیت سے دوچار ہوتی اپنی جگہ بالکل بت بنی بیٹھی رہی۔ تو وہ اب یوں اسے زچ کر کے

بدلے لے گا؟صدمے کے زیر اثر وہ پتھر کی ہو گئی تھی۔ضوریز کا جی چاہا وہ اسکے اس ہونق پنے پر زور زور سے ہنسے،اور اگر اسکے مزید خفا ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو وہ ایسا کر بھی گزرتا۔پہلے ہی دو خطائیں اسکے کھاتے میں درج ہو چکی تھیں۔

میز پر رکھے معافی نامے کے صفحات اٹھاتے ضوریز کے ہونٹوں پر تبسم بکھرا۔

"تم اب سانس لے سکتی ہو۔"

مسکراتی آواز میں کہتے بنا اس پر دوسری نظر ڈالے وہ جانے لگا۔

حیا کے گرد پھیلا فسوں بکھرا،آنکھیں جھپکی۔اور ایک طویل سانس اسکے ہونٹوں سے آزاد ہوئی۔وہ اتنی دیر سے سانس روکے بیٹھی تھی،اور وہ یہ تک جان گیا تھا۔شرم کے احساس پر اہانت و غصے کا جذبہ غالب آنے لگا۔

"میں ضویا نہیں ہوں،حیا ہوں۔"

پرنم آنکھوں سے کہتے اسکی آواز میں کاٹ تھی۔

اسی کے رات کو کہے الفاظ وہ لوٹا رہی تھی،دل زخمی تھا اور چہرے پر تکلیف تھی۔

آگے بڑھتے ضوریز کے قدم رکے، بنا مڑے بھی اسکی سلگتی نظریں وہ اپنی پشت پر محسوس کر سکتا تھا۔

"مجھ سے بہتر یہ کون جان سکتا ہے۔"

وہ چلا گیا تھا۔ اور حیا کلس کر رہ گئی، اسکا خفا ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ کیا تھا جو وہ یہ ہی کہہ دیتا وہ بھلے ضویا نہیں ہے، حیا ہے مگر اسے حیا کی بھی پرواہ ہے۔ لیکن وہ ایسا کیوں کہتا ؟

آج کل وہ اتنی ہی حساس ہو رہی تھی، اسکی چھوٹی چھوٹی باتوں پر دل ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا ۔جب اسے پرواہ نہیں تھی تو حیا کا ہی دل کیوں پگھلا جا رہا تھا۔ اتنی بے وقعتی پر اس کا جلتا جی کچھ اور بھی جل کر بھسم ہونے لگا۔ فضا میں کوئی اداسی بھرا نغمہ گونج رہا تھا جس نے اگلے کہیں دن تک اس گھر کی فضاؤں میں رقص کرنا تھا۔ اسکی سیاہ بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں میں بہت سارا پانی جمع ہونے کو بے تاب تھا۔

. . . .

اور یہ ان دنوں کا آغاز تھا جہاں حیا نے اسکی طرف سے بے نیازی اوڑھ لی تھی۔ وہ کوئی بات کرتا تو جواب دے دیتی، نہیں تو سارا وقت اسے یوں اگنور کر رہی ہوتی جیسے وہ کوئی وجود ہی نہیں رکھتا ہو۔

"تم مجھ سے ناراض ہو؟"

رات کھانے کی میز پر وہ اسکے آگے کھانا رکھتے مڑنے کو تھی جب ضوریز نے بلا آخر تنگ آکر پوچھ ڈالا۔ وہ بولتی پہلے بھی زیادہ نہیں تھی مگر اتنی بیگانی بھی نہیں لگتی تھی۔ اور وہ ڈسٹرب ہو رہا تھا۔

"میری اور آپ کی ناراضگی بنتی ہے کیا؟"

جواب میں اسکے الفاظ نے اسکے نوخیز جذبات پر اوس جما دی تھی۔ وہ بالکل بے تاثر لہجے میں پوچھ رہی تھی، اسکی طرف دیکھتی آنکھیں غیر مانوس سی لگتی تھیں، کسی بھی شناسائی سے یکسر بے بہرہ۔ اسکی انا نے فوری طور پر سر اٹھایا تھا۔

"بالکل نہیں بنتی۔ ہم نے یہ سفر ساتھ شروع کرتے اس کی ٹرمز بہت واضح طور پر ڈسکس کی تھیں۔ اس کے بعد یہ ناراضگی، یہ خفگی بنتی نہیں ہے۔"

اسکی آواز میں ایک ہی لمحے میں سارے زمانے کا روکھا پن در آیا تھا۔ حیا نے سر کو تائیدی انداز میں جنبش دی۔ دل پر جو گزری سو گزری، ویسے بھی دل خوار کروانے کے سوا جانتا ہی کیا ہے جو اسکی سنی جائے۔

"پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ جو جیسے چل رہا ہے اسے چلنے دیتے ہیں۔"

آنکھوں میں آتی نمی کو اندر دھکیلتی، وہ رکھائی سے کہہ رہی تھی۔

ضوریز نے سر کو ذرا سا خم دیا۔

"تو پھر ساتھ بیٹھ کر آرام سے کھانا کھاؤ۔ جیسے اتنے مہینوں سے چل رہا ہے، ویسے ہی چلنے دو۔"

حیا خود کو لاپرواہ ظاہر کرتی بیٹھ گئی تھی۔ ایک ہی ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھاتے وہ دو نفوس میلوں کے فاصلے پر معلوم ہوتے تھے۔ ایک دوسرے سے دانستہ نظریں چراتے، دل کی بدلتی حالتوں سے بے نیازی کی تگ و دو میں خوار ہوتے۔

دور کہیں محبت کا فرشتہ انہیں دیکھ کر مسکرایا تھا، محبت کا جذبہ تو آفاقی ہوتا ہے، وحی محبت جب آسمان سے اترتی ہے تو زمین والوں کو حق انکار نہیں دیا جاتا، سلطنت دل کے سبھی قفل زدہ کواڑ بے خود سے کھل جاتے ہیں۔ اور یوں دل بھی تسخیر ہو ہی جاتے ہیں۔

....

ضوریز نے نئی گاڑی لی تھی۔ آج کل وہ بہت سنجیدہ رہنے لگا تھا، چپ چپ سا اور حیا اسے جس تناظر میں دیکھ رہی تھی وہ اسکی بے کلی سے ہمکنار کر رہا تھا۔ ضویا کی کتنی خواہش تھی

گاڑی لینے کی، ساڑھے تین سال لگے تھے ضوریز کو وہ گاڑی لینے میں، اور اب جب لی تھی تو خواہش کرنے والی اسکی زندگی میں نہیں رہی تھی۔

"شام کو تیار رہنا، شاپنگ کے لئے چلیں گے۔"

ایسی ہی ایک روشن صبح، چلتے ہوئے آفس جانے سے پہلے وہ کہہ رہا تھا۔

"مجھے ضرورت نہیں ہے۔"

وہ رسانیت سے منع کرنے لگی۔ آج کل وہ یوں ہی بے زار رہتی تھی۔ قدم آگے لیتا ضوریز رکا، بہت سارا ضبط کرتے پیچھے مڑتا، وہ اسے دیکھنے لگا جو اسکے پیچھے پیچھے آرہی تھی ۔

حیا جو اپنی ہی دھن میں سر نیچے جھکائے، سرعت سے چلتی آرہی تھی۔ اسکے رکنے کو بھانپ نہیں سکی تھی اور اسکا ماتھا جا کر ضوریز کے سینے سے لگا تھا۔ اسکے وجود سے اٹھتی کلون کی مہک نتھنوں سے ٹکراتی اسکے گرد حصار باندھنے لگی۔ بوکھلاہٹ کا شکار ہوتی وہ تیزی سے پیچھے ہونے کے چکر میں وہ لڑکھڑائی تھی، اس سے پہلے کہ گرتی، ضوریز کے

مضبوط بازوؤں نے اسے سنبھالا دیا۔ خجل سی وہ جب اپنے قد پر کھڑی ہوئی تو ضوریز نے اپنے ہاتھ پیچھے لے لئے تھے۔

"تمہیں نہیں ہو گی ضرورت۔ نور کو تو ہے ناں۔ موسم چینج ہو گیا ہے، صبح اور شام کو اچھی خاصی ٹھنڈ ہونے لگی ہے۔"

رکھائی سے کہتے اسے گھورا، حیا دل مسوس کر رہ گئی۔ بات تو سچ تھی اسکی۔

شام میں وہ واپس آیا تو آنے سے آدھا گھنٹہ پہلے اسے کال کر کے تیار ہونے کا کہہ دیا تھا ۔گھر آکر وہ گاڑی سے بھی نہیں اترا تھا۔ہارن دینے پر گھر لاک کیے پہلے سے منتظر نور کو اٹھائے حیا باہر نکل آئی تھی۔

شاپنگ کے دوران نور کے کپڑے لیتے وہ ساتھ ساتھ اسکی رائے بھی لے رہی تھی، ایسے جیسے انکے درمیان سب نارمل ہو۔ اور یہ سچ تھا جہاں نور کی بات آتی وہ آپسی سارے اختلافات ایک سائیڈ پر کر دیا کرتی تھی۔ ضوریز نے کہیں بار مسکراتی نظروں سے اسکے مصروف سے انداز دیکھے تھے۔ اس وقت وہ اسے بہت اپنی اپنی سی لگی تھی۔

ضوریز زیادہ دیر نور کے پیچھے پیچھے چلتا رہا تھا، اس نے جب سے ٹھیک طرح سے چلنا سیکھا تھا گود میں ٹکتی ہی نہیں تھی۔

"تم اپنے لئے بھی لے لو۔"

نور کو ریپ کی ہوئی چاکلیٹ تھمائے بہلاتے ہوئے اٹھا کر وہ کاؤنٹر کے قریب بل بننے کے انتظار میں کھڑی حیا کے پاس سرگوشی نما آواز لئے نرمی سے بولا، حیا نے سیاہ چادر میں گھرا چہرہ جھکایا۔ ارد گرد کافی لوگ تھے وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی اور اسی بات کا وہ فائدہ اٹھاتا شاپنگ بیگز اٹھائے ساتھ والی لیڈیز گارمنٹس کی شاپ میں گھس گیا تھا۔ ناچار اسے بھی پیچھے جانا پڑا۔

"میں نے کہا بھی تھا مجھ۔۔۔"

وہ اسکے پیچھے چلتی آہستگی سے کہنے لگی، ضوریز نے رک کر گردن گھماتے ترچھی نگاہ اس پر ڈالی۔

"تمہارے نان و نفقے کی ذمہ داری مجھ پر ہے نا تو بس وہی فارمیلٹی نبھا رہا ہوں میں۔"

کوئی بھولی بسری یاد تازہ ہوئی۔ آج کل وہ ایک دوسرے کے کہے الفاظ لوٹانے کے مشن پر سختی سے کمربستہ تھے۔اور بس حیا یہاں جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھی۔فارمیلٹی۔دل اندر کہیں چھنا کے سے ٹوٹا تھا۔

"تم اپنی پسند سے لو گی یا یہ فارمیلٹی بھی میں ہی پوری کروں؟"

وہ بجھی بجھی سی اسکے ساتھ چل رہی تھی۔اسکے روکھے پھیکے انداز میں کہنے پر اسے پر تپش نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ بس سانس لینے کی فارمیلٹی پوری کرلیں۔اتنا ہی کافی ہے۔"

ہاتھ اٹھائے جل کر کہتی وہ سر جھٹکتے آگے بڑھ کر اسٹینڈز پر لگے کپڑے چیک کرنے لگی تھی۔ضوریز نے اسکے تیکھے انداز پر ضوریز نے نور کے بازو پر ہونٹ رکھتے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔

اور پھر انتقامی کاروائی کرتے حیا نے ایک دو سوٹ پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ پورے پانچ سوٹ خرید ڈالے تھے۔(کریں اب اپنی فارمیلٹی پوری)۔

اور جب بناماتھے پر ایک بھی شکن لائے ضوریز نے پیمنٹ کی تھی تو اسے تھوڑا برا لگا تھا مگر وہ دل کو ڈپٹ گئی۔ وہ اسی قابل تھا۔

وہاں سے نکلتے وہ فوڈ کارنر کی طرف بڑھا تھا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے کچھ کھا لیتے ہیں۔"

نور کو کندھے سے لگائے اسکے آگے آگے چلتا وہ بولا تو اس بار حیا نے کچھ کہنے کا تردد نہیں کیا تھا۔ جب کرنی اس نے اپنی ہی تھی تو قوت صرف کرنے کا فائدہ۔

کھانے کے بعد جس وقت وہ لوگ مال سے نکل کر پارکنگ میں آئے تھے۔ ضوریز نور اسے پکڑا کر سارے شاپنگ بیگز لئے اسے وہیں مین انٹرنس کے باہر ایک طرف کھڑا کرتے خود قدرے دور فاصلے پر پارکنگ میں کھڑی گاڑی لینے گیا تھا۔

نور اسکے کندھے سے لگی اب سونے کو تھی، حیا اسکی پشت دھیرے دھیرے تھپکتی گاڑی کی منتظر تھی جب پاس سے گزرتی، ماسک سے چہرہ کور لئے، وہ رکی، آنکھوں میں حیرت بھری بے یقینی اور دبی دبی خوشی لئے اسکی طرف بڑھی۔

"حیا۔"

خوشی سے لبریز مانوس سی پکار پر حیا نے اسکی طرف چہرہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر چہرے سے ماسک کھینچتی ٹھوڑی کے نیچے کر گئی۔ حیا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ کوئی اور نہیں ضویا تھی۔

"آپی۔" اسکے لبوں سے بے آواز نکلا۔

ضویا ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے گلے لگا گئی۔ ایک ہاتھ اسکے گرد کیے، دوسرے سے نور کا سر سہلاتی وہ پر نم آنکھوں سے ملے جلے احساسات کا شکار تھی۔

اور حیا وہ دم سادھے کھڑی تھی، بالکل ساکت، برف کے مجسمے سی، جو کوئی احساس محسوس کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو۔ ذہن اسے سامنے دیکھ کر سن ہو گیا تھا۔ وہ بھول گئی تھی وہ کہاں کھڑی ہے۔ وہ سب بھول گئی تھی۔

"تم یہاں؟ کس کے ساتھ آئی ہو؟"

وہ آنکھیں صاف کرتی پوچھ رہی تھی، خوبصورت کمر سے ذرا اوپر تک آتے بال اب بمشکل شولڈر تک آرہے تھے، جینز کے اوپر قدرے کھلی سی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی ،ہاف سلیوز میں سے اسکی کلائی پر بندھی مہنگی برانڈڈ لیڈیز رسٹ واچ بڑی نمایاں نظر آتی تھی۔

حیا کی زبان تالو سے چپک کر رہ گئی۔

"نور مجھے دو میں اٹھاؤ۔ کتنی بڑی ہو گئی ہے، بولنے لگی ہو گی نا اب۔"

اسکی طرف رخ کیے وہ اپنے پیچھے ذرا فاصلے پر اندر باہر ہوتے لوگوں کو بھیڑ چال سے یکسر بے نیاز تھی۔

نور کو اسکے بازؤں سے لیا، حیا تب بھی ویسے ہی کھڑی رہی۔

ضویا کے اٹھانے پر نور جاگ گئی تھی، کچی نیند بھری آنکھیں کھول کر اس غیر شناسا چہرے کو دیکھا، ضویا خوشی بھری آنکھوں میں نمی لئے اسے خود میں بھینچ کر پیار کرنے لگی۔ اور نور نے اس اجنبی لمس اور چہرے سے گھبرا کر روتی حیا کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

"ماما۔"

اسکی پکار پر ضویا پر جوش سی اسکا چہرہ دیکھنے لگی، اسکے ہونٹوں پر کھلی مسکراہٹ سمٹی تب تھی جب نور اسکے بجائے حیا کی طرف لپکتی روتے ہوئے ماماماما کی تکرار کر رہی تھی۔

"یہ تمہیں کیوں ماما کہہ رہی ہے۔"

اسکی آواز میں کہیں خدشے پنپ رہے تھے، چہرے کی رنگت ماند پڑی۔ حیا کسی ٹرانس سے باہر آئی۔ گلے میں اٹکے بہت سارے نمکین آنسو اسے تکلیف دینے لگے۔

اس سوال کا وہ اسے کیا جواب دیتی؟

شرمندگی کا شدید احساس تھا جو اسے اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھا۔ نور اب بھی مچل کر روتی اسکی طرف ہمک رہی تھی، ضویا بے کلی سے اسکے جواب کی منتظر تھی اور وہ فریز ہوئی کھڑی تھی۔ سرخ چہرہ لئے، گھٹ گھٹ کر آتے سانس کے ساتھ۔

"حیا۔"

اپنے پیچھے سے آتی اس آواز پر ضویا کا دل زور سے دھڑ کا۔ یہ وہ آواز تھی جو وہ نیند میں بھی پہچان سکتی تھی۔

وہ تیر کی تیزی سے پلٹی، اور ضوریز اسے دیکھ کر منجمد رہ گیا۔ منہ میں رکھے الفاظ وہیں دم توڑ گئے۔ وہ اسکے سامنے کھڑی تھی نور کو اٹھائے ہوئے، حیا پس منظر میں چلی گئی تھی ۔ ضوریز کے چہرہ پر بے یقینی تھی جو پہلے شاک میں بدلی، پھر ناگواری میں۔ اسکی گردن کی ابھری گلٹی ڈوبی، اور پھر اسکا چہرہ سپاٹ ہوتا چلا گیا، ہر احساس سے عاری، نہ کوئی شناسائی کی رمق نہ کوئی نفرت کا تاثر، کتابی چہرے سے پتھر کا چہرہ بننے میں چند ساعتوں کا وقت لگا تھا، ضویا کا دل ڈوب کر ابھرا۔

لیکن وہ پتھر نہیں بن سکی تھی، اسے سامنے پا کر دل کی دنیا میں حشر برپا تو ہوا تھا، وہ اسے کھو چکی تھی، وہ پیارا سا شخص جو فقط اسکی ملکیت تھا اب اسکی رسائی سے بہت دور نکل گیا تھا۔

چہرے پر کھو دینے کی تکلیف صاف جھلکتی تھی۔ ضوریز آگے بڑھا، اسکی گود میں روتی نور کو اس سے لیا، کچھ فاصلے پر ابھی بھی بے حس و حرکت کھڑی حیا کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور اسکے پہلو سے نکلتا چلا گیا۔ ضویا بری طرح چونکی۔

"حیا تمہارے ساتھ کیوں ہے؟"

اسکی سرسراتی آواز پر قدم رکے، وہ پلٹا۔

ایک نظر اسکے فق ہوتے چہرے پر ڈالی، اسکی آنکھوں میں گہرا اضطراب امڈ آیا تھا۔

ضوریز نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی پھر وہ مسکرایا عجیب تمسخرانہ سی مسکراہٹ تھی۔

"میری بیوی کو میرے ساتھ ہی نہیں تو اور کہاں ہونا چاہیے۔" شانے اچکائے وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا، جسکے چہرے پر اسکی اندرونی توڑ پھوڑ کے سبھی نقش اتنے واضح تھے کہ اگر ارد گرد سے کوئی متوجہ ہوتا تو وہ انجان ہو کر اسکی تکلیف کا اندازہ کر لیتا۔

حیا کا سانس رک گیا تھا۔ ٹھوڑی سینے سے جا لگی۔ آنکھ سے منجمد ہوا ایک برف کا آنسو پگھل کر گال پر بہہ گیا۔

ضویا آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کے ساتھ ہنسی تھی، ایک ایسی ہنسی جس میں ٹوٹی کرچیوں کی سی چبھن تھی۔ سمجھنے کے سے انداز میں سر ہلاتے ارد گرد نگاہ دوڑائی، وہاں کوئی بھی متوجہ نہیں تھا۔

"تو یہ کھیل کھیل رہے تھے تم دونوں میری پیٹھ پیچھے۔ میں تمہاری زندگی سے نکلی نہیں کہ تم نے اس کے ساتھ نئی دنیا بسالی۔ واہ رے تمہاری نام نہاد محبت۔" ضوریز کو دیکھ کر دانت پیستے وہ زہر خند لہجے میں کہہ رہی تھی۔ گال پر آئے آنسو سختی سے صاف کیے۔

ضوریز بالکل بے تاثر چہرے اور خالی خالی نگاہوں کے ساتھ گردن موڑے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ انداز بالکل پرسکون تھے۔ جیسے نہ کچھ سنا نہ ہی دیکھا ہو۔

آنکھوں میں امڈتی نفرت کے ساتھ اب وہ حیا کو دیکھ رہی تھی۔

"اور تم! بڑی پارسا بنی پھرتی تھی نا، مجھ میں سو عیب نظر آتے تھے تمہیں۔ اپنی ہی بہن کے گھر میں نقب لگاتے ذرا حیا نہیں آئی تمہیں۔ اور میں بیوقوفوں کی طرح ابھی تک پر ملال ہوں کہ میری وجہ سے تم دونوں کے دل ٹوٹے۔" وہ تکلیف میں تھی۔ کھوکھلی سی

ہنسی۔ "لیکن یہاں تو دل پہلے سے جڑے ہوئے تھے، میرے تو بس درمیان سے نکلنے کی دیر تھی۔ تم دونوں کو کھلے عام گلچھڑے اڑانے کا موقع مل گیا۔"

اسکی دبی دبی قہر آلود آواز حیا کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند پڑ رہی تھی، نیم جان ہوتی وہ آنکھوں میں ڈھیر ساری ہراسگی لئے اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی، آنکھوں سے آنسو ابل ابل کر گالوں پر گرتے تھے۔

وہ اسے کہنا چاہتی تھی ایسا کچھ نہیں ہے، وہ ایسی نہیں ہے لیکن آنسو گلے میں پھندا لگائے بیٹھے تھے، الفاظ کا راستہ روکے۔ وہ الفاظ جن کی کبھی کبھی خود کو صحیح ثابت کرنے کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور وہ کھو جاتے ہیں۔

مرے مرے انداز میں سر نفی میں ہلایا، ضوریز نے اسکے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ کو زور سے دبایا، جیسے اسکی کیفیت سے آگاہ ہو۔

"اور کتنا گرو گی تم۔ کچھ تو رہنے دو۔ کم از کم اتنا کہ میں تم سے نفرت کا تعلق ہی رکھ سکوں۔ لیکن تمہیں تو وہ بھی گوارا نہیں ہے، ہر بار نئے سرے سے میرے دل پر نقش

اپنے لئے ہر احساس کھرچتی ہو، اور نظروں سے اور پاتال میں جا گرتی ہو۔ اب تو اتنی نیچے گر چکی ہو کہ میں دیکھنا بھی چاہوں تو بھی نہیں دیکھ پاتا۔ حد نگاہ ہی ختم ہو گئی ہے۔"

وہ تاسف سے سر ہلا رہا تھا۔

"خیر تمہیں جو سوچنا ہے سوچو اور جو تم سمجھنا چاہتی ہو سمجھو۔ کچھ لوگوں کو عادت ہوتی ہے اپنے بوجھ دوسروں کے کندھے پر لادنے کا۔

ہلکا سا مسکرا کر کہتا وہ حیا کا ہاتھ پکڑے ذرا سا کھینچتا آگے بڑھ گیا، اسکے ساتھ میکانکی انداز میں چلتی حیا نے گردن موڑ کر دھندلائی آنکھوں سے ضویا کا دھواں دھواں ہوتا چہرہ دیکھا تھا۔ ضوریز گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولے اسے بٹھا کر دروازہ بند کرتا، آگے سے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ تک آیا۔ بنا دوسری نگاہ غلط انٹرنس سے ذرا فاصلے پر اب بھی ساکت غم و غصے سے پاگل ہوتی ضویا پر ڈالے گاڑی سٹارٹ کرتے آگے بڑھا دی، اسے ہمیشہ کے لئے پیچھے چھوڑ کر۔

....

شام کے ڈھلتے سائے کے سنگ وہ گھر کو لوٹ آئے تھے۔ حیا نے وہ راستہ کیسے کاٹا تھا صرف وہی جانتی تھی۔ اپنے کمرے میں آ کر وہ کب سے جبر کیے آنسوؤں پر اختیار کھو بیٹھی تھی۔ بیڈ پر بیٹھی، منہ پر زور سے ہاتھ رکھے اپنی سسکیوں اور ہچکیوں کا گلہ گھونٹتے، گالوں پر لڑھکتا کھارا پانی اسکی گردن کو بھی تر کرتا جاتا تھا۔

ضوریز جو سوئی ہوئی نور کو کندھے پر ڈالے اسکے پاس چھوڑنے آیا تھا اسے یوں روتا دیکھ کر دل ہی دل کراہا۔

نور کو بیڈ پر منتقل کرتے اس پر کمبل کھول کر پھیلایا، اسے دیکھ کر حیا نے سرعت سے آنسو پونچھ ڈالے، مگر آنکھیں تھیں کہ بہہ بہہ جاتیں۔ وہ رخ موڑ گئی۔ کمرے میں اسکی دبی دبی سسکیاں گونج رہی تھی۔ ضوریز نور کو لٹا کر سیدھا ہوا، اسکے چادر سے ڈھکے وجود کی کپکپاہٹ، اسکی سسکیاں ضبط کرنے کی کوشش، اسکا دکھ کیا تھا جو اسکی آنکھوں سے مخفی رہ سکا؟

چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اسکی طرف گیا، اسکے پہلو میں بیٹھتے گردن جھکا کر، چادر کا کونہ ذرا پیچھے سرکائے، اسکا جھکا چہرہ دیکھا۔

آنسوؤں سے تر بھیگا چہرہ اب واضح تھا۔

"رو کیوں رہی ہو؟"

حیا نے پانیوں سے لدی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وہ مجھے غلط سمجھ رہی تھی، وہ مجھے ہمیشہ غلط سمجھے گی، وہ مجھ سے اب نفرت کرے گی۔ وہ میری بہن ہے اور اسے لگتا ہے میں اتنا گر سکتی ہوں کہ اسکا گھر۔۔۔ خراب کروں گی۔ اسکے شوہر پر نظر رکھوں گی۔ میں بولنا چاہتی تھی، اسے بتانا چاہتی تھی جیسا وہ سمجھ رہی ہے ویسا کچھ نہیں ہے مگر میرے الفاظ گم ہو گئے۔ مجھ سے ایک لفظ نہیں بولا گیا۔"

وہ اسکا چہرہ دھندلائی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، چہرے پر بے پناہ کرب تھا اور رندھی ہوئی آواز میں افسردگی۔ وہ اب بھی دقت سے کہہ پا رہی تھی۔

ضوریز کی آنکھیں اسکے کے بھیگے چہرے پر ٹھہری تھیں۔ہاتھ بڑھا کر اسکا چہرہ صاف کیا ،نرمی سے۔شفقت سے۔

"اسے جو سمجھنا ہے سمجھنے دو۔تم کیوں خود کو رو رو کر ہلکان کر رہی ہو۔"

ضوریز کی دھیمی آواز پر حیا نے اسے غصے بھری بے بسی سے دیکھا تھا۔

"آپ کہہ سکتے ہیں ایسا؟لیکن میرے لئے آسان نہیں ہے۔اپنے کردار کو کسی اپنے کی نظروں میں گرتے دیکھنا کتنا تکلیف دہ احساس ہے آپ نہیں سمجھ سکتے۔اس لئے ایسی باتیں مت کریں میرے ساتھ۔"

آنسوؤں سے تر گیلی آواز میں تلخی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے حیا اگر تم اسے صفائی دیتی تو وہ یقین کر لیتی، کبھی نہیں کرتی۔بلکہ تمہاری صفائیاں، تمہاری وضاحتیں تمہیں اسکی نظروں میں اور ہلکا کرتیں۔اسے اپنے آپ کو گلٹ سے باہر نکالنے کے لئے کوئی ایسا کندھا چاہیے تھا جس پر وہ اپنی غلطیوں کا بوجھ ڈال سکے۔"

ذرا آگے ہو کر بیٹھا وہ گردن اسکی موڑے بول رہا تھا۔حیا کے آنسو خشک ہونے لگے۔وہ کچھ بھی نہیں سن رہی تھی۔

"تو آپ کو اسے بتانا چاہیے تھا۔۔۔۔۔۔"

"وہ اب میرے لئے "کوئی" نہیں ہے حیا جسکی نظروں میں مجھے اپنے امیج کے خراب ہونے کا کوئی خطرہ ہو۔وہ جو چاہے سوچے،جو چاہے سمجھے۔لیکن میں تمہیں بتاؤں وہ خود بھی جانتی ہے یہ سب جھوٹ ہے جو وہ بول رہی تھی،مگر پھر بھی اس نے ایسا کہا،جانتی ہو کیوں؟کیوں کہ یہ اسکے لئے ایک بڑا دھچکا تھا،اور نا قابل قبول بھی۔اسے اپنی فرسٹریشن نکالنے کی کوئی راہ سجھائی نہیں دی تو اس نے یہ حربہ اپنایا۔بس اتنی سی بات ہے۔اس کے لئے تم کیوں خود کو تکلیف پہنچا رہی ہو۔"

وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔حیا نے ناک سکیڑ کر ایک گہرا سانس اندر کھینچا۔دل کی بستی پر گہرے دکھ اور صدمے کے بادل منڈلاتے تھے۔

"آپ نے جان بوجھ کر اسے کچھ نہیں بتایا۔آپ چاہتے تھے وہ ایسا سوچے،وہ ایسا سمجھے ،اسے برا لگے،تکلیف ہو،اس سے آپ کی مردانہ انا کی تسکین ہوئی ہوگی مگر اس سب

کے لئے آپ نے مجھے استعمال کیا ضوریز۔" وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ شکوہ کر رہی تھی ،لہجے میں غصہ تھا، کرب تھا، تلخیوں کی آمیزش تھی۔ ضوریز جو ابھی تک مطمئین سا آگے جھک کر بیٹھا تھا، پہلی بار اسکے تاثرات میں بے چینی اڈی، سیدھا ہوتے اسکے چہرے کی رگوں میں تناؤ سا در آیا۔

نظروں میں تندہی لئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بے آرامی سے پہلو بدلا۔ اور چند سیکنڈز لگے تھے اسے یہ ادراک ہونے میں کہ وہ اسے جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ دل کا چور ظاہر ہوتا اسے شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر گیا۔ وہ کہنا کچھ چاہتا تھا اور منہ سے کچھ اور نکلا۔

"تمہیں بھی جو سمجھنا ہے تم سمجھو میری طرف کوئی قدغن نہیں ہے۔ دماغ خراب کیا ہوا ہے تم دونوں بہنوں نے مل کر میرا۔"

غصے سے کہتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ حیا وہیں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ دل کو لگنے والا صدمہ اب کی بار بڑا تھا۔

. . . .

اپنے کمرے میں آکر وہ دھپ سے بیڈ پر بیٹھا تھا، آنکھوں میں پنپتا کچھ دیر پہلے کا غصہ اب ملال میں بدلنے لگا تھا۔ وہ ایک بار پھر سے اسے شاک کر گئی تھی۔ اسکے لاشعور میں چھپی خواہش جس پر عمل پیرا ہوتے بھی اسکے وہم و گمان میں نہیں تھا وہ ایسا ہی کرنا چاہتا ہے ۔حیا کتنے آرام سے جان گئی تھی۔ اور اب اسے واقعتاً شرمندگی ہو رہی تھی۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ کیوں بھول گیا اسے ذرا بھر تکلیف سے دوچار کرنے کے چکر میں وہ حیا کو کتنی گہری چوٹ دے رہا تھا۔

بہت سی سوچیں ایک ساتھ اسکے ذہن پر حملہ آور ہوتے اسکے اعصاب کو پسپا کرنے لگی تھیں۔

ایک بار جی میں آیا واپس جا کر اس سے معافی مانگ لے، اور وہ اٹھ کر دروازے تک گیا بھی تھا، مگر پھر ناب پر رکھا ہاتھ واپس گراتے پلٹ آیا۔ اس وقت اس موضوع کو مزید

کریدنے سے تلخیاں مزید بڑھنی ہی تھیں۔ واپس آ کر بیڈ پر بیٹھتے اسکے چہرے پر اضمحلال صاف نظر آتا تھا۔

اسے لگا تھا وہ آسانی سے اس سے معذرت کر لے گا، مگر وہ غلط تھا اس بار کی غلطی بڑی تھی، اتنی آسانی سے معاف نہیں ہو سکتی تھی۔ اگلی صبح وہ جب باہر آیا تو وہ کہیں نہیں تھی۔ اسکے کمرے کا دروازہ ہنوز بند تھا۔ اور اب یہاں نئے گھر میں آنے کے بعد دروازہ بند کرنے والا بہانہ بھی نہیں رہا تھا کہ وہ گاڑی باہر نکال کر مین گیٹ پر باہر تالا لگا جایا کرتا تھا۔ حیا کو اگر کبھی ضرورت پڑتی تو وہ اندر سے چھوٹا دروازہ کھول لیا کرتی تھی۔

رات کھانے کی میز پر ضوریز کا اس سے سامنا ہوا تھا۔ مگر اسکے چہرے کے تاثرات اتنے لئے دیے ہوئے تھے کہ وہ ایک لفظ نہیں بول سکا۔ اسکے سامنے کھانا رکھتے وہ خود وہاں مزید ایک منٹ نہیں رکی تھی، اور ہر بار کی طرح وہ اسے اصرار کر کے بٹھانے کی جرات بھی نہیں کر سکا تھا۔

یہ سلسلہ اگلے کہیں دنوں تک محیط رہا، یہاں تک کہ ضوریز کی خرابی طبیعت نے انکے درمیان جمی سرد مہری کی برف کو پگھلا دیا۔

حیا کو سحرش کی کال آئی تھی۔ اور ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے بھی اسے سحرش سے اسکی بیماری کا پتہ چلا تھا۔

"حیا اسے ڈاکٹر کے پاس لازمی لے کر جانا، وہ خود سے کبھی بھی نہیں جاتا۔"

سحرش فکر مند سی اس سے کہہ رہی تھی۔

اور حیا اچنبھے کا شکار ہوئی۔

اب اپنے منہ سے اس سے یہ تو نہیں پوچھ سکتی تھی کہ اسے کیا ہوا؟

"ڈاکٹر کے پاس؟"

بے دھیانی میں زیر لب کہا۔

"میں نے کال کی اسے، پہلے تو بتا ہی نہیں رہا تھا اسکی طبیعت خراب ہے۔ جب میں نے اصرار کیا تو صرف اتنا کہا ہلکا سا بخار ہے۔ لیکن مجھے پتہ ہے ہلکے سے بخار میں وہ بستر نہیں سنبھال لیا کرتا۔ اور تم نے بھی مجھے نہیں بتایا۔"

آخر میں وہ اس سے شکایت کر رہی تھی۔ بالکل ویسے جیسے ہم اپنوں سے ذرا بھی دور ہوں تو انکی ذرا سی بھی بیماری ہمیں بے چین کرنے لگتی ہے۔

"آپی ٹھیک ہیں وہ۔ دوا لے لی ہے اور آپ فکر مت کریں میں دھیان رکھوں گی۔"

جھوٹ موٹ کی اسے تسلی دیتی کال کاٹ کر وہ ضوریز کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔ عادتاً دروازے پر ناک کیا، پھر قدم اندر رکھے۔

وہ بیڈ پر اوندھے منہ بنا کمبل لئے پڑا تھا۔

حیا آگے بڑھی۔ اسے ایک دو آوازیں دیں مگر وہ ساکت پڑا رہا۔

متوحش سی جھک کر اسکے ماتھے کو چھوا، جو بھاپ اڑاتا محسوس ہو رہا تھا۔ چہرہ حرارت کے باعث سرخی چھلکا رہا تھا۔

اس بار اسے برا لگا، دل کو کچھ ہوا تھا، وہ پتہ نہیں کب سے ایسے پڑا تھا اور ایک ہی گھر میں رہتے وہ اتنی انجان رہی۔ ساری ناراضگی کچھ دیر کے لئے کہیں دور جا سوئی۔

"ضوریز۔"

اس بار جھک کر اسکے کندھے کو ہلاتے قدرے بلند آواز میں پکارا۔ وہ ذرا ابھر سر اٹھا کر مندی مندی سرخ ہوتی آنکھیں وا کیے اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"اٹھیں ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔"

سر نفی میں ہلا کر دوبارہ سر تکیے پر گرا دیا۔

وہ لب کاٹتی کچھ دیر اسے بے بسی سے دیکھتی رہی۔

"ماما۔"

سوئی ہوئی نور جاگ کر اسے آوازیں دے رہی تھی۔

جا کر پہلے اسے اٹھایا، فیڈر بنا کر اسے بھی ضوریز کے کمرے میں لاتے اسکے قریب ڈالا ۔وہ آرام سے دودھ پینے لگی۔

خود جا کر کچن سے باؤل میں پانی ڈال کر لائی۔

"بابا۔"

نور دودھ پی کر اب ضوریز کے پاس بیٹھی اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اسکے منہ پر پھیرتی اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور خود وہ بے سدھ پڑا تھا۔

"نور یہاں آجاؤ ماما پاس بیٹے۔" بیڈ سائیڈ ٹیبل پر باؤل رکھا، خود نور کے پاس آلتی پالتی مار کر بیٹھتے اسے اپنی گود میں بٹھایا۔

"ضوریز سیدھے ہو کر لیٹیں پلیز۔" اسکا کندھا زور سے ہلاتے کہا۔

وہ یوں ہی آنکھیں بند کیے سیدھا ہوا۔ اگلے آدھے گھنٹے تک مسلسل ٹھنڈی پٹیاں اسکے ماتھے پر رکھنے سے اسکا بخار کچھ کم ہوا تھا۔ حیا نے شکر کا سانس لیتے، اسکے ماتھے پر چپکے گیلے بال ہٹائے۔

خود نور کو لئے وہ باہر چلی گئی تھی۔

کچھ دیر بعد واپس آئی تو چاولوں کی پلیٹ ہاتھ میں تھی۔

وہ اب کچھ بہتر محسوس کرتا آنکھیں کھولے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کھانا کھالیں۔ پھر دوا لینی ہے۔"

وہ اب بہتر تھا تو حیا کی آواز میں غیر محسوس انداز میں رکھائی واپس آگئی تھی۔ سرخ ڈوروں سے مزین سیاہ آنکھیں بغور اسکا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

اسے یاد آیا وہ پچھلے کہیں دن سے کس طرح اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ بہت سارا اشتعال تھا جو اسکے خون میں شامل ہوتا گیا، ضوریز کے ماتھے کی شکنیں گہری ہوئیں۔

"میں اپنا خیال خود رکھ سکتا ہوں۔ تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ سخت خفا لگ رہا تھا۔ حیا کا دماغ بھک سے اڑا۔

ابھی کچھ دیر پہلے وہ دنیا جہاں سے بیگانہ نیم بے ہوشی میں پڑا تھا اور اب ہوش میں آتے ہی سوئی ہوئی اکڑ بھی جاگ گئی تھی۔ یہ تو وہی حساب تھا رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔

پلیٹ پٹخنے کے انداز میں سائیڈ ٹیبل پر رکھتی وہ اسکی طرف مڑی، آنکھوں میں کوفت اور چہرے پر دبے دبے غصے کے آثار واضح تھے۔

"ضوریز زیادہ نخرے مت کریں۔ وہاں سحر ش آپی کو کال پر فریادیں لگائی جا رہی ہیں اپنی بیماری کی۔ انہوں نے مجھے کال کی، اور اب جب میں خیال کر رہی ہوں تو بھی تکلیف ہو رہی ہے آپ کو۔"

انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے وہ تیز تیز غصے سے بول رہی تھی۔ ضوریز بے یقین سا اسے دیکھنے لگا۔ یہ کون سا طریقہ تھا بیمار کی تیمارداری کا۔ جبڑے بھینچ کر اسکے جلالی روپ پر سے نظریں ہٹاتے اسکے ماتھے کی رگ ابھری۔

"اپنا دھیان اپنے پاس ہی رکھو اور جاؤ یہاں سے۔"

وہ بھی تلخی پر اتر آیا تھا۔ حیا نے بہت سارا ضبط کرتے ایک گہرا سانس خارج کیا۔ وہ اس قابل تھا کیا کہ اسکی پرواہ کی جاتی۔ غلطی بھی اس کی تھی اور بگڑ بھی وہی رہا تھا۔

"ٹھیک ہے جا رہی ہوں میں۔" وہ پلٹی ضرور تھی مگر قدم نہ اٹھا سکی۔ اسکا ہاتھ ضوریز کے ہاتھ میں قید تھا اور وہ خود کسی ان دیکھے حصار میں جکڑی گئی تھی۔ سانس روکے، بنا مڑے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

"میرے پاس رہو۔"

جذبوں سے بوجھل آواز اسکی سانسیں بھی بوجھل کرنے لگی، تین لفظی اس چھوٹے سے جملے میں کیا کچھ نہیں تھا۔

"تم تو وہ باتیں بھی جان لیتی ہو جو میں خود سے بھی کہہ نہیں پارہا ہوتا۔ تو پھر پانچ دن سے یہ کیسے نہیں جان پائی کہ میں شرمندہ ہوں اس حرکت کے لئے جو مجھ سے نادانستگی میں ہوئی۔"

وہ نظریں اسکی پشت پر گاڑھے ہوئے تھا، لہجے میں نرمی تھی، نرم گرم جذبوں کی آنچ تھی، اور آنکھوں میں محبت بھری بے بسی۔ حیا کا ہاتھ اب بھی اسکے ہاتھ میں تھا جسے چھڑانے کی ذرا بھر بھی کوشش نہیں کی گئی تھی۔

ابر آلود، مطلع دل صاف ہوا۔ بس اتنی سی تو بات تھی دل پگھلا، وہ اسکی طرف پلٹی، ہر بدگمانی، گلے اور تنفر سے پاک دل کے ساتھ۔ ایسا دل جس کی دھڑکنیں اسی شخص سے منسلک تھیں، تبھی تو اتھل پتھل ہوئی جارہی ہیں۔

"سوری بولیں۔"

اسکا چہرہ دیکھ کر بے اختیار اسکے منہ سے نکلا تھا۔ضوریز کی نگاہوں میں سوالیہ پن در آیا ۔وہ یک ٹک اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

" صحیح سنا آپ نے۔ چلیں معافی مانگے۔"

گردن ہلا کر اس نے کہا تھا،انداز میں مصنوئی روکھا پن تھا مگر ان آنکھوں سے جھلکتی نرمی،ضوریز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آکر ٹھہری۔

"سوری۔"

وہ اب بھی اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھا،ہاتھ اب بھی اسکے ہاتھ پر جما ہوا تھا،مضبوطی سے، کبھی نہ چھوڑنے کے لئے۔

"ایسے نہیں۔کان پکڑ کر کہیں حیا آئی ایم سوری۔آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گا۔"

کوئی منظر تھا جس کی جھلکیاں ضوریز کی آنکھوں کے سامنے آئیں۔ کمرے میں اسکی شفاف ہنسی گونجی، اسکی مسکراتی آنکھیں، بے فکری لئے چہرہ اور یہ مہربان سے انداز حیا کا دل گدگدانے لگے تھے۔ ہلکے ہوتے دل کے ساتھ اس نے ہونٹوں تک آنے کو مچلتی مسکراہٹ کو بڑی مشکل سے روک رکھا تھا۔

حیا کا ہاتھ آہستگی سے چھوڑتے ضوریز نے سر کو ذرا سا خم دیا۔

"تم مجھ سے بدلا لے رہی ہو؟"

بنا ماتھے پر ایک بھی شکن لیے، پیچھے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے، وہ محظوظ کن انداز میں استفار کر رہا تھا۔

"جلدی کریں ضوریز، کیا آپ چاہتے ہیں رات کے اس پہر میں آپ کے لئے کوئی اور سزا تجویز کروں۔"

دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے، اسکی چمکتی سیاہ آنکھوں میں معصومیت تھی تو چہرے پر شرارت، اسکا سوال وہ کمال مہارت سے ان سنا کر گئی۔ اور ضوریز نے گھٹنے ٹیک دیے ۔ مسکراہٹ ضبط کرتے ہاتھ کانوں تک گئے۔

"حیا آئی ایم سوری۔ آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گا۔"

"گڈ یہ بہتر تھا۔"

سراہتی نظروں سے اسے دیکھتی وہ مکمل طور پر سنجیدہ نظر آنے کی کوشش میں تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ اسکے رائٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھی، ضوریز کراہ اٹھا۔

"حیا میں بیمار ہوں۔" اس بار کہتے ہوئے اسکے چہرے پر پریشانی تھی۔

"لیکن ابھی تو آپ بہتر لگ رہے ہیں۔"

رجسٹر اٹھائے ہاتھ پیچھے باندھ، لب دابے وہ اسکی طرف واپس آرہی تھی۔

"نہیں میں شدید بیمار ہوں۔ مجھ سے ہلا تک نہیں جا رہا۔"

وہ بولتے ہوئے پیچھے سے ٹیک چھوڑ تا لیٹ گیا تھا، چہرے پر نقاہت طاری کرنے کی سعی کی۔

"ٹھیک ہے کیوں کہ میں آپ کے جتنی سنگ دل نہیں ہوں اس لئے۔۔۔"

حیا کہتے کہتے رکی، ضوریز کی آنکھیں چمکی۔ ساتھ ان میں اچنبھا بھی در آیا۔

"اس لئے سزا میں کچھ ترمیم ہو سکتی ہے۔ آپ آج نہیں کل لکھ لیجئے گا۔ اتنا تو میں آپ کے لئے کر ہی سکتی ہوں۔"

گردن اکڑا کر، فیاضی کا عظیم الشان مظاہرہ دکھایا گیا تھا۔ ضوریز کا منہ بنا۔

"بہت نوازش آپ کی حیا بی بی۔"

وہ جل کر بولا۔ حیا سر جھٹکتے مسکراتے ہوئے واپس گئی رجسٹر رکھا۔

"چلیں اب اٹھ کر کھانا کھائیں تا کہ ٹیبلٹ لے سکیں۔"

اسکے قریب آتے پلیٹ اٹھائے اسکے سامنے کی۔

کھانے کے بعد اسے دوا دے کر وہ پلٹی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

اسکی بے چین آواز پر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ مڑی۔

"اپنے کمرے میں۔ آپ اب بہتر لگ رہے ہیں۔ پھر بھی کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو مجھے کال کر دیجیئے گا۔ میں آجاؤں گی۔"

وہ مدھم سی کہہ رہی تھی، ضوریز کے بجھتے چہرے کو نگاہوں میں لئے ہوئے، وہ بے دلی سے سر ہلا گیا۔ تو وہ تیزی سے باہر نکل آئی۔

دروازہ بند کرتے ناب پر ہاتھ رکھے اس نے ایک طویل سانس ہونٹوں سے باہر دھکیلا۔

"نہیں ضوریز۔ اتنی جلدی نہیں۔ آپ جتنی دفع بھی میری طرف بڑھے ہیں اپنی ندامت میں بڑھے ہیں، مجھے صرف آپ کی ندامت نہیں چاہیے۔ نہ ہی آپ کی وقتی توجہ۔ اس طرح اتنی آسانی سے اگر میں آپ کی دسترس میں آگئی تو پھر اپنی حیثیت کا تعین

کبھی نہیں کر پاؤں گی۔ مجھے آپ کی زندگی میں ری پلیسمنٹ کے طور پر داخل نہیں ہونا، مجھے اپنی الگ جگہ چاہیے۔ آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کے دل میں بھی۔ اور اس وقت تک کے لئے میں انتظار کروں گی۔"

دل میں خود کلامی کرتی وہ آگے بڑھ گئی۔

....

باہر دن کا اجالا پوری طرح پھیل چکا تھا۔ آسمان سے پھوٹنے والی روشنی نے زمین کے سبھی اندھیرے نگل لئے تھے، ایک روشن، چمکدار صبح۔

ایسے میں اس کمرے کی کھڑکی کے آگے گرے پردے تھے۔ کمرے میں گھپ اندھیرے کا راج تھا۔ بالکل سناٹے میں ڈوبا، سوگوار سا ماحول۔

ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا تھااور ساتھ ہی روشنی کی پتلی سی لکیر نے بھی اندر کاراستہ دیکھ لیا تھا۔ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن کی۔سارے میں ایک دم سے روشنی بھرتی گئی

۔

بستر پر لیٹے وجود نے آنکھوں پر بازو رکھتے تیز چبھتی روشنی سے پناہ لینی چاہی۔

ابھی تک نائٹ سوٹ میں ملبوس، کھلے شولڈر کٹ بالوں کے ساتھ تہذیب آگے بڑھی ،اور بیڈ کے قریب آکر رکی۔

"اور کب تک ایسے اداس رہو گی؟خود کو تکلیف پہنچاؤ گی ضویا۔ایک ہفتہ ہو گیا ہے تمہیں اسلام آباد سے آئے ہوئے اور تم اب تک سٹیبل نہیں ہو پارہی۔پلیز خود کو سنبھالو یار۔پروڈکشن ہاؤسز والے میرا سر کھا گئے ہیں لیکن میں انہیں کیا جواب دوں جب کہ تم ہی دنیا سے کٹ کر بیٹھ گئی ہو۔"

وہ جھجھلاہٹ کا شکار ہوتی قدرے آہستگی سے بات کر رہی تھی۔بیڈ پر دراز ضویا اٹھ بیٹھی،وہ روئی روئی،بیمار سی لگنے لگی تھی،آنکھوں کے نیچے حلقے پڑنے لگے تھے،جیسے کہیں راتوں سے سونہ پائی ہو۔

اور جب سے شاپنگ مال کے باہر اس نے ضوریز اور حیا کو ایک ساتھ دیکھا تھا وہ ٹھیک سے سو ہی کہاں پائی تھی۔ کچھ چیزیں ہوتی ہیں جو ہمیں عزیز ہوں تو ہماری ملکیت میں ہوتے ان پر کوئی اور حق جتائے تو بھی برا لگتا ہے، وہ تو پھر جیتا جاگتا انسان تھا۔ وہ اسے عزیز بھی تھا، چھوڑ کر آئی تھی تو بھی تکلیف ہوئی تھی مگر اب وہ کسی اور کا ہے یہ زیادہ اذیت کا باعث تھا۔ کوئی اور بھی وہ جو اسکی اپنی سگی بہن تھی۔

"میں کیا کروں تہذیب۔ مجھ سے بھلائے نہیں بھولتا۔ وہ دونوں میرے ساتھ ایسا کریں گے مجھے یقین نہیں آتا۔ وہ تو جیسے میرے جانے کے منتظر تھے۔ یہاں میں انکی زندگی سے نکلی نہیں انہوں نے اپنی نئی دنیا بسالی۔"

اسکی خشک ویران آنکھوں میں وحشت سی ناچنے لگی تھی، بس نہیں چل رہا تھا ہر چیز کو تہس نہس کر ڈالے۔

تہذیب اسکے سامنے گھٹنہ موڑے بیٹھی۔ چہرے پر افسوس تھا، ہمدردی تھی۔

"یہ دنیا ہے میری جان، سنگدل اور سفاک، یہاں کوئی کسی کے لئے نہیں رکتا، جوگ پال کر بیٹھ نہیں جاتا، آگے بڑھ جاتا ہے۔ جب وہ آگے بڑھ گئے ہیں تو تم کیوں روگی بن بیٹھی

ہو۔ مٹی ڈالو پیچھے رہ جانے والوں پر۔ اپنے خوابوں کو جیو، کامیابیاں سمیٹو، انہیں کامیاب بن کر دکھاؤ۔ یہی انکے لئے تمہارا انتقام ہو گا۔"

ضویا نے اثباتی انداز میں سر کو ہلایا۔

"ایسا ہی کروں گی میں۔ اب کسی کے لئے اداس نہیں ہوں گی۔ وہ گلٹ جو میرے اندر تھا وہ بھی ختم ہو گیا ہے انہیں ایک ساتھ دیکھ کر۔ اب میں آزاد ہوں، کوئی مجھے الزام نہیں دے سکتا۔ تم آگے کا شیڈول طے کرو تہذیب۔ مجھے خود کو بہت سارا مصروف کرنا ہے۔ اتنا کہ مجھے کچھ یاد نہ آئے، نہ کوئی چہرہ اور نہ اس سے جڑی کوئی یاد۔"

وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔ تہذیب نے اسکا شانہ تھپتھپایا تھا۔

"گڈ۔ اب اٹھ کر تیار ہو۔ ناشتہ مل کر کرتے ہیں۔ پھر سیلون چلتے ہیں۔ کیا حالت بنائی ہوئی ہے تم نے اپنی۔" کہہ کر وہ باہر نکل گئی تھی۔ پیچھے وہ بستر سے نکلی، کھلے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنایا۔ ایک گہرا سانس لیا اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

. . . .

ویک اینڈ پر انہیں اچانک سے سرپرائز ملا تھا جب سحرش بنا بتائے چلی آئی۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ لیکن اصل مسئلہ تب بنا جب ضوریز اسکا سفری بیگ لئے اوپر والے فلور پر موجود کمرے میں رکھنے کے لئے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔

"ضوریز نیچے والے کمرے میں رکھ دو۔ پچھلے دنوں گھٹنے پر چوٹ آئی تھی۔ زیادہ سیڑھیاں چڑھنے اترنے سے ابھی تک درد ہوتا ہے۔"

گود میں لی نور کو پیار کرتے وہ اپنے ہی دھیان میں کہہ رہی تھی اور اسکے پاس بیٹھی حیا اور ضوریز کی نگاہیں ملی تھیں۔

"نیچے والے کمرے میں۔" ضوریز نے کچھ الجھتے ہوئے دوہرایا۔ حیا نظریں پھیر گئی۔

"کیوں کوئی مسئلہ ہے کیا؟" سحرش نے سر اٹھا کر نا سمجھی سے سوال کیا۔ حیا بدقت مسکرائی۔

"نہیں آپی مسئلہ کیوں ہو گا۔ دراصل وہ والا کمرہ کافی دنوں سے بند پڑا ہے، نور اب چلنے لگی ہے تو ایک جگہ ٹک کر بالکل نہیں بیٹھتی۔ میرا زیادہ تر وقت اسکے پیچھے پیچھے چلتے گزر جاتا ہے تو ریگولر بیسز پر اس کمرے کی صفائی نہیں ہو پاتی۔ آپ ضوریز کے ساتھ گپ شپ لگائیں میں دس منٹ میں صفائی کر کے آتی ہوں۔"

وہ کچھ شرمساری سے کہہ رہی تھی۔ جیسے صفائی نہ کرنے پر نادم ہو۔

"کوئی بات نہیں حیا۔ مجھے اندازہ ہے چھوٹے بچے کتنا خوار کرتے ہیں میرے تینوں تو اب اتنے بڑے ہیں ماشاءاللہ سے پھر بھی میرا سارا دن انکے پیچھے پیچھے چلتے نکل جاتا ہے تمہاری نور تو ابھی اتنی چھوٹی سی ہے۔"

سحرش کے متانت سے کہنے پر وہ اسکے پاس سے اٹھتی ضوریز کے پاس گئی۔ اسکے ہاتھ سے سحرش کا بیگ لیا۔

"مجھے پندرہ منٹ چاہیے ہوں گے۔"

نیم سرگوشی میں کہہ کر وہ اسکے پاس سے گزر گئی۔

"آئیں آپا آپ کو گھر دکھاتا ہوں۔"

وہ کندھے جھٹک کر اسکی طرف آیا۔

"ضوریز بعد میں دیکھ لوں گی۔ ابھی تھکی ہوئی ہوں۔"

وہ تھکاوٹ آمیز لہجے میں بولی۔ ضوریز نے تاسف سے سر ہلاتے اسکی گود سے نور کو اٹھایا ،پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر زبردستی کھڑا کیا۔

"اٹھ جائیں۔ مت بھولا کریں آپ مجھ سے صرف چھ سال بڑی ہیں اتنی کوئی بوڑھی نہیں ہو گئیں جو اتنے سے سفر کی تھکان ہو رہی ہو گی آپ کو۔"

اسکے کندھے پر بازو دراز کیے وہ بول رہا تھا۔ سحرش ہنس دی۔

اوپر سیڑھیوں کی جانب جاتے ہوئے ضوریز نے حیا کے بند کمرے کے دروازے کو ایک نظر دیکھا تھا۔ جسکی دوسری طرف کمرے میں موجود حیا کی پھرتیاں دیکھنے لائق تھیں ۔وہ تیزی تیزی سی ہاتھ چلاتی اس کمرے میں اپنی اور نور کی موجودگی کے سبھی آثار مٹا رہی تھی۔

ضوریز نے بھی اوپر والے فلور اور ٹیرس دکھانے کے دوران باتوں میں اتنا وقت لگادیا تھا کہ حیاکو آرام سے اپنا اور نور کا سامان اسکے کمرے میں منتقل کرنے کا وقت مل گیا تھا۔

. . . .

رات کھانے کے بعد وہ کچن میں برتن دھو رہی تھی اور سحرش اسکے منع کرنے کے باوجود کچن کی صفائی کر رہی تھی۔

"تم نے سب بہت اچھے سے سنبھال لیا ہے حیا۔ مجھے اسکی بہت خوشی ہے۔"

ڈنر ٹیبل پر ان دونوں کو بے تکلفی سے آپس میں باتیں کرتے سحرش کو بے حد اطمینان نصیب ہوا تھا۔

"آج تو واقع ہی میں، میں نے سب اچھے سے سنبھال لیا ہے آپی ورنہ رائتہ ہو جانا تھا میرے بھرم کا۔"

اپنی پھرتیوں کے بابت سوچتے ہوئے وہ کھسیانی سی مسکرائی۔

"آپ بچوں کو ساتھ لے کر کیوں نہیں آئیں۔پہلے یہ تو بتائیں۔"

اس نے کمال خوب صورتی سے موضوع بدل دیا تھا۔

"ارے انکے پیپرز سٹارٹ ہونے والے ہیں۔میرا ابھی کوئی ارادہ نہیں تھا۔لیکن پچھلے دنوں ضوریز بیمار رہاناتو میں نے سوچا ایک بار اپنی آنکھوں سے دیکھ آؤں۔کیا کروں امی کے گزرنے کے بعد وہ میرے زیادہ قریب رہاہے ناتو اسکے میں ٹھیک ہوں کہنے پر بھی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔"

سحرش کے چہرے پر اس وقت ویسا ہی تاثر تھا جیسا کسی ماں کے چہرے پر اپنی اولاد کی بات کرتے ہوتا ہے۔حیا کا چہرہ پھیکا پڑا۔اسکی بھی تو بہن تھی، مگر فرق زمین و آسمان جتنا تھا۔

اس دن کی ضویا کی کہی باتیں نئے سرے سے تکلیف دینے لگی تھیں۔

سحرش اس سے کچھ اور بھی کہہ رہی تھی وہ بمشکل اپنی توجہ سمیٹ پائی تھی۔

پھر رات گئے تک وہ مل کر لیونگ ایریا میں بیٹھے رہے تھے۔ بہت عرصے بعد، نارمل انداز میں حیا کی گود میں نور سو گئی تھی، سحرش کی کسی بات پر ضوریز کھل کر ہنسا تھا، آہستہ آہستہ زندگی اپنے مدار میں واپس آ رہی تھی۔

. . . .

جس وقت وہ کمرے میں آیا تھا حیا اپنے اور نور کے کپڑے اسکی الماری میں ایک طرف سیٹ کر رہی تھی۔ آہستگی سے دروازہ بند کرتا وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا بیڈ تک آیا ۔جہاں نور سو رہی تھی۔ جھک کر اسکے قریب بیٹھتے اس کا ماتھا چوما، پھر کمبل اس پر برابر کیا ۔

نگاہ بیڈ کے سامنے بنی الماری تک گئی۔ جہاں وہ الماری کا پٹ کھولے کھڑی تھی۔

اتنے ماہ اکیلے رہ رہ کر اس وقت کمرے میں حیا اور نور کا وجود طبیعت پر خوش گوار تاثر چھوڑ رہا تھا۔

"فی الحال تو میں نے آپ کی اجازت کے بغیر ہی آپ کی الماری پر قبضہ جمالیا ہے مگر فکر مت کیجئے گا آپ کے جاتے ہی میں اور نور اپنے کمرے میں دوبارہ شفٹ ہو جائیں گی۔"

مصروف سی بنا اسے دیکھے حیا نے کہا تھا۔ضوریز جی بھر کر بدمزہ ہوا۔ابھی تو وہ پوری طرح اسکے آنے کی خوشی بھی محسوس نہیں کر پایا تھا کہ وہ جانے کا راگ الاپنے لگی تھی۔

"میں نے کچھ کہا کیا؟"

وہ سنجیدہ ہوا کہہ رہا تھا۔حیا نے اسکا چہرہ دیکھا۔

"آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے آپ کی پہلے کی کہی ساری باتیں یاد ہیں۔"

وہ کس قدر سکون سے بول رہی تھی اور ضوریز جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔انسان کو بولنے سے پہلے ہزار بار سوچنا چاہیے۔کبھی کبھی اپنے کہے الفاظ بھی راستے بند کرنے لگتے

ہیں، راہیں سجھائی نہیں دیتیں۔ ضوریز بھی آج کل انہی مسائل میں گرا تھا۔ پچھلے الفاظ کی گونج اتنی تیز تھی کہ نئے الفاظ سنائی نہیں دے رہے تھے۔

وہ چپ سا اٹھ کر واش روم کی جانب بڑھ گیا۔

وہ واپس آیا تو بھی وہ ہنوز کمرے کے بیچ و بیچ کھڑی تھی، آنکھوں میں الجھن تھی اور چہرے پر گہری سوچ۔

"اب کیا آپی کے جانے تک ایسے ہی کھڑی رہ کر گزارہ کرو گی تم۔"

وہ جل کر بولا تھا۔

"میں سوؤں گی کہاں۔"

بیڈ پر بیٹھ کر کمبل پھیلاتے ضوریز نے عجیب سے انداز میں اسکی طرح دیکھا۔

"میرے خیال میں تو بیڈ پر ہی سویا جاتا ہے۔"

"نہیں کرسی پر بھی سویا جا سکتا ہے۔میں نے ایک رات کرسی پر سو کر بھی گزاری ہے۔"

اور ضوریز کا جی چاہا اسے کوئی ایسا منتر آتا ہوتا جس سے وہ حیا کی یادیں سلب کر لیتا۔

"بیڈ پر آرام سے سو جاؤ۔ کھا نہیں جاؤں گا تمہیں میں۔"

منہ پھلا کر کہتے وہ لیٹنے لگا تھا۔

"ایک منٹ میں کوئی ڈرتی ورتی نہیں ہوں آپ سے۔"

وہ لیٹتے لیٹتے رک گیا۔ آنکھوں میں دلچسپی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔ کمبل ہٹا کر پاؤں نیچے اتارے۔

بنا جوتا پہنے قدم قدم چلتا وہ اسکی جانب بڑھ رہا تھا۔ اور حیا کی ساری بہادری کونے میں دبکی کھڑی اب اسکا تماشہ دیکھنے کو تیار کھڑی تھی۔

"تو تم مجھ سے ڈرتی نہیں ہو؟"

بھاری گھمبیر آواز میں کہتے وہ اسکے حد درجہ قریب کھڑا تھا۔ تھوک نگلتے حیا نے اپنی سانسیں ڈوبتی محسوس کیں۔

"بولو بھی اب کیوں چپ ہو۔ تڑخ کر جواب دو نا اب بھی، ڈرتی تو تم ہو نہیں۔ میں منتظر کھڑا ہوں۔"

اسکے نظریں چراتے، پلکوں کا عارضوں پر ہونے والا رقص ضوریز کی دھڑکنیں منتشر کرنے لگا۔

"آپ مجھے ڈرانا چاہتے ہیں؟"

وہ ذرا ابھر خفگی سے کہہ رہی تھی، نروٹھے سے انداز۔ آنکھوں میں شکایت لئے۔

"میں جو چاہتا ہوں تمہیں بتا دیا تو خفا تو نہیں ہو گی نا؟"

اسکے چہرے پر پھیلتا ہلکا سا گلابی پن ضوریز کو دم بخود کرنے لگا تھا۔

"تو ایسی کوئی بات کرنی ہی نہیں چاہیے نا جس سے اگلے کے خفا ہونے کا خدشہ ہو۔"

وہ دل کی غیر ہوتی حالت پر قابو پاتی محتاط سی بولی۔ ضوریز دھیما سا ہنسا۔ سر کو ہلکا سا خم دیا پھر الٹے قدم پیچھے ہوتا فاصلہ بڑھایا۔

"سو جاؤ تمہیں ڈرانے کے لئے ابھی زندگی پڑی ہے۔"

معنی خیزی سے کہتا وہ واپس مڑ گیا تھا۔

حیا ہلکی سی لرزاہٹ لئے ہاتھ چہرے پر پھیر کر رہ گئی۔

وہ منہ سر کمبل میں لپیٹ کر دوسری طرف کروٹ لیتے لیٹ گیا تھا۔ کچھ دیر حیا وہی کھڑی رہی پھر قدم بیڈ کی دوسری جانب بڑھا دیے۔ نور کے برابر لیٹتے اس نے کمبل تک نہیں لیا تھا۔

کن اکھیوں سے کتنی بار ضوریز کی پشت کو دیکھا، وہ بالکل ساکت لیٹا تھا، جیسے گہری نیند میں ہو۔

حیا نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے نادیدہ پسینہ پونچھنا چاہا۔

بہت دیر بعد ضوریز نے آہستگی سے کمبل میں سے منہ باہر نکالا۔ سر اٹھا کر اسے دیکھا ۔نور کے گرد ایک بازو کا حصار بنائے وہ اپنی چادر سے ہی خود کو کور کیے سو رہی تھی ۔چہرے پر سکوں چھایا ہوا تھا۔ وہ ذرا ابھرا اونچا ہوا، کہنی پر وزن ڈالا، تھوڑا سا آگے ہو کر کمبل حیا کے اوپر برابر کیا۔ کمرے کی لائٹ جل رہی تھی اور روشنی میں اسے سونے کی

عادت نہیں تھی۔ اسے لگا شاید حیا لائٹ جلائے سونے کی عادی ہو۔ اسی لئے اپنی بے آرامی کی پرواہ کیے بناوہ پھر سے منہ سر لپیٹ گیا تھا۔

. . . .

صبح چار بجے کے قریب اسکی آنکھ کھلی تھی، یہ نور کے دودھ پینے کا وقت ہوتا تھا۔ اور اب اتنی عادت ہو گئی تھی کہ اسکے جاگنے سے پہلے ہی حیا کی آنکھ کھل جایا کرتی تھی۔

مندی مندی آنکھیں کھول کر سیدھا سوئی ہوئی نور کو دیکھا، اور پھر اس سے نظریں ہوتیں ضوریز تک گئی۔ وہ اسی جانب کروٹ کیے سو رہا تھا۔ نور کے اوپر رکھا اپنا ہاتھ ہٹا کر اٹھنا چاہا، مگر ایک دم سے وہ ایسا کر نہیں پائی تھی۔ ذرا ابھر سر اٹھا کر دیکھا، حیا کے نور کے اوپر رکھے ہاتھ پر ضوریز کا بھاری ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

دل کی ایک بیٹ مس ہوئی، گھبرا کر ضوریز کی جانب دیکھا، لیکن وہ گہری نیند میں تھا۔ حیا کے ہونٹوں پر بڑی خوب صورت مسکراہٹ کھلی تھی۔ کتنا دل کش ور عنا احساس تھا، وہ اسکے ساتھ تھا اور اسے یہ ساتھ تمام عمر کے لئے چاہیے تھا۔

آہستگی سے اسکے ہاتھ کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالا۔ آرام سے بستر چھوڑتی وہ نور کی فیڈر تیار کرنے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

صبح ناشتے کی ٹیبل پر وہ اور جاگی ہوئی نور کو اٹھائے سحرش موجود تھیں، ضوریز ابھی تک آیا نہیں تھا۔ اور اسکے آفس جانے میں دیر نہ ہو جائے اس لئے وہ اسے دیکھنے آئی تھی ۔ خلاف معمول وہ ابھی تک سویا پڑا تھا۔ کروٹ لئے منہ کمبل میں چھپا تھا۔

حیا اسکے قریب کھڑی اسے آواز لگا چکی تھی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔

جھک کر اسے منہ پر سے کمبل ہٹایا، وہ آنکھیں بند کیے سویا ہوا تھا شاید۔

وہ سیدھی ہوئی تھی جب ایک دم سے اسکی کلائی ضوریز نے اپنے ہاتھ میں زور سے جکڑتے، اسے اپنے پہلو میں گرایا تھا۔ حیا کے منہ سے نکلنے والی چینخ بے ساختہ تھی۔ وہ جو

سوئے ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا گڑبڑا کر آنکھیں کھولتا، اسکی طرف کروٹ کیے، ذرا ابھر سر اٹھا کر اسکے منہ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ گیا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہو، باہر آپی سن لیں گی یار۔" وہ تلملا کر کہہ رہا تھا خفا خفا سی آنکھیں حیا کی خوفزدہ آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔ سارے رومینس کا ستیاناس مار دیا تھا حیا نے۔

ایک ہاتھ میں اسکی کلائی تھامے، دوسرا ہاتھ اسکے منہ پر سختی سے جمائے وہ اس پر جھکا ہوا تھا۔ حیا ڈر کی کیفیت سے نکلی تو شرم میں گھری نظریں چرا گئی۔ اسکا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹایا تو وہ اس پر بھی اپنی گرفت بنا گیا۔ حیا نے مزاحمت نہیں کی تھی، وہ کرنا چاہتی بھی نہیں تھی۔

"آپ جاگ رہے تھے۔" اسکے گالوں پر لالی اور دھیمی سی آواز میں حیرت و بے یقینی تھی۔ ضوریز کی نگاہیں ایک پل کے لئے اسکے چہرے پر سے ہٹنے کو تیار نہیں تھیں۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ آپ ہی آپ آتی گئی۔ کمال ڈھٹائی سے سر کو ہاں میں ہلاتے اس نے جھوٹ کا بالکل سہارا نہیں لیا تھا۔

"تو پھر اٹھ کر باہر کیوں نہیں آئے۔"

اسکی طرف دیکھتے وہ پر اعتماد نظر آنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی۔

"میں چاہتا تھا تم مجھے جگانے آؤ۔"

ضوریز نے اپنا ماتھا اسکے پیشانی سے مس کیا۔ حیا نے آنکھیں موندے سانس تک روک لی تھی۔ دو دلوں کی تیز ہوتی دھڑکنیں ایک دوجے سے آشنا ہو رہی تھیں۔

"اور میں چاہتا ہوں میری زندگی کی آنے والی ہر صبح کا آغاز تمہاری آواز سے ہو۔"

وہ آنکھیں بند کیے مخمور سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

فضا میں رومان پرور دھنیں گونجتی تھیں، دھیمے سروں میں، نئی زندگی کا پیام دیتیں، دلوں کی بدلتی حالتوں کی ترجمان۔

"لیکن یہ شادی تو صرف ایک فارمیلٹی تھی نا۔"

حیا کی دبی دبی آواز ابھری، کمرے میں پھیلا طلسم جھٹنے لگا، دھیمی آواز میں محبت کا پیام دیتے نغموں کا حصار ٹوٹا۔ ضوریز نے جھٹ سے آنکھیں کھولی۔ دل کراہ اٹھا۔ اسکے ہاتھ

چھوڑ، وہ پیچھے ہٹتا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چہرے پر کچھ دیر پہلے کی نرمی کا اب شائبہ تک نہیں تھا بلکہ سنجیدگی کا گہرا تاثر تھا۔ ہونٹ بھینچے وہ بیڈ سے نیچے اترا۔ حیا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم چلو میں دس منٹ میں آتا ہوں۔"

سپاٹ سی آواز میں کہتا وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔ حیا کا جی برا ہوا۔ کیا ضرورت تھی اس وقت یہ سب کہنے کی، ابھی کچھ دیر پہلے وہ کتنا خوش نظر آرہا تھا، پرسکون، مطمئین سا، شرارت پر آمادہ۔

بے دلی سے چلتی وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

. . . .

سحرش کی وجہ سے وہ جلدی آفس سے آگیا تھا اور واپسی پر وہ اسے معمول کی برعکس تیار ہوئی ملی تھی۔ بلیک کلر کا گرم سوٹ جس کی قمیض پر گلابی رنگ کے گلاب کے بڑے

بڑے پھولوں کا مناسب فاصلے پر پرنٹ تھا اور سادہ شلوار، معمول سے ہٹ کر اس نے شال کے بجائے کپڑوں کے ساتھ کا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا جس کے باعث اسکی کمر پر جھولتی بالوں کی چوٹی بھی دکھائی دیتی تھی۔اسے دیکھ کر صبح کی ساری خفگی کا تاثر زائل ہوتا چلا گیا۔

"آپ نے کہا تھا تیار ہونے کے لئے۔اب غصہ مت کیجئے گا آپ۔"

وہیں پورچ میں کھڑی وہ وضاحت دے رہی تھی۔وہ بنا کچھ کہے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"ایک تو مجھے سمجھ نہیں آتی، آپ گھوڑے پر سوار ہو کر آتی ہی کیوں ہیں؟"

شام کو سحرش کا بیگ اٹھائے وہ اسے ایئرپورٹ چھوڑنے جاتے ہوئے جھنجھلا کر کہہ رہا تھا۔

"سمجھا کرو ضوریز۔بچوں کے پیپرز سر پر ہیں۔انہیں چھٹیاں ہوں گی تو پھر سکون سے آؤں گی۔بلکہ اب کبھی تم حیا کو لے کر آؤ نا میری طرف، کراچی گھوم آئے گی کیوں حیا
"۔

باہر پورچ تک آتے سحر ش نے ساتھ چلتی حیا سے کہا تھا۔

"انشاءاللہ ضرور آئیں گے۔"

حیا نے مسکرا کر کہا تھا۔

نور اور حیا بھی اسے ایئرپورٹ تک چھوڑنے ساتھ گئی تھیں۔

جاتے ہوئے تو سحر ش کے ساتھ باتوں میں وہ جانچ نہیں پائی تھی مگر واپسی پر سارے راستے وہ اسے نظر انداز کرتا آیا تھا۔ فضا میں گونجتی بوجھل سی خاموشی اسے گراں گزر رہی تھی۔

رات کو نور ضوریز کے پاس تھی، وہ اندر آئی، ہاتھوں کی انگلیاں چٹختے وہ گومگوں سی کیفیت کا شکار تھی۔ ضوریز نے صرف ایک نظر اسے اندر داخل ہوتے دیکھا تھا پھر نور کی طرف دوبارہ متوجہ ہو گیا جو اسکے سینے پر بیٹھی ہوئی اچھل رہی تھی۔

حیا کو اپنا آپ بے وقعت سا لگنے لگا۔ آگے بڑھ کر الماری کھولتی وہ اپنے کپڑے نکالنے لگی تھی۔ کن اکھیوں سے اسکی جانب دیکھتے ضوریز کی آنکھوں میں غصہ جاگا۔ وہ اتنی انجان کیوں بن رہی تھی؟

"کوئی کہیں نہیں جارہا۔ جہاں باقی سبھی فارمیلٹیز پوری ہو ہی رہی ہیں وہیں ایک کمرے میں رہنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔"

اسکا لہجہ اتنا کھدرا اور پتھریلا سا تھا کہ سیدھا جا کر حیا کے دل پر لگا۔ آنکھوں میں امڈتے آنسو بالکل بے اختیاری لئے ہوئے تھے۔ وہ لب کاٹتی، بنا پلٹے اپنے کپڑے واپس لٹکانے لگی تھی۔ اور جب کبھی وہ اتنی فرمانبرداری سے اسکی بات مان لیا کرتی تھی تو ضوریز کا دل خود بخود پگھلنے لگتا تھا جیسے اس لمحے نرم پڑ گیا تھا۔

"ماما۔"

نور اسکی طرف لپکی تھی۔ وہ الماری بند کرتے اسکے پاس آئی، اسے اٹھایا اور گھوم کر اپنی سائیڈ پر آ بیٹھی۔ ضوریز خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

جس کے گال پر ایک آنسو لڑھک گیا تھا۔وہ دل ہی دل کراہا۔

تھوڑا اسید ھا ہو کر ہاتھ بڑھاتے، اسکے دوپٹے کو پیچھے کیا جو سر سے ہی سرک گیا تھا۔

میری جان لے کر ہی دم لے گی duel personality "کیا چیز ہو تم حیا۔ تمہاری یہ ۔ کبھی تو شیر نی بن کر غراتی ہوئی سامنے تن کر کھڑی ہو جاتی ہو اور کبھی چڑیا کے جتنا دل لئے چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے لگتی ہو۔"

وہ متاسف نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حیا آنکھوں میں ڈھیر ساری تپش لئے اسکی طرف مڑی۔

"چھوٹی چھوٹی باتیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں نا؟ آپ ایک لمحہ نہیں لیتے کسی کے دل کا خون کرنے میں اور پھر معصوم بھی بن جاتے ہیں۔ ہر بات میں فارمیلٹی فارمیلٹی کی رٹ لگاتے ہیں اور پھر حق بھی جتاتے ہیں۔ دوہری شخصیت میری نہیں آپ کی اپنی ہوتی جارہی ہے ضوریز۔ آپ خود نہیں جانتے آپ چاہتے کیا ہیں۔"

وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ غرائی تھی۔ ضوریز شل سادم بخود اسے دیکھے گیا۔

کچھ کہنے کے لئے لب کھولے مگر الفاظ میسر نہیں آئے۔

"آپ ایک ہی بار بتا کیوں نہیں دیتے مجھے آپ چاہتے کیا ہیں؟"

وہ غصے سے بھری بیٹھی تھی۔ تیز تیز بولتی چلی گئی۔اسکی گود میں موجود نور اسکا چہرہ اٹھا کر گم صم سی اسکا منہ دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہیں چاہتا ہوں۔"

اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ضوریز کے منہ سے نکلنے والے الفاظ میں کیا کچھ نہیں تھا ،بے خودی، بے بسی اور جذبوں کی آنچ دیتی لپک۔ حیا اس سے یہ توقع نہیں کر رہی تھی ۔وہ اپنی جگہ بالکل فریز ہو گئی۔

اور ضوریز اسے خود بھی حیرت ہو رہی تھی خود پر وہ یہ کیا اور کیسے کہہ گیا تھا۔ لیکن پھر دل کے آگے ہار مانتے اس نے عقل و شعور کو ایک طرف کرتے، خود کو دل کے حوالے کر دیا تھا۔ دل جانے اور اسکی چاہت جانے۔

وہ فق ہوئی رنگت کے ساتھ اسے بالکل ساکت ہوئی دیکھ رہی تھی۔

"تم نے کہا تھانامیں اپنے دل کی ہر بات تم سے کہہ سکتاہوں بنا جھجکے، بنا کسی ڈر کے۔ میں ایساہی کرناچاہتاہوں۔ تم نے یہ بھی کہا تھاتم میرے دل کی سن کر بھول جاؤ گی وہ سب جو میں کہوں گا۔ لیکن اس بار میں چاہتاہوں تم سب یاد رکھو، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، ایک ایک لفظ۔"

وہ ایک پل کے لئے بھی اسکے چہرے پر سے نظریں ہٹانے کا روادار نہیں تھا۔

مدھم آواز میں ٹھہر ٹھہر کر بولتاوہ حیاکے دل کی دنیا تہس نہس کرنے کے درپے تھا۔

"یہ رشتہ جب بنا تھاتو مجھے شدید غصہ تھاحیا، خود پر، تم پر، ان حالات پر جنہوں نے ہمیں ایک ساتھ باندھ دیا تھا۔ ان دنوں مجھے خود سے بھی بے زاری ہونے لگی تھی۔ رشتے چھوٹتے ہیں تو تکلیف دیتے ہیں، لیکن جو رشتے زندگی ہم سے چھڑوادیتی ہے وہ موت کی نسبت زیادہ دردناک ہوتے ہیں۔ مجھے اس تکلیف سے نکلنے میں وقت لگ گیا۔" وہ کچھ دیر کے لئے رکا، مسکرا کر آنکھیں مسلتی نور کو دیکھا۔ وہ اب حیاکی گود میں دبکی سونے کی تیاری میں تھی۔ اور حیاکسی ٹرانس میں گھری اسے دیکھ رہی تھی، بالکل کسی مجسمے میں ڈھلی۔

"ایک رشتہ ٹوٹنے کے بعد نیا رشتہ بننے میں دقت ہوتی ہے، پرانے زخم بھرنے کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ تم میرے لئے تمھیں اپنی زندگی میں قبول کرنا اس لئے بھی زیادہ مشکل تھا کیا کہ تم ضویا کی بہن تھی کتنی آکورڈ سچوئشن تھی، جس بیوی نے خود طلاق لے لی، میری عزت کی ذرا برابر پرواہ نہیں کی، اسی کی بہن کو میرے ساتھ باندھا جا رہا تھا، تمھیں جب جب دیکھتا تھا میرے زخم پھر سے تازہ ہونے لگتے تھے۔ اور اسی لئے میں تم سے روڈ ہوتا چلا گیا۔ حالانکہ مجھے پتہ تھا اس سب میں تمھاری غلطی نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی حیا مجھے خود پر کنٹرول نہیں رہتا تھا۔"

حیا کی آنکھوں سے آنسو مزید روانی سے بہتے گئے۔ وہ وقت صرف اسکے لئے ہی تو نہیں، حیا کے لئے بھی تو مشکل تھا۔

ضوریز کے چہرے پر بیتے پلوں کا کرب تھا، ملال تھا اور ندامت تھی۔ اس نے بمشکل حیا کے آنسوؤں سے تر چہرے پر سے نظریں چرائی۔

"میرا اعتبار ٹوٹا تھا حیا، دوبارہ کسی پر کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ مجھے لگتا تھا اب اس سے بڑھ کر اور کچھ برا نہیں ہو سکتا میرے ساتھ۔ مگر اس رات جب تم نور کو لے کر چلی

گئی تھی میرے جسم سے جان نکلنے لگی تھی، اس وقت مجھے احساس ہوا تھا میرے پاس ابھی بھی بہت کچھ ہے جو میں کھونا نہیں چاہتا۔ تمہیں واپس اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر میرے دل میں جو پہلا جذبہ تمہارے لئے پھوٹا تھا وہ تشکر کا تھا۔ تم نے میری عزت کو غصے میں آ کر دو کوڑی کا نہیں کیا تھا۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔"

وہ آج ایک بار پھر بولنے پر آمادہ ہوا تھا اور وہ آج بھی اسے سنتے اسکا دکھ محسوس کر رہی تھی۔ بالکل ویسے ہی جیسے اس رات، بیرونی زینوں پر بیٹھ کر اسے سنتے کیا تھا۔ بعض لمحے گزر جانے کے بعد بھی اپنی تکلیف کی شدت کھونے نہیں دیتے۔ ہر بار یاد آنے پر نئے سرے سے درد ہوتا ہے۔

"عورت کے پاس حیا اور وفا ہو نا تو وہ مرد کو بے دام خرید لیتی ہے۔ وہ ساری عمر کے لئے غلام بن جایا کرتا ہے۔ گھر میں بیٹھی ایک باحیا اور باوفا عورت کے لئے زمانے کے سرد و گرم جھیل جاتا ہے کس لئے؟ صرف اس لئے نا کہ اس سے جڑی عورت کو زمانے کی بدلتی ہوائیں کوئی ذک نہ پہنچائیں۔ مرد کا سب سے بڑا اثاثہ اسکی عورت کی حیا اور وفا ہوتی ہے۔ یہ نہیں تو سمجھو کچھ بھی نہیں۔ محبت مرد کا مسئلہ کبھی نہیں رہی۔ یہ عورت ہے جو

محبت کے لیے نرم پڑ جاتی ہے۔ مرد بے وفائی کر دے، لوٹ آئے، دو بول محبت کے بولے، ذرا سی شرمندگی جتائے تو سب بھول بھال جاتی ہے۔ مرد اتنا اعلیٰ ظرف نہیں ہوتا۔ وہ بھلے کتنی ہی محبت کیوں نہ کرتا ہو عورت میں وفا ختم تو پھر سب ختم۔ وہ مڑ کر دیکھتا بھی نہیں ہے اسکی طرف۔"

نور سو چکی تھی، فضا میں بالکل سناٹے کا راج تھا۔ وہ چپ کرتا تو خاموشی میں سانس لینے کی دھیمی آواز بھی سنائی دیتی۔

"اس دن مال کے باہر ضویا کو دیکھ کر مجھے لگا ہی نہیں یہ وہ عورت ہے جسے میں نے بے پناہ محبت کی تھی۔ وہ میرے لئے "سب کچھ" سے "کوئی نہیں" بن گئی تھی اور مجھے خود پر حیرت ہوئی تھی۔ کوئی اتنی جلدی دل سے کیسے اتر سکتا ہے۔ مجھے لگتا تھا میں اب بھی اس سے محبت کرتا ہوں لیکن نہیں اگر ایسا ہوتا تو اسے دیکھ کر دل کو کچھ تو محسوس ہوتا۔ لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا، غصہ اور نفرت بھی نہیں۔ وہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ سب لے گئی تھی۔ میں تو ابھی تک صرف اپنے جذبوں کی بے توقیری کا ماتم منا رہا تھا۔ اپنی ہوئی ذلت کا رونا رو رہا تھا۔ اسکی محبت تو مسئلہ تھی ہی نہیں۔ وہ تو کب کی کہیں گم ہو گئی تھی۔"

وہ ایک بار پھر اسکی طرف دیکھتا اسکا یخ ٹھنڈا پڑتا ہاتھ اپنے پر حدت ہاتھوں میں لے گیا تھا۔ ضوریز کے دونوں ہاتھوں کی اوٹ میں چھپا اسکا ہاتھ اب بھی ہولے ہولے لرز رہا تھا ۔

"لیکن اس کے باوجود جب اس نے تمہارا نام میرے نام کے ساتھ غلط انداز میں جوڑا تو اسکی آنکھوں سے جھلکتی تکلیف نے مجھے سکون دیا تھا، اور میں نے اسکے کہے کی تردید نہیں کی، ہاں یہ سچ تھا مجھے اسکے کچھ بھی کہنے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ اور میرے یا تمہارے کچھ کہنے سے اس نے ہماری بات کا یقین بھی نہیں کرنا تھا پھر بھی، میں تمہیں بھول گیا حیا، مجھے سوچنا چاہیے تھا یہ تمہارے لئے کتنا تکلیف دہ ہوگا۔ میں نے نہیں خیال کیا، تمہارا اسکے ساتھ خون کا رشتہ ہے اور خون کے رشتوں میں نفرت پنپنا مشکل ہوتا ہے۔ وہاں گلے ہوتے ہیں، شکایتیں ہوتی ہیں، نفرت نہیں ہوتی۔"

حیا کی روتے ہوئے ہچکی بندھی تھی۔ وہ ندامت بھری نگاہوں سے اسے روتا دیکھتا رہا۔

"تمہارے گلے نے، تمہارے رونے نے مجھے اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ لیکن بخدا حیا میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا وہ سب۔ مجھ سے انجانے میں ہوا ایسے۔"

اسکے گالوں پر بہتے آنسوؤں کو نرمی سے اپنی انگلیوں کے پوروں پر چن رہا تھا۔

"مجھے اعتراف ہے مجھ سے تمہارے معاملے میں زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن اب سب ٹھیک کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہوں گا حیا مجھے تم سے محبت ہے۔ میں کہنا بھی نہیں چاہتا ۔ محبت کو ایک ہی لمحے میں ہاتھوں سے چھوٹتے دیکھا ہے میں نے۔ اب محبت کرتے بھی ڈر لگتا ہے۔"

اپنی بات کے جواب میں ضوریز نے حیا کے چہرے پر لہرانے والا سایا بغور دیکھا تھا ، آنکھوں میں آنسو ٹھہر سے گئے تھے۔

"لیکن میرے دل میں جو تمہارے لئے ہے وہ محبت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ میں آنکھ بند کرکے تم پر یقین کر سکتا ہوں، میں اپنی آنے والی ساری زندگی تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، بھلے خوشی ہو یا غم تمہارے ساتھ بانٹنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں تم مجھے کبھی جج نہیں کروگی، مجھے اپنا دل تمہارے سامنے کھولنے میں کبھی شرمندگی نہیں ہو گی۔ میری اکثر باتیں میرے کہے بنا جان لوگی۔ اور جب میں خفا ہوں گا تو، تم میرے ناراض ہونے پر جھٹ سے سوری کہہ دوگی، اور باوجود اعتراض کے پوری رات جاگ

کر غزل سن لو گی، میرے ایک بار کہنے پر پانچ سو بار معافی بھرے دو جملے، اور بیس صفحات لکھ لو گی۔"

جذبات سے بوجھل ہوتی آواز کے باوجود وہ آخر میں ذرا سا مسکرایا تھا۔

"وہ معافی نامہ میرے دل کے بہت قریب ہے اور اسے میں ہمیشہ اپنے پاس سنبھال کر رکھوں گا۔ وہ ہمیشہ مجھے یہ احساس دلائے گا کہ ناراضگی میں بھی میرے کہے لفظ تمہارے لئے کس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔"

وہ ڈبڈبائی آنکھوں میں گڈمڈ ہونے کے باوجود اسکا عکس دیکھنے سے خود کو روک نہیں پا رہی تھی۔ دل دھل گئے تھے، پگھل گئے تھے، ہر بوجھ سے آزاد مگر آنکھیں اب بھی بہنے سے باز نہیں آرہی تھیں۔ چہرے پر سوگواریت تھی اور ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ۔ دل جب معاف کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہو تو ایسے اعتراف پر انکار کر بھی کیسے سکتا تھا۔

"کیا تم مجھے قبول کر لو گی؟ اس سب کے باوجود میرے ساتھ ایک نیا سفر شروع کرو گی؟ میں پورے دل سے تمہاری طرف بڑھ رہا ہوں۔ لیکن تم پر ایسا کوئی دباؤ نہیں ہے۔

بھلے تم دل سے نہیں بس فارمیلٹی کے طور ہی مجھے قبول کر لینا میں شکایت نہیں کروں گا
۔"

وہ آنکھوں میں شرارت اور اور چہرے پر معصومیت لئے کہہ رہا تھا۔ اسے جو کہنا ہوتا تھا وہ کہنے سے بھلا کون روک سکتا تھا۔ حیا بر ستی آنکھوں کے ساتھ ہنسی تھی۔ ایک ایسی ہنسی جس میں زندگی کی نئی امید گنگناتی تھی۔ ضوریز مبہوت سا اسے دیکھے گیا۔ بارش میں نرم گرم دھوپ کا سا منظر آنکھوں کو ٹھنڈک کا احساس بخشتا تھا۔

"لیکن ابھی تو ہمارے پرانے حساب کتاب رہتے ہیں نا؟ جب تک وہ کلئیر نہیں ہوتے آگے کیسے بڑھ سکتے ہیں۔"

اسکی طرف دیکھتے اس نے کہا تھا، ضوریز مسکراتے ہوئے ٹھٹکا، آنکھوں میں سوال آن ٹھہرا۔

"کون سے حساب کتاب۔"

"آپ نے اپنا معافی نامہ نہیں جمع کروایا۔"

اسکے معصومیت سے کہنے پر اسکے ہونٹوں کی مسکراہٹ جھٹ سے غائب ہوئی۔

"اس وقت تمہیں وہی یاد آنا تھا۔"

وہ خفا سا کہہ رہا تھا۔ اسے رومینس کے غبارے میں سے ہوا نکالنے کا فن آتا تھا۔

"نہیں بلکہ اور بھی بہت کچھ یاد آرہا ہے۔"

وہ مکمل سنجیدگی سے بولی۔ ضوریز کو تجسس ہوا۔

"کیا؟"

"یہی کہ آپ نے مجھے ان گزرے چھ سات مہینوں میں کیا کیا کہا تھا۔ یہ رشتہ آپ کے لئے مجبوری ہے، میں آپ سے کوئی توقع نہیں رکھوں گی، میرا تعلق واسطہ صرف اور صرف نور سے ہوگا۔ اب آپ اپنی پہلے کی کہی ساری باتوں سے مکر رہے ہیں۔ مجھے کون سی باتوں پر یقین کرنا چاہئے، ابھی والی پر یا پہلے والی پر۔"

وہ اسے چھیڑتی ہوئی انگلیوں کے پوروں پر گنوا رہی تھی۔ اور وہ بہت سارا تحمل اور برداشت کیے سن رہا تھا۔

"بیڑہ غرق ہو ان تمام باتوں کا جو میں نے پہلے کہی تھیں۔"

ضوریز کے ایک دم سے چڑ کر کہنے پر حیا ہاتھ لبوں پر رکھتی گردن پیچھے گراتے بے تحاشہ ہنستی چلی گئی۔

"تو میں کیا کہہ رہا تھا۔" کان کی لو مسلتے ہوئے اسکی آنکھوں کے بدلتے رنگ دیکھ کر حیا کی ہنسی کو بریک لگا۔ دل بے طرح دھڑکا۔ خود کو سنبھالتی، نور کو بستر پر منتقل کرتے وہ ہلکا سا کھنگاری۔

"آپ کچھ نہیں کہہ رہے تھے، بلکہ میں کہہ رہی تھی۔ آگے آپ جو بھی کہیں گے معافی نامہ جمع کروانے کے بعد کہے گے۔"

بستر سے نیچے اترتے اس نے اپنی قمیض کی نادیدہ شکنیں درست کیں۔ چہرہ گلال ہو رہا تھا

۔

"کیا میں صبح نہیں کروا سکتا۔" چہرے پر مسکینیت طاری کرتے ہوئے اس نے کہا۔

حیا نے اپنی ہنسی ضبط کی۔

"بالکل بھی نہیں۔ میں نے کہا نا پچھلے سارے حساب کلئیر کر کے آگے بڑھیں گے۔"

ضوریز نے اسے گھورا۔

"میں نماز پڑھ کر آتی ہوں۔"

وہ ایک نظر اسکے اترے چہرے پر ڈالتی واش روم کی طرف بڑھی۔ ضوریز چار و ناچار بیڈ سے اترا تھا۔ بچپن میں پڑھی کہاوت اب سمجھ آئی تھی۔ آج کا کام کل پر مت ڈالو۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا وہ رائٹنگ ٹیبل کی جانب بڑھا۔

حیا واش روم کے دروازے پر رکی، پیچھے مڑ کر اسے دیکھا۔

"اور جلدی جلدی میں کیڑے مکوڑے بالکل مت ڈالیے گا ورنہ یہ پانچ سو ہزار بھی ہو سکتے ہیں۔"

اور یہ برابر ہوا تھا آخری حساب۔

اسکے کینہ توز نظروں سے خود کو گھورنے پر وہ واش روم میں گھس گئی اور وہ چیئر سنبھالتا ذہن میں وہ جملے ترتیب دینے لگا۔ چہرے پر پھیلی بے زاری کی اوٹ سے جھانکتی مسکراہٹ بڑی مبہم سی ہونے کے باوجود عیاں ہو رہی تھی۔

. . . .

چار سال بعد۔۔۔

ستاروں سے سجی نیویارک میں وہ ایک حسین رات تھی، ایک سے بڑھ کر ایک جدید فیشن اور ڈیزائنرز کے ملبوسات میں جلوے بکھیرتے شوبز کے ستارے وہاں ایک بڑے ایونٹ کے لئے جمع تھے۔ ملک کا سب سے بڑا ایوارڈ شو۔

جہاں سامنے کی پہلی قطار میں ملک کے مایاناز ایکٹرز اور پروڈیوسرز کے ساتھ وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ سرخ شولڈر لیس گاؤن میں، بالوں کا بن بنائے وہ سجی سنوری ہر ایک کی توجہ کا

مرکز تھی۔ ایوارڈ کے لئے اسکا نام لیا گیا تھا اسکی ڈیبیو فلم اس سال کی سب سے بڑی ہٹ ثابت ہوئی تھی۔ راتوں رات وہ آسمان کا سب سے روشن اور چمکتا ستارہ بن چکی تھی۔

پر اعتماد سی اٹھ کر ساتھی ایکٹرز کے گلے ملتی وہ چہرے پر ایک بھرپور مسکراہٹ لئے اسٹیج کی جانب بڑھ رہی تھی۔

اپنا ایوارڈ ہاتھ میں لیتے وہ اسی شان کے ساتھ مائیک تک آئی تھی۔

"آج میں جہاں بھی ہوں اس سب کا کریڈٹ میں صرف خود کو دیتی ہوں۔"

(اسکے لئے تالیاں پیٹتے، اسے ستائش کی نظر سے دیکھتے لوگوں میں کون جانتا تھا اس جگہ تک آنے کے لئے اس نے کیا کھویا تھا۔)

"میں لکی رہی ہوں اس کامیابی کے لئے مجھے زیادہ سٹریگل نہیں کرنی پڑی۔ قسمت بہت مہربان رہی ہے مجھ پر۔"

(اور وہ کتنی بد قسمت تھی کہ اسکے لئے داد دینے والوں میں کوئی ایک ہاتھ بھی ایسا نہیں تھا جو اسکے اپنوں کا ہوتا۔ کامیاب ہوتے ہوتے رشتے چھوٹ گئے تھے، وہ پیچھے مڑ کر دیکھتی تو کوئی اپنا موجود نہیں تھا۔)

"لیکن میں صرف اتنا کہوں گی یہ صرف شروعات ہے۔"

کہتے ہوئے وہ ہاتھ ہلا کر خود کو داد دیتے پرستاروں کو دیکھتی مسکراتے ہوئے، ایک ہاتھ میں اپنا ایوارڈ اور دوسرے میں زمین کو چھوتا گاؤن تھامے نیچے اتری تھی۔

"آج کے شو کی سٹیلر تو تم تھی ضویا۔ بائے گاڈ لوگوں کی نظریں نہیں ہٹ رہی تھیں تم پر سے۔"

واپسی پر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے وہ ہوٹل کی طرف روانہ تھیں، تہذیب ابھی بھی اسکے ساتھ تھی۔

اور وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"تہذیب یہاں کسی اچھے ڈاکٹر سے اپائمنٹ لو۔ اب تو نیند کی دو دو گولیاں بھی کھالوں تو مجھے نیند نہیں آتی۔"

کچھ دیر پہلے روشنیوں اور سپاٹ لائٹس سے دور ہوتے ہی اسکا چہرہ بجھ سا گیا تھا ۔ آنکھوں میں ویرانی اور وحشت سی تھی۔ اسکے چہرے پر کوئی خوشی کا شائبہ تک نہ تھا۔

تہذیب اپنی ہی دھن میں مگن چونک سی گئی۔ ہمدردی سے ضویا کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"تم شادی کر لو ضویا۔ آخر کب تک یوں اکیلے رہو گی۔ اب جب کہ میں بھی شادی کے بعد چلی جاؤں گی تو تم تو بالکل ہی اکیلی پڑ جاؤ گی۔"

تہذیب کی اپنے ساتھی کولیگ کے ساتھ اگلے ماہ شادی ہو رہی تھی۔

ضویا زہر خند سی مسکرائی۔

"تم میری فکر مت کرو، میرے پاس بہت پیسہ ہے۔ نوکروں کی فوج کس لئے اکٹھی کر رکھی ہے۔ میں تنہا نہیں ہوں۔ اور نہ ہی مجھے شادی کرنے کی کوئی خواہش ہے۔ تم بس اتنا کرو کہ ڈاکٹر کی اپائمنٹ کا کچھ کر لینا۔"

کہہ کر وہ خالی خالی آنکھوں سے باہر گھپ اندھیرے میں دوڑتے سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں مناظر کو دیکھنے لگی۔

خواہشیں پوری ہو جائیں تو ایسا ہی خالی پن نصیب بن جاتا ہے، بالکل تنہا کر دینے والا۔

جیسے وہ دوہری زندگی جینے پر مجبور ہو گئی تھی۔ دنیا کے لئے وہ ایک کامیاب ایکٹرس جس نے بہت تھوڑے عرصے میں بڑی بڑی کامیابیاں سمیٹی۔ ریمپ سے ٹی وی ڈرامہ تک اور پھر سینما کی بڑی سکرینز، سب ایک خواب جیسا تھا اور اس خواب نے اسے اس خالی پن اور ڈپریشن کے سوا کچھ نہیں دیا تھا۔ مگر وہ یہ سب کسی کو بتا بھی نہیں سکتی تھی، اتنی خود سری، ضد، رشتوں کی دی قربانی کے بعد وہ اپنی ناکامی کا خود سے اعتراف کرتے بھی ڈرتی تھی۔ باقی کی ساری زندگی اسے کامیاب اداکاری کرنی تھی خوش ہونے کی، اپنی کامیابی پر فخر محسوس کرنے کی۔ اور مطمئین ہونے کی۔

. . . .

اتوار کی صبح پوری طرح طلوع ہو چکی تھی، مگر زیادہ تر گھروں میں زندگی ابھی پوری طرح سے رواں نہیں ہوئی تھی، چھٹی کا دن مطلب کہ دیر تک سونے کا دن۔

ایسے میں اس گھر کے کچن میں پانچ سالہ نور وائٹ ٹراؤزر پر ڈھیلی سی ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ چھوٹا سا ایپرن گلے میں ڈالے وہ بہت اشتیاق سے پاس کھڑی حیا کو پین کیک بناتے دیکھ رہی تھی۔

اس گھر میں مکمل سکون کا بسیرا تھا مگر تب تک جب تک کمرے میں موجود وہ دو نفوس سو رہے تھے۔

پانچ منٹ کے بعد کمرے سے ایک چھوٹے بچے کے رونے کی، اور اس سے بھی بلند ضوریز کی آواز آئی تھی۔

"حیا۔۔۔۔۔حیا۔"

نور نے گردن موڑ کر حیا کو دیکھا تھا۔

"ماما! بابا زیادہ شور کرتے ہیں یا بھائی؟"

حیا نے مسکراتے ہوئے آخری پین کیک پلیٹر میں نکالا، اپنا ایپرن اتارا۔ پھر نور کو اپنے سامنے کھڑا کرتے اسکا ایپرن کھولا۔

"آپ کے بابا زیادہ شور کرتے ہیں اور بھائی انکا ساتھ دے کر یہ ثابت کرتا ہے وہ انکا ہی بیٹا ہے۔"

اسکی ٹھوڑی کے نیچے محبت سے ہتھیلی رکھتے وہ جھک کر کہہ رہی تھی۔ نور کھکھلائی۔

میں کیکس کی ٹوپنگ کرتی ہوں آپ جائیں۔ پلیٹر اٹھا کر ٹیبل پر رکھے وہ مصروف سی کہتی بڑی بڑی لگ رہی تھی۔ بیکنگ اور آئسنگ کرنے سے اسے عشق تھا۔

حیا مسکراتی ہوئی اسے دیکھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

جہاں سے چینخ و پکار کی آواز باہر تک آرہی تھی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی ، ضوریز گیارہ ماہ کے گل گوتھلے سے زیان کو سنبھالنے میں ہلکان ہو رہا تھا اور وہ اسکے بازوؤں میں مچلتا بنا آنسوؤں کے پورا منہ پھاڑے رو رہا تھا۔

"پکڑو اسے یار۔ چھٹی کے دن بھی اسکا بھونپو بند نہیں ہوتا۔ میری بیٹی تو ایسی بالکل نہیں تھی۔ اتنا روندو بچہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

اسے حیا کے حوالے کرتا وہ بے زاری سے کہہ رہا تھا۔ وہ جو اپنی ہر صبح کا آغاز حیا کی آواز سن کر کرنا چاہتا تھا پچھلے گیارہ ماہ سے زیان کے رونے کی آواز پر اٹھتا تھا۔

"آپ خود کو روز آئینے میں دیکھتے تو ہیں۔"

حیا نے زیان کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ واپس لیٹنے کی تیاری کرتا ضوریز کا۔ آنکھوں میں خفگی لئے حیا کے خوب صورت سراپے کو گھورا۔

"میں روندو ہوں؟"

"بالکل۔ زیان سے زیادہ شور تو آپ نے مچار کھا ہوتا ہے۔"

"ہاں نا۔ سارے زمانے کی برائیاں تو مجھ میں ہی ہیں۔"

وہ چڑ کر بولا۔

"دیکھیں کیسے چپ کر گیا ہے۔ آپ کے پاس ہی روتا ہے وہ بھی اس لئے کہ اسے روتا دیکھ کر آپ پینک ہو جاتے ہیں۔ میرے بیٹے کو کچھ مت کہا کریں۔"

وہ زیان کو محبت سے دیکھ رہی تھی جو سکون سے اب اپنی بڑی بڑی آنکھیں مٹکا کر مسکراتے ہوئے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"بیٹا تمہارا ہے۔ بس میں ہی پڑوسیوں کا ہوں۔" اسکے جلے انداز پر حیا ہنسی تھی۔

"آپ بھی میرے ہی ہیں۔ فی الحال اٹھ جائیں میری بیٹی نے پین کیکس بنائے ہیں۔ جلدی سے فریش ہو لیں یہ رونے بعد میں رو لیجئے گا پھر آپ کہتے ہیں میں آپ کو روندو کہتی ہوں۔"

حیا زیان کے سینے پر اپنا ماتھا نرمی سے مسلتے اسے گدگدا رہی تھی۔ اب یہاں ایک نیا معرکہ چھڑ جانا تھا اگر ضوریز اسکے پہلے جملے کے سحر میں گرفتار نہ ہوتا۔

ہونٹوں پر بکھری ایک بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ وہ بستر سے نکلا۔ اسکے قریب آتا عین سامنے کھڑے ہوکر، زیان کو گدگدانے کے باعث، اسکے الجھے بالوں کو ہاتھ سے ٹھیک کیا
۔

"جب تم ایسے کہتی ہو تو بہت اپنی اپنی سی لگتی ہو۔ اتنی کہ میرا دل کرتا ہے میں تمہیں اپنے دل میں چھپالوں۔"

اسکا گال آہستگی سے اپنے انگوٹھے سے سہلاتے وہ اسکی آنکھوں میں کہیں کھوسا گیا تھا۔

حیانے زیرلب ہنسی روکی۔

"ضوریز۔" بنا اسکی آنکھوں سے آنکھیں چرائے وہ مدھم آواز میں بولی۔

"ہوں۔"

"مجھے زیان کا پیمپر چینج کرنا ہے۔" ہنسی ضبط کرتے وہ بے چارگی سے بولی۔ اور اسے کہتے ہیں رومانوی دنیا سے حقیقی دنیا میں لا پٹخنا۔ ضوریز کا منہ یوں بنا جیسے کڑوا بادام منہ میں آ گیا ہو۔

"اور جب تم میرے موڈ کا یوں ناس مارتی ہو تو بالکل زہر لگتی ہو۔

اس سے دور ہوتے وہ دانت پیس کر اسے گھورتا کہہ رہا تھا۔ حیا زیان کو بیڈ پر ڈالتی خود بھی بیڈ پر بیٹھتی ہنستی چلی گئی۔ اور ہنستے ہوئے وہ اسے غصہ کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ اب بھی چہرے کے تاثرات میں نرمی در آئی۔

"لیکن آپ تو مجھے ہر حال میں شہد ہی لگتے ہیں۔"

زیان کے کپڑے اتارتی وہ ٹھوڑی اٹھا کر کہتی، اسکی رہی سہی خفگی بھی ہوا کر گئی تھی ۔ دونوں ہاتھ ٹراوزر کی جیب میں ڈالے وہ جھکا تھا۔ اسکی ٹھوڑی کو نرمی سے چھوتے پیچھے ہوا۔ حیا کے بدلتے چہرے کے رنگ پر شوق نظروں سے دیکھا۔ مگر چہرے پر کوئی تاثر نہیں آنے دیا۔

"مجھے ورغلاؤ مت۔ میری بیٹی ناشتے کی ٹیبل پر میرا انتظار کر رہی ہے۔"

سر جھٹک کر کہتا وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔ حیا کی ہنسی نے ایک بار پھر اسکے قدم روکے تھے۔

"اچھا سنیں۔"

اسکی پکار پر ضوریز نے مسکراہٹ روکتے مڑ کر اسے دیکھا۔وہ گردن گھمائے اسے دیکھ رہی تھی، آنکھوں سے چھلکتی محبت کی لو ضوریز کے وجود کے گرد روشنیاں بکھیرتی گئی۔

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔حیا نے کچھ کہتے کہتے ہونٹ بھینچ لئے۔

"کچھ نہیں۔" سر نفی میں ہلاتے اسکے چہرے پر سرخی پھیل گئی تھی۔ضوریز کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔سر کو ذرا سا خم دیتے وہ آہستگی سے بولا۔

"سیم ٹو یو۔"

اور حیا اور اسکی ہنسی ایک ساتھ کمرے میں گونجی تھی۔انہیں ایک دوسرے کو زبانی محبت کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔یہ کام انکی آنکھوں خوب کیا کرتی تھیں۔

"ماما بابا آجائیں۔"

باہر سے نور کی آواز پر وہ تیزی سے واش روم میں گھسا تھا۔

حیا جلدی جلدی زیان کا پیمپر چینج کرنے لگی۔

اس گھر میں نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔

. . . .

ختم بخیر۔